

GOVERNMENT OF INDIA
ARCHAEOLOGICAL SURVEY OF INDIA

CENTRAL
ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

ACCESSION NO. 14843

CALL No. 928. 91431/Gha.

D.G.A. 79

[illegible]

عن

رحمت مرزا نوشه اسد اللہ خان صاحب غالب
وہلوی الموسوم بہ اردوئے معلیٰ حسب اجازت افسر الطبصار
اشرف الحکام افلاطون زماں جناب مولوی حکیم غلام رضا
خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمائی ہے۔

میں نے اس کتاب کو ہر بیع فاروقی کو بھی پیش کیا ہے
 التماس کر بلا اجازت حکیم صاحب موصوفہ لکھنؤ کو بھی صاحب
 قصص طبع کا تکرار البتہ مستند جلدیں مطلوب ہیں اگر تم طلب ہیں
 راقم تہجد اسلام ابن مولوی سید محمد معظم صاحب
 مالک مطبع فاروقی۔ دہلی بازار ایما مالک

[illegible]

پہلوی محمد معظم بن محمد بن علی باقر بیک ارکان طلب کرد و دستیار ہوئی

14-10-19

3478

بنو صنّاع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

3475

80

اردو

(112)

بینی

کارنامہ فصاحت و سحرانہ بلاغت و قوت اردو و نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ

اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ تخلص بن غالب

جو بھارت زبان و ادبیات تعلیم اطفال کے لیے ایک مستور عمل ہے

924 14431
حقیرانہ نام سید عیوب اللہ کے اہتمام سے

مطبع وقعی واقع دہلی میں طبع و طبع

قیمت فی جلد

122 of 10

جلد حق محفوظ ہیں



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ من تصنیف شاعر شیرین مقال ناشر عدیم المثال جناب میر ہمدی
صاحب التجلین مجروح شاگرد رشید منزا اللہ خان غالب مدظلہ

تائیش داور چہاں آفرین آسان نہیں کیونکہ بیان ہو اور لغت حضرت سید المرسلین شکل ہے زبان کیا مگر
میدان ہو وہ دریاے ذخار ہے یہ محیط ناپید انگار تو ہاں بن نارسا اور فہم نے سرو پاتیاں عقل معترف
بجز و قصور و خرد ناچار و مجبور پھر اس صورت میں قلم مقطور اللسان کیا نکارش کرے سوائے اس کے
اصل مطلب گنارش کرے اور وہ یہ ہے کہ مخور ان خرد پیشہ اور خرد مندان درست اندیشہ خوب جاننے ہیں کہ
ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نیکی گنی گوش زد خاص و عام ہے اور ہر عقل و فہم اس بات
مستفک الکلام ہے۔ مگر یہ جو زبان اردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور اس کی
اسلوبی میں انہی زبانوں کے ہم پایہ ہے۔ اگر فضحائے عرب عجم کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں
تو اپنی زبان سے زیادہ اس کی تحسین فرمائیں ہر چہ ابتداءے رواج سے ہر عہد میں کلامان عطر اس
مستشوہ خرد فریب کی آرائی و پیرائگی میں سہی فراواں درکشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بفضل اس
زمانہ میں اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب بدر اور بدو کمال ہے

OF

By

Call No

14843

19.8.61

92 P. 91421/62

بیان ہو جس کی صفائی استعارات کی نخلت سے دُر شاہوار پانی پانی جس کی گینبی قہر سے جگر خون لعل مانی
 نہیں نہیں یہ ستایش کچھ سرایہ نازش نہیں کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب تابانہ کی بقیہ
 میں نایاب ہے۔ اور یہ قیامت تک یکیاں۔ تہیہ شان سرایہ سخن کو فیض سان عبارت میں کی کیفیت
 جامی تو کیا فلاطون خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُس کے ادراک غومض میں اپنی عقل و فہم
 کھتے ہیں چہاں ایسے سرخوشان خستہ ان معنی خربہ غوار بادہ گنگنا و طشتہ حسن بیان سے سرشار
 ہوں بھر ہم سے نارسیدہ اُس بخت کی مطالب کیا پائیں کہاں سے ایسی قوت متحکمہ لائیں ہوا اس کے
 کہ یہ راہ باریک کچھ کہ قدم لڑکھرائیں اولیٰ بنی نافہمی پر عرق انفصال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ
 اس جنس گراں ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا اور اس یوسف مصر بخندانی کا کوئی طالبِ بیدار نہ ہوا۔
 حضرت کاظم و حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہ عباس دارا سے ایران کے عصر میں ہوتا نظیر
 اپنا نظیر دیکھ لیتا۔ ٹھوری کو فن شعریں اپنا حریف غالب نظر آجاتا۔ خراب ہم یوں دل خوش کرتے ہیں
 کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینت بخش حیاں ہوتے تو ہم کہاں ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی
 یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخب روزگار کے جال بالکال سے مقبض انوار فیض ہوئے اور شرف
 قدوسی سے بہرہ اندوز جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب بخندان پیشینہ کو دیکھ لیا جب حضرت
 کلام سن لیا سب کلام سن لیا۔ بیتن میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل المتع کیا بلکہ
 متع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح کو بہتر از ہے جو کہ بعد کیسلی
 کلیاتِ نظم و نثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزہ گوش فصاحت و پیرایہِ گلوسے بلاغت ہے اور ہندوستان
 سے ایران تک ہر ایک نکتہ سخن کے ورد زبان ہے مدت سے حضرت اس طرز نو ایجاد اُردو سے
 لگاؤ ہے اور خط کتابت میں ہی کا برتاؤ ہے۔ جیسا یقین ہندوستان نے اس نمک ہندی کا
 مزہ چکھا ہر ایک سرایہ لذت ماندہ سخن سمجھ کر طلبکارِ خواستگار ہوا اسوٹے منشی ہر شاہ صاحبِ جوہر

اگے بیچ زوال ہے خصوصاً زبانِ ہل دہلی کہ اردو سے معنی بولنا ان حصہ ہے ہر چند بعض حضرات کو اس کا غصہ ہے مگر صاحبِ فہم سلیم و ذہین مستقیم و طبع رسا و فراخ انصاف شناس رکھتے ہیں وہ اس امر کو جاننے میں متوجہ الذہن و کج رائے یوں ہی باتیں بتاتے ہیں بھلا دہلی کا اس قدر کیونکر مرتبہ ہو اس حدیم النظیر کا یہ شہر مینو بہر مسکن باوا ہو جس کی طبع و تقاد نے عقد بائے معانی کو دوا کیا ہے جسکے ذہن تقاد نے پشتِ بلند شاہ راہ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے فصاحت اگر لعلِ ناب ہے تو وہ اس کی آبِ تاب ہے اور بلاغت اگر گہرے بہا ہے تو وہ اس کی آبرو ہے جو ہر فرا ہے۔ معنی اگر گل ہے تو وہ اس کی شمیمِ روح فرا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اس کی صیقلِ جلوہ نما ہے۔ اس کل سینہ نے کینہ نکاتِ حلیہ کا بخینہ اس کا قلبِ صفا اسرارِ علیہ کا دھینہ شعر و شاعری کی اس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے اردو نے اس کی زبان پر گزر کر عزت پائی ہے جس قدر تعریف کبر و فرومایہ ہے یہ جناب

نجم الدولہ دبیر الملک نواب سدا اللہ خاں صاحبِ غالبِ خلص

کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا ایک نئی شمشیر ہے میرا استاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر ہے

ہے تھوڑی کا تھوڑی اور نظیری کا نظیر حضرت کا سخن ہے وہ قدرِ عدل جو بات ہو از روئے معنی کرنا ہے۔ یہ شکر کی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی ثناتِ لفظوں کی محبوبی۔ یہ ترکیب کی خوش سلوبی۔ یہ جدتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہ روانی مطالب کی کھنٹی سنی سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی ڈیاں ہیں

شرفہ شاربِ نظم پر نظمِ نجم قربان۔ حیرتِ تقریر پر تحریرِ شعاع سے نثار کر کے کو آفتابِ ندرتِ اماں۔ گفتارِ شکر بار کو جادو کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لا حول و لا قوۃ کیا سوداؤں کی باتیں کرتا ہوں کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے۔ گفتارِ اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستان میں جادو ہے نہ نجر ہے ہاں بابل کے کسی کو نے میں چھپا ہوا تو کیا خبر ہے بھلا اس عبارتِ فصاحت نشان کا کیا و

اور وہ کہتے گئے جس اتفاق ہے کھل آ پنا خط آیا۔ راج ہی ایک دست میرا لگیا کہ یہ سطرین لکھو ادیں
یہ آپ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے تھے قطع محبت ہو گیا ہے۔ منشی صاحب کی محبت اور ان کے سطر
سے آپ کی محبت دل جان میں اس قدر سما گئی ہے۔ جیسا اہل سلام میں ملکہ ایمان کا پس ایسی محبت کا
موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں اسراضن حمدانی کا بیان اور اخلاص ہمدگر کی شرح کے بعد مجھ کو غم نہ ہوا
ذکر کیا کروں جیسا ابریاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس شہر ہی اللہ ہے۔ سیف الحق منشی
میاں داد خاں کو سلام کہئے گا اور یہ خط پڑھا دیکھئے گا۔ فقط۔ نجات کا طالب غالب

روز چار شنبہ ۷۔ اپریل ۱۳۶۶ء - *

ایضاً بخدمت نواب صاحبیل الناقب عیسم الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحبیاد
عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک ن تھپے
سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہو اور مبارک ہو
نظارہ بزم جمشیدی سے محروم ہو گنگا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہے گا خاطر جمع رہے۔ یوں حضرت
صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا یا نہیں۔ نام تاریخی اور مختصر بھی اور خان بھی سید مہابت علیا
عجب اگر پسند نہ آئے اور بہت محبت ہے کہ اس امر کی ذرا آپ کے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں
خیر نہیں کہتا کہ خواہی خواہی یہی نام رکھئے پسند آنے کی توفیق کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب
ایضاً ستودہ ہر زماں و نامو بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر معضوی دینار نواب میر غلام بابا خاں
کو سترت بدسترت جشن مبارک ہایوں ہو۔ رقمہ گلگوں نے بہار کی سیر دکھلائی۔ بوساری یل روانہ ہو
لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے پاویج۔ کانوں سے بہر۔ ضعف بصارت۔ ضعف دماغ۔ ضعف دل
ضعف معدہ۔ ان سب ضعفوں پر ضعف طالع کیونکر قصہ خمر کروں۔ تین چار شبانہ روز نفس میں کس طرح
کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پشیا کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناکا

کہ یہ دیر آشپب غم ہے مجموع اہل ہند ماتم دار و سگواریوں تو بھی کم ہے۔ اگرچہ میں کیا اور میری عاکیا
مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں تھو سال رطت نواب غفران تاب جب ل خار خار
غم غمے خون چاہے یوں موزوں ہوا ہے

گرید ہناں ہر جہانتاب در تلخ	شد تیرہ جہاں بختیم جابہ در تلخ
این واقعہ از روزے زاری غائب	تایخ تہ قدم کرد کہ نواب در تلخ

از روزے زاری زراہ ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو شنبہ ۱۴ پید ہوتے ہیں فہذا المطلوب آشپب یکین غم
غشی میاں ادخان صاحب سلام یکیشنبہ بسبت و یکم ربیع الاول شملہ بحری مطابق ششم ستمبر ۱۳۶۷
ایضاً نواب صاحب جیل الناقب عیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان اد مجد۔ شکر یاد آوری و
رواں پروری بجالاتا ہوں۔ پہلے اس سے آپ کو موت نامہ پہنچا ہے۔ وہ میرے خط کے جواب میں
اہم کل جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوان دعوت تھا میں نے
کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا گانا بھی سنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ اس
نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو صاحب یاست و امارت میں ایسے جھگڑے
بہت رہتے ہیں میں بسبب طمحت اخبار میں تمھاری افزائش عز و جاہ دیکھ کر بہت خوش ہوا و
تمکو تہنیت دی۔ ظفر نامہ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے۔ انشاء اللہ العظیم ہمیشہ مظفر و منصور ہو گے

کارت بجان جملہ چناں باد کہ خواہی بجات کا طالع غائب شنبہ ۲ اپریل ۱۳۶۷
ایضاً۔ خاب تید صاحب قبلہ بعد بنگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ ب کا پہنچا آچ فرماتے
ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ بیٹے بیٹے کچھ لکھتا تھا
اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی۔ ہاتھ میں عرشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی ضعیف ہو گئی۔ متصدی نوکر نے
کا مقدر نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحب قوت پر آگئے تو میں مطلب کہتا گیا

ایضا جناب صاحب مین آپ کے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یاد آوری کا ممنون اور آپ کے دوام دولت کا دعا گو ہوں اگر بوڑھا اور پانچ نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔ اور آپ کے دیدار مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپ کو ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے۔ خط کے درویر لکھنے کا سبب ضعف و قہامت ہے، اگر میری اوقاتِ شباروزی اور میرے حالات آپ تکھیں تو تعجب کیں گے کہ یہ شخص جتنا کونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہتا۔ اور پھر دم بدم پیشاب کو اٹھتا۔ ان مجموع مصائب میں سے ایک ادنیٰ مصیبت یہ ہے کہ ۱۲۸۲ھ شروع ہوئے ۱۲۸۳ھ کی ولادت ہے۔ آپ کے رجب کے مہینے سے شروع سال شروع ہوگا۔ ستر اہتر بوڑھا پانچ آدمی ہوں جو غایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمہاری خوبی ہے۔ میں کسی لائق نہیں نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۳۱ مئی ۱۲۸۳ھ ع۔

ایضا جناب نواب صاحب جمیل الناقب عیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام سنون الاسلام و دعاے دوام دولت و اقبال کہ ہمیشہ درو زبان ہے گھڑی کے عیلتہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر عبت بجاتا ہوں۔ پہلے تو آپ دست اور پھر امیر اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارغماں کو میں بہت عزیز سمجھا اور اپنے سرور آنکھوں پر رکھنا دے عالم آراے آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپ کا مدد و مددگار رہے ظاہر الوقت و داغی کونجی کا رکھنا سہو ہو گیا خیریاں بن جائے گی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی اجاب کا طالب۔ شنبہ سوم و سمبر ۱۲۸۳ھ ع۔

ایضا۔ نواب صاحب جمیل الناقب عیم الاحسان امیدگاہ درویشان زاد افضاکم۔ آپ کا بندہ منت پذیر غالب بن صغیر یوں نواسج ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز و دلایا۔ اور مژدہ قبول میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے لکراں کو قدر دانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لوں۔ البتہ آپ اپنے آزارہ حق پسندی سخن کی قد دانی اور میری قدر دانی

تاریخ کے دُورے کی شدت ہوتی ہے۔ طاقتِ مجسم ہیں۔ حالتِ جان میں نہیں آتا مگر سورت تک کسی صورتِ انجمن میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سید صاحب کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا جا ہیے۔ ماہِ خجستہ بہارِ ذہن میں آیا۔ ساٹھ عدد کم پائے و خجستہ بہار کے اعداد بڑھائے۔ شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے درق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ جو
کی فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرفِ شمسِ مجیب سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ مگر قبولِ فتنہ ہے
شرفِ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۱۲ نومبر ۱۲۶۶ء۔ سیف الحق صاحب کے سلام۔ ایک پیر
دوستِ مصبور خاکسار کا خاکہ اُتار کر دربارِ کافقہ اُتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آجا
تو شغلِ تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے۔ خطا زراہِ قیاط بیرنگت ہیجا ہے قطعہ

بفیضِ بہتِ نوابِ عینِ اقبالش
اگر خجستہ بہارِ ادب بوداںش

خجستہ بہارِ نشینی بیگم
جواز پئے ادبِ موزونیت خوش شد

ایضاً۔ نواب صاحبِ المناقب عمیم الاحسان عالی شان والا دودماں زادِ مجد کم۔ سلامِ سنون سلام
و دُعا کے دوامِ دولتِ اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایامِ مہینتِ فرجام میں جواز دئے
بھئی آپ کی افراشِ عروج و جاہ کے حالات معلوم ہوئے۔ متواتر شکر الہی بجالایا۔ اور اس ترقی کو اپنی
دُعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا۔ خصوصاً عدالتِ عالیہ میں فتح پانا۔ اور حقِ تحقیق کا ظہور
میں آنا کیا کہوں کیا مستر و شادمانی کا موجب کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے
حق تعالیٰ یحییٰ مستحج مبارک ہایوں کرے۔ قطعہ

خود نشانِ دوامِ اقبال است
کہ ظفرِ نامہٗ ابد سال است

فتح سیدِ عظامِ بابا خاں
ہم ازین رُہ بود کہ غالب گفت

بہارِ باغِ جاہ و جلالِ جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ قطعہ +

ان کے ساتھ اسکو بھی کچھ لوں گا بلکہ احتیاط متقاضی اسکا ہے کہ ان غزوں کے ساتھ اس غزل کو بھی
کھ بھینا۔ ناتوانی زور پر ہے۔ بڑھاپے نے سخت کر دیا ہے۔ ضعف سستی۔ کاہلی۔ گرجانی گرجانی
رکاب میں پاؤں ہے۔ باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑھاپہ دور دراز درپیش ہے۔ نادراہ موجود نہیں۔
خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپرسیدہ بخش دیا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سبقت مقرر ہے اور
لوہ زار و تہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہمارے کسی کا کیا اچھا شر ہے۔
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجاؤ گے مگر کبھی چین نہ پایا تو کہہ جائیں گے
اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دو شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۳۲۷ ع

ایضاً۔ صاحب سریشی کی جگہ ہے کہ تمہارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوا اور میرا کوئی خط ٹکڑا
نہیں پہنچتا۔ سنو چھوٹے صاحب خط آیا۔ اُس میں قطعہ کا شکرا اور اجزاء کتاب کے بھیجنے کی تاکید
میں۔ اُس نے اُس کے جواب میں لکھا کہ اُس کتاب کا چھاپا یہاں ہی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ
بعد انطباع ایک مجلد آپ کو واسطے اور ایک مجلد منشی میاں داود خاں کے واسطے لبیل ڈاک
پارسل بھیجوں گا۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو۔ اور یہ اپنے نام کا خط لکھو پڑھا دو اور ایک تہ
تم کو دیتا ہوں۔ نواب صاحب کا خط طلب کتاب کے باب میں آیا تھا اُس میں مندرج تھا کہ اب میں
سورت کو جاتا ہوں تم اجزاء کتاب کا پارسل اس تہ سے سورت کو بھیجنا۔ بھائی میں نے اُسی تہ
سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ پیڈ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر
یہ خط تم کو بزرگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہ ہونے کا احتمال قوی ہے۔ فقط صبح دو شنبہ
۳۱ دسمبر ۱۳۲۷ ع مطابق ۱۷ ستمبر سال حال۔ غالب۔ *

ایضاً۔ منشی صاحب سعادت اقبال نشان سیف الحق میاں داود خان سلمہ اللہ تعالیٰ۔
فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خان

کی ہے جو اخلاط خاوری و انان ہند کے ذہن میں سلخ ہو گئے تھے۔ اُن کو دفع کیا ہو تو کیا برائی کی ہے بات یہ ہے کہ اوجھی گوبھی ولے گننام لوگ اپنی شہرت کیلئے مجھ سے رطے میں واہ واہ اپنے نامور بندے کو ناحی احمق بگڑتے ہیں۔ عیطہ حضرت تبو سب جناب حیف الحق پہنچا اور میں نے اُس کوئے تکلف عیطہ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ و الثناء آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور نصیر میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کی واسطے برسات کا موسم اچھا ہے بس اُن کا کچھ چھپ جانے میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ۔ ۱۷ اوسمیر ۱۲۷۶ء *

بنام منشی میاں داد خاں المخاطب سیف الحق المختص بہ سیاح

سعادۃ اقبال نشان منشی میاں داد خاں سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ اُن کے خطوط کا جواب نہیں لکھا غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگار نہ ہوا اب یہ سطرین لکھتا ہوں اُس خط کے جواب میں میں جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہر ایک شہنوی میں نے اُس کی تعریف میں لکھی ہے اور چرلغ ویر اُس کا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود ہے اُس کو دیکھنا۔ اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زانہ سے بہت پہلو اُن کا خط اور کچھ اُن کا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُن کو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسی طرح آئندہ بھی لکھتے رہو گے۔ میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں اگر بدل خلد میرا نظر گزرد * زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد * خیر اگر سیر و سیاحت میر نہیں نہ ہی ذکر العیش نصف العیش پر فاعت کی۔ میاں داد خاں سیاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی سہی۔ غزل تھادی سوئے دیتا ہوں۔ اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تم نے وعدہ کیا ہر جب غزلیں بھیجے

نواب یوسف علیخانؒ الی رامپور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور تین سو چوبیس ماہ باہر سبیل ہندوی
 بھجواتے تھے اُس منفور کی اندازہ دانی دیکھئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی۔ اپنے خط میں
 ہندوی بھیجا کرتے۔ میں خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس ماہ کے علاوہ کبھی دوسو کبھی ڈھائی سو بھیجتے
 فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی نیشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرر ی ماہ باہر
 فوج گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زلیت ہوئی۔ رئیس حال کو خدا بد و داغ
 ابتداً موبداً سلامت رکھے وجہ مقرر ی کی ہندوی ہر مہینے بحسب دستور قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا
 فوج کی رسم دیکھئے جاری رہے یا نہیں۔ میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ بھجواؤ
 پہلے بھی نواب منفور نے دستور روپیہ بھیج دیا تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر بھجوا یا گیا تھا۔ اب نئی
 کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرر ی کے ساتھ دوسو پچیس گے وہ آخر اپریل ششہ حال میں مر گئے۔ اپریل
 روپیہ ٹیس سال سے میں نے پایا مصروف کتاب کا روپیہ آیا۔ یاد دلاؤں گا۔ مگر اُس مرحوم کا وعدہ ششہ
 دفتر سے تھا جازوے دفتر اُس کی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر میں ہوں۔ اگر اسبابِ سعادت کی
 فہرہ الراد ورنہ ۵۰ انچہ مادر کار دایم اکثرے در کار نیست + منشی صاحب اس خط کو ضروری
 جان کر بیرنگ بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔ ۳۰۔ جولائی ششہ۔ +
 ایضاً منشی صاحب شفیق بدل تہربان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیہ غالبؒ
 کی دعا پٹھے۔ پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمہارا خط آیا۔ صاحب ٹوپوں کی حقیقت یہ ہے کہ
 تم نے لٹافِ عینی کی ۱۵ جلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیج کر منگوائیں پھر دو روپے کے ٹکٹ
 بھیج کر ٹوپیاں منگوائیں۔ میں نے تمہارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خرید کر تم کو بھیج دیں۔ چاہا
 تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کر دیو جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے اپنی فوج کا سپاہی لا مقرر
 کیا ہے۔ تم تیرے ہاتھ ہو تم تیرے بازو ہو تیرے لُٹن کی تلوار تمہارے ہاتھ سے چلتی ہے گی

سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہو حال تصویر کا کہ میں نے اسے سر پر رکھا انھوں سے لگایا گویا چوٹے صاحب کے دیکھا۔ لیکن سکا سپٹ معلوم ہوا کہ اب صاحب نے ہم سے بات دکی۔ خیر ویدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو سن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا متفقہ نہیں اب کچھ حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک تھ کی تصویر ہے آگے پہنچا اور نیچے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایک طرف مصافحہ کی بھی حسرت لگی۔ اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ خواص صاحب میرا بہت سلام اور شتیاق کرنا بلکہ یہ خط ان کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کا نیاز مند اور علی کا غلام ہوں۔ بندہ شیاہ شایم و شتاخوان شاد نجات کا طالب غالب، از قیدہ ۱۲۸۰ ہجری

ایضاً بر خود دار کارگار سادات نشان منشی میاں داخان سیاح طال عمرہ۔ درویش گوش افشین غالب حین مکی دغاے درویشانہ سے کا میاٹ بہرہ مند ہوں۔ کہنو کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر تم کو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک ن ہو گا یعنی راہ میں سبع ہو جائیں گی بازار چھپے نکل آئیں گے جو دیکھے گا وہ داد دیکھا اور دلی کو فساد کے بعد کون نہیں ہے یہاں فساد و فساد چلا جا شہر کی صورت سولے میں بازار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوریدر وازہ کے سر اسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص آشنا موسوم بہ عظیم الدین جس نے مجھ سے دیوان سنگا بھیجا آدمی نہیں ہے بھوت ہے پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نامتھو

مجھ کو اس کے طور پر انطباع دیوان نامطبوع ہے اب میں اس سے دیوان مانگتا ہوں اور وہ نہیں دیتا خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دغا مانگو۔ زیا وہ کیسا لکھوں۔ دوشنبہ ۱۲ جون ۱۲۸۰ء۔ غالب

ایضاً صاحب تمھارا مہربانی نامہ گویا الفاظ اس کے سر اسر نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی زبانی تھے، ٹہنچا۔ جواب لکھتا ہوں۔ اور پُرسش کا شکر بجالاتا ہوں ایک قرن بارہ برس سے فردوس

اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خاں صاحب آج کلکتہ پہنچے ہو اور صباحوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُس نے رائی کیوں نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اس کا کیا حال ہے گذرا کس طرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۱۷ اکتوبر ۱۳۳۶ء۔

ایضاً آئیے بیٹھے مولانا سیاح۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے۔ لیکن تم کو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتیا کئی مہینے ٹھہر گئے اور پھر سیاحت کو نکلو گئے۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں۔ حیدرآباد اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ اُنگلو دیکھیں۔ میرزا معین الدین حسین خان اور میرزا حسین یوسف پور میں قیام اللہ بیگ خان کے اور حضرت شہرگاہ خان ابن عم تھے نواب محمد بخش خاں کے اور معین الدین حسین کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خاں سے۔ یہاں کوئی امر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و اطوار ہیں دیکھ گئے ہو۔ مسجد جامع کے باب میں کچھ پرسشیں لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگذار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو مل جائے۔ ہنوز بدستور ہوا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا۔ والسلام مع الاکرام۔ صبح شنبہ ۲ ذیقعد ۱۳۳۶ء۔ غالب۔

ایضاً نور چشم۔ اقبال نشان سیف الحق میان داد خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے تھی تمہارے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا سب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ عرشہ۔ آنکھوں میں ضعفِ بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اب کوئی دن کا ہوا ہوں اور اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکل اخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے اور اس میں میں نے عذرا باطل کے جوابے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا۔ اب تک ہر طرف سے خطوں کے

نظام غیبی نے اعدا کی وجہاں اڑادیں۔ ایک نئی بات سنو۔ محمد مرزا خاں میرے سبھی بھائی کا لڑکھن
 اُس نے ایک اخبار نکالا ہے مسمیٰ بہ اشرف الاخبار۔ اُس کا ایک لغتہ لکھو بھجوتا ہوں۔ اسکو پڑھ کر معلوم کرو
 کہ تمہارا ایک اعتراض قبیل کے کلام پر بھجایا گیا ہے۔ اس رسالہ اعلیٰ سے صرف اطلاع منظور ہے
 ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گزر جائے۔ اور اُس سرکار میں یہ اخبار خرید
 کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خریدی ہو ابتداء جنوری ۱۲۸۶ء سے بنام محمد مرزا خاں لکھو۔
 اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو انچ اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے
 خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو مسلمان
 کے بزرگ ہوتے ہیں میں تو مسلمانوں میں بھی ایک فیمل۔ علیل۔ فقیر حقیر آدمی ہوں۔ یہ انہی
 بزرگی۔ اُن کی خوبی۔ اُن کی مہربانی ہے۔ حق تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے۔ اور ان مقدمات میں
 من کل الوجوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر
 بجاں برابر میرزا معین الدین حسین خاں بہادر کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بیت
 جاہتا ہے۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پل
 کرتے چلے آؤ۔ یاد رکھا۔ غالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۲ شوال ۱۲۸۶ء مطابق ۱۲ فروری ۱۲۸۶ء
 ایضاً۔ صاحب کل آپ کا خط آیا۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو
 کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمہارا جس کا حوالہ ام خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ دہن کیا
 امکان تھا کہ جواب لکھتا۔ جناب نشی میرا میر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے
 محامد و محکم سُننا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی
 ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نوازا پایا۔ اغینا کے واسطے اچھے ہیں۔ ہاں
 مولوی محمد حسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں

کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خاں صاحب نے کچھ فانی نہ ہوتی اور وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجھ کو حفظ نہ لکھتے۔ یہ تھا راجھ گویا میر غلام بابا خاں کے حسبِ حکم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ انھیں کوہں کا جواب لکھوں۔ اور ان کے نام کا خط۔ لیجوں مگر پھر سوچا کہ تم اندر ہو جاؤ گے انھیں کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں گا۔ گاہ خط لکھا کرو۔ دیکھا کہ نجات کا طالب غالب سہ شنبہ یکم مارچ سنہ ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا۔ کس زبان پر انہی فہم نہ ہو عزیزاں چنانچہ اس کلمہ * یاد کرو اصل متعدد یہ تھا کہ میں قاطع برہان کو دوبارہ چھوڑا جاتا ہوں نواب صاحب دو میں مینی سودو سو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی غایت فراموشی بھلا میرے کس کلام کی۔ چار دن سوچا کیا کہ پھر دوں پھر سوچا کہ بڑا مانیں گے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی۔ اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطبوع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیج دوں گا۔ ہی خط کے ساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی رسید کا پہنچتا ہو اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ گھڑی کی کتنی نہیں آئی۔ ظاہر اسہو سے وہیں رہ گئی ہوگی۔ ہاں صاحب تیس جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جسکی قیمت دس روپے مجھ کو پہنچنے فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ سرد سہ شنبہ یکم مارچ۔ ۱۲۸۷ ع۔ ایضاً۔ سعادت اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ خط میں آپ نے بہت سے مطالبے تھے مگر تیس کتابوں کی دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل بعد دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے اس میں ہی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھ کر صحیح کیا ہے اس کے بھیجنے سے یہ مدعا ہو کہ تم ان تیس رسالوں کو اس کے مطابق صحیح کر لو اگر چھوٹے صاحب رکھ لیا ہے تو ان سے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کر لو اور وہ نسخہ ان کی مذکور دو۔ صاحب میں نے اپنے صرف زر سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھوڑیں بلکہ مطبع نے اپنی پوری کوششیں میں کیں

جوا بک تقاضا اور اشارہ واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں۔ او میں شرمندہ ہوتا ہوں۔ بڑھا
ایا ہیج۔ پورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔
مشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سوشت چوکی پر تیرے چوتھے دن اتفاق جانیکا ہوتا ہے
اور حاجتی کی حاجت بسبب سرعت بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے والا
جو ہندوستانی ایک دست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ
کوٹھے پر سے اُتروں یا پلکی میں بیٹھوں اور اُس کے گھر جاؤں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھوں
اور تصویر کھینچ کر جیتا جاتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہ مہربانی میرا براہیم علی خاں بہادر اور حکیم
احمد حسن صاحب کو اور جب بھئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خاں کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمھارے
ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور اُس کا مر جانا معلوم ہو کر مجھ کو بڑا غم ہوا۔ بھائی۔ اس واقعہ کی حقیقت
مجھ سے پوچھو۔ کہ ۲۷ برس کی عمر میں سانس بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور
عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالیٰ تمھیں صبر اور نعم البدل دے
والسلام۔ ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء۔ غالب۔

ایضاً۔ خالص صاحب و اقبال نشان میاں داد خاں سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا
پہنچے۔ تمھارا کوئی خط سوائے اس خط کے جس کا میں جواب لکھتا ہوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے
مجھ کو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ محض راحط بھنچا۔
سچ اُس کا جواب لکھتا ہوں۔ مہربان تو کھودنے کا نہیں جو اس قدر عذر چاہتے ہو کھودا دینے
میں کیا تکلیف اور کیا زحمت میں اجا بک خادم ہوں۔ میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہئے
اور وہ نگین منہ نقشہ بے تکلف بھیج دیجیئے آپ کے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جائے گی
خاطرِ عاظر جمع ہے۔ زیادہ کیا لکھوں اجی سیاح صاحب ہمارا دیباہ تم میں لگا رہتا ہے۔

دو دن پہلے میر فتح الدین نے ارسال کر دیا۔ ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیئے۔ حضرت بہتان لگانے کی نحو
کس سے سیکھے ہو۔ میرے پاس کوئی غزل تھاری نہیں ہو ذاب صاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا
کہ ٹوپو کو میرا ارمان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصویب کرنا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۶۶ء
ایضاً۔ اقبال نشان سیف الحق کو دے چاہئے۔ پانچ اشعار اخبار کی خریداری کے اور تین شہر کا کتاب
کی خریداری کے آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کر دئیے اور اطراف و جوانب و مرزوب
بھیجئے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہوں وہ دونوں کی اطلاع کا غلط فہم فرما کر
جہنم اکمل المطلاع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیج دیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اس کے
خریدنے کی اطلاع کا خط۔ جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اس کی اطلاع کا خط لکھیں۔

غالب۔ ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ء - ع۔

ایضاً۔ مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو
فرمائے کہ یہ ڈھائی روپے کنایت کے اور کن جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلے پانچ روپے پر میں بے فزا ہوا
تھائیہ ڈھائی اور طرہ ہوئے۔ بہر حال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کے ہیں اس قدر کا جواب بلکہ
لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائیں گی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۳ اپریل ۱۸۶۶ء - ع۔
ایضاً منشی صاحب دت اقبال نشان سیف الحق میان داو خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل
۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں
ارسال کئے کل ہی شام کے وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر اب اور بھیجوں گا۔ صاحب تم نے
پانچ روپے کی ٹکٹ کیوں بھیجے۔ میں کتابت شرف دلال۔ یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی اور تم نے بہت برائی
حضرت اجلین لطائف عینی کی ٹھیک اس کے پانچ سات دن کے بعد میں نامہ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے
لطائف کی رسد تم نے بھیج دی یقین ہے کہ نامہ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ مگر انہیں نواب صاحب کی باتیں

تیس تھک دلوادیں۔ بیس بھائی ضیاء الدین نے لیس مائیں مصطفیٰ خاں صاحب نے لیس باقی کا حال مجھے معلوم نہیں
دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے

اگر دنیا بنانشد درمہندم	وگر باشد بہر ش پائے بندم
بلاے زیر جہاں آشوب نیست	کہ پنج خاطر است ارہت و نیست

وں

جہاں دولت نہیں ماں مصیبت ہے۔ جہاں ولت ہے وہاں ضرورت ہے میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست
اُن کی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہو کریں وہ مجھ کو لکھا کریں غریبہ کی
ہندی نخرہ جو فارسی میں غریبہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۰۸۷ ہجری ۶
ایضاً۔ بجائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پران کے
عقاب کی پاتا تو اُن سے عذر کراؤ اور اپنا گناہ معاف کروانا۔ جب سبب لال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں تم بڑا نہ
کسوٹے کہ اگر میں بڑا ہوں تو اسے سچ کہا اور اگر میں چھٹا ہوں اور اسے بڑا کہا تو اس کو خدا کے حوالے کرو

غالب بڑا نہ مان جو دشمن بڑا کہیں	ایسا بھی کوئی ہو کہ سب چھٹا کہیں جے
----------------------------------	-------------------------------------

صاحب بڑھاپے میں تصویر کے پڑے میں کچا کچا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اُتار نیوٹے
کہاں ٹھونڈوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہو اگر اتھ آجا دیگی تو وہ درتق مجھ کا
اجی وہ تو میں نے نواب صاحب کے ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اختلاط تھا کہ بھی میں پیرا ہوں گا نا
کیا سنوں گا۔ بوڑھا ہوں نا چ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بیٹی۔ سوت۔ میں اگر بڑ
شراب میں ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء
ایضاً صاحب تمہارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی ٹوپیاں اگرچہ تمہارے سر پر ٹھیک آئیں لیکن
ضائع نہ گئیں میرے شفیق اور تمہارے مرنے کے صحن میں آئیں۔ تم کو اور ٹوپیاں بھیجوں گا۔ مصوے سخت
عاجز ہوں وعدہ ہی وعدہ ہو دفنا کا نام نہیں۔ ٹیکٹات میر تقی کا انتخاب تمہارے خط کے پہنچنے سے

کاپی آج شروع ہو گئی۔ جس دن ٹپہ چاؤ اسکے دو حکم دن پھیل گیا۔ تیسرے دن میں تھوڑی بڑی خط کا جواب لکھ بھجوا۔ یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہو گا اور تم نے بموجب میری خواہش کے جواب کا جواب دے دیا ہو گا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہو اس کا جواب آج تمہارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہوں بندہ پرورج کہتے ہو رحیم بیگ وطن اصلی سرہند اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور تعلیمی اسلحہ پیشہ ہے اور آٹھ دس برس کا لڑکا۔ نظم و میں مولوی امام بخش جہاں پور کا شاگرد اور فارسی شکر کہتا ہے راقم غالب علیشاہ۔ یکشنبہ ۱۸۶۵ء عیسوی ایضاً۔ صاحب آج تمہارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں جس نے نہ میں دہلی آئے تھے میری کئی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد ہیں اور ہر گرفتار انھوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری خشکی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہر حال تمہارا احسان مند ہوں۔ اگر تم وہاں نہ ہوتے تو میری اور میری نشی کی صفائی نہ ہوتی ان دنوں ضعف طبع اور اس میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رہ پور کا بھی بہت سا کلام یوں ہی دھڑلہ ہوا ہے دیکھنے کی بھی تہمت نہیں آئی تمہاری بھیجی ہوئی غریب سب محفوظ دھری ہوئی ہیں خاطر جمع رکھو جیسا صاحب کی غریب دیکھوں گا تو یہ بھی دیکھی جائیگی جب حال یہ ہو کہ صلاح نہ دیکوں تو فکر تاریخ یا کروں۔ اگر میرا حال بد ہوتا تو صاحب مولوی عبد الغفور صاحب سنگھ کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمتگاری کو اپنی سزا سمجھتا آج صاحب مولوی صاحب میرا سلام کہیں دید میرا رفقہ انکو دکھا دیں۔ نجات طالب غالب۔ چار شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۶۵ء ایضاً جواب نشی صاحب کا خط ہری نواب لٹٹ گورنر اگر وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکے بھیجنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ جب گورنٹ اعلیٰ نے مجھ کو خط لکھنا موقوف کیا تو لٹٹ گورنر کے اگلے زمانہ کے خطوط کے کیا دل میں ہو گا۔ ایسے ایسے پاس ساتھ خط میرے پاس موجود ہیں مجھ کو چھ آنے کے پیلوں کا فرسج جو تم نے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقوم ۱۰ فروری ۱۸۶۵ء عیسوی۔

ایضاً صاحب میرا سلام تھا راقم نے پہنچا۔ دلوں غریب دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شہود خوشامد نہیں اور

میرا سلام اور شتیاق ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب لب ۱۲ فروری ۱۳۳۷ء شہر -
 ایضاً منشی صاحب ہی جہان ہی زمین ہی آسمان ہی شہر تہی دہی دلی دہی نواب میر غلام بابا خان
 دی سیف الحق تیاح وہی غالب بھجان۔ انگریزی ڈاک جاری۔ ہر کاروں کو ریل کی سواری۔ برج الاول
 میں تھلا خط آیا برج الثانی جادی الاول جادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے صبح کے وقت خط
 لکھ رہا ہوں۔ صبح گئے ہیں اس وقت تک کوئی تمہارا خط آیا نہ کوئی نواب جبکہ عنایت نامہ اسطے خدا کے
 میرے اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اور اس خط میں کئی نامہ و پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپوں
 ارسال کرتا ہوں۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمہارے پسند آئیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں
 میرا سلام پہنچانا اور تعاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔ نجات کا طالب لب ۱۲ جنوری ۱۳۳۷ء خطیرنگ ہے اور پارسل
 ایضاً۔ برخورد اور تمہارا خط پہنچا۔ لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغداد تھا اللہ اللہ وہ سرکار امیر کر
 جوئے سرو پا و ماں پہنچا امیر بن گیا۔ اس نیک فیصل خزان ہے جس سے بہت خوشی سے ملو اطلاع دیتا ہوں
 کہ اردو کا دیوان غالب الصاف سے ہاتھ آگیا اور میں نے نور چشم منشی شیو زین کو بھیجا یا یقین کلی ہے کہ وہ
 چھاپیں گے جہاں تم ہو گے ایک نسخہ تم کو بھیج جائیگا۔ طریقہ سادہ و سہل ہے کہ بکواس اپنی خیر و عافیت کا
 طالبان کر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہم پر ظاہر کرتے رہو ہم سے رہی میں
 اور جو کچھ تمہاری خدمت چھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں۔ راقم اللہ خاں۔ مرقومہ شنبہ روز عید فتنی ۱۲ رجب
 ایضاً منشی صاحب کے اقبال نشان سیف الحق میان داد خاں تم سلامت رہو۔ تمہارے خط کے
 صفحہ سادے پر یہ طریقیں رقم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامہ غالب صاحب کیلئے اپنی
 بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اس کی قیمت مانگ لوں۔ میں نے آپ
 تین جلد چھپوائی۔ دوستوں کو دو دو فریڈ کینٹ دی۔ آج کیشنبہ ہے پارسل روانہ نہ ہو گا جتنے یہ نسخے
 اب میرے پاس باقی ہیں کل تھیں مجھوں گا۔ ماں صاحبہ روپے کا نوٹ پہنچا۔ اور روپیہ وصول ہوا

جواب طلب تھا۔ اشار کی صلاح سے میں نے ہاتھ اٹھایا۔ کیا کروں ایک برس سے عوارض فساد خون میں مبتلا ہوں بدن پھوڑوں کی کثرت سے سر و چراغاں ہو گیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانا کھانے وقت پلنگ پر اتر بیٹھتا ہوں۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر بھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے پاس ہی ہے۔ اتر کر میٹاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی بھی گر کئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی۔ اب نجات چاہتا ہوں۔ بہت جیا۔ کہاں تک جیوں گا (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب نواب سید غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادت فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا قطعہ

میرا بابا یافت فرزند کے کہ ماہ چار ماہ	برفران لوح گردوں گردۂ مثال دوست
فرخی مینی دیابی بہرہ از ناز و طرب	از سہر ناز و طرب فرزند فرخ سالار

شکر کے لڑکے کے پچائش اور طرب کی طود کے نو فرزند فرخ خاں پر پڑھائے ہوں
غالب۔ روز پنجشنبہ ۱۶۔ اگست ۱۲۳۷ ع۔

ایضاً منشی صاحب سادات اقبال نشان منشی میاں داد خاں سیاح سیف الحق سلیم اللہ تعالیٰ۔
دعا اور سلام اور شکر اور سپاس۔ تمہارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پر سوں بروز جمعہ ۸ ستمبر ۱۲۳۷ ع کو پہنچا
کل سوئس ستمبر ماہ حال کو ستر و پے مندرجہ اس کے ایک صراف سے وصول ہو گئے جھوٹے صاحب نے
بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی۔ اس صرف میں میرا کام ہوا اور انکا نام ہوا۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان
میں ایسے لوگ ہیں کہ زمین نے انکو دیکھا اور نہ انھوں نے مجھ دیکھا نہ میرا کوئی حق اپنے ثابت نہ انکو کوئی
خدمت مجھ سے یعنی منطوق۔ خیر خیر ہوں جب تک جو ننگا دُعاؤ ننگا۔ تمام عمر ممنوں اور شرمندہ رہو ننگا
تمہارا بھلی حسان مانو ننگا اب دو لکھ پن میں کاغذ آجائے تو اس کا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب
کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا

فہم شہر میں اگر اس شیوہ کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہے۔ یاد کرو کبھی کوئی غزل مختاری اس طرح کی
 نہیں ہوئی کہ جس میں صلاح نہ ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اُردو میں دونوں غزلیں لفظاً اور معنی بے عیب ہیں کہیں
 کی حاجت نہیں۔ آفریں صد ہزار آفریں۔ میر غلام بابا خاں صاحب قاضی ایسے ہی میں جیسا تم لکھتے ہو۔
 سیاحت میں س ہزار آدمی تختاری نظر سے گزرا ہو گا اُس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے راج ہو تو بیشک
 وہ شخص ہزاروں میں ایک ہے لایب فیہ کیا فرمایش کروں اور کیا تم سے سنگاؤں ہاں کون سی چیز ہو کہ یہاں
 نہیں۔ آم مجکو بہت مرغوب ہیں انگوڑے کم عزیز نہیں لیکن مٹی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت مالہ
 کا آم ہیاں پونڈی اور ولایتی کر کے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال یہ کہ دیاں بہت اچھا ہو گا سورت سے ملی
 آم بھیجے محض تکلف ہے۔ روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول اک اور پھر تنو میں سے شاید دس پنہیں میر سر کی
 قسم کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا یہاں سیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبودار سے ہیں۔
 پونڈی آم بھی بہت ہیں۔ رامپور سے نوا صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر نیسیل ارناں بھیجتے رہتے
 ہیں۔ اسے لو آج بریلی سے ایک بھنگی ایک دست کی بھیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکے۔ ہر ٹوکے میں سو آم
 کلو داروغہ نے میر کے سامنے وہ ٹوکے کھولے۔ دونوں میں سے تو اسی آم اچھے نکلے اور ایک سوسترہ آم بالکل
 سڑے ہوئے۔ اور ان چال میں ایک ہفتہ میٹھ برس کہ پھر اب ہی آگ برس ہی ہوا اور جل ہی ہے۔ شنبہ ۱۸ جون ۱۸۶۷ء
 ایضاً صاحب میں تم سے شرمندہ۔ پہلا خط مختار مع قصیدہ پنچائیں قصیدہ کسی کتاب میں کھڑکھول گیا اب
 دوسرا خط دیکھو قصیدہ یاد آیا ہر چند دھونڈا نہ پایا بڑی بات یہ ہے کہ ہفتہ مجکو یاد ہے کہ اسی وقت میں نے
 ان اشعار کو سرسری دیکھ لیا تھا اشعار سب ہموار تھے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزارو اور مع الخیر وطن کو جاؤ
 لیکن بھائی وطن پہنچو ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ میں اس نشان سے تم کو خط بھیجوں۔ ۱۸ جون ۱۸۶۷ء
 میر غلام بابا خاں صاحب فقیر کی طرف سے سلام کہتا فقط صبح شنبہ ۱۸ جون ۱۸۶۷ء - *
 ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان۔ شکوہ مختار میر کے سر اور آنکھوں پر۔ مگر کوئی خط مختار را

حرف ہوں۔ پونج ہوں۔ عاصی ہوں۔ فاسق ہوں۔ رؤساء ہوں۔ یہ شعر ترقی کا میرے خیال پر

شہر میں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم

القصہ نہ دے پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آج اس وقت کچھ غاف تھی۔ ایک خط ضروری لکھتا تھا۔ جس کو لا تو پہلے تھا را خط نظر پڑا۔ مگر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھ نہیں گئے۔ ناچار اب کتابت جدا گانہ میں لکھتا ہوں تاکہ خلعت کا حال اور میرے حالات کو معلوم ہو جائیں کہ میں قوم کا ترک سلجوقی ہوں۔ دادا میرا اور والد النہر سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا۔ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی۔ صرف پچاس گھوڑے تھا نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اس کے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبدالہ بیگان بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز حیدر آباد جا کر نواب نظام علی خاں کا نوکر ہوتا تھا سواری کی جمیعت سے ملازم رہا۔ کئی برس ناں رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھرے میں جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا اور راجہ پنخا ورسنگہ کا نوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ نصر اللہ بیگان میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبر آباد کا صوبہ دار تھا۔ اُس نے مجھے پالا۔ شہداء میں جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کشتری ہو گئی۔ اور صاحب کشتری لکھنؤ مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ و پڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر زر بانی کے تھی کہ ہر گز ناگاہ مر گیا رسالہ بر طرف ہو گیا۔ ملک کی عوض نقدی مقرر ہو گئی وہ اب تک پاتا ہوں۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا تھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ شہداء میں کلکتے گیا۔ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی کی درخواست کی ذکر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی سات بارچہ اچھوہ سرنچ۔ بالا سے مرادید۔ یہ تین تم کا خلعت ملازان بعد جب تہی میں دوبارہ ہوا مجھ کو بھی خلعت ملتا رہا

لیجا کر پلنگت صحن میں ڈال دیتے ہیں۔ پتھاری غریبیں۔ میرا ابراہیم علی خاں بہادر کی غریبیں۔ میرا عالم علی خاں کی غریبیں۔ حکیم میراج حسن صاحب کی غریبیں اور کیا کہوں کس کس کی غریبیں۔ یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی دن زندگی اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غریبوں کو دیکھوں گا تصویر کا حال ہے کہ ایک مصوٰر صاحب کے دوست میرے چہرہ کی تصویر اُتار کر لگئے اس کو تین تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے۔ میں نے گوار کیا آئینہ پر نقشہ اُتار دانا بھی ایک دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے میں نے اُن سے کہا کہ بھائی میری شبیہ کھینچ دو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہیں رہوں اسباب کھینچنے کا لیکر آؤ گا۔ شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم یہ پانچواں مہینہ ہے آج تک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب قطعہ پہنچا۔ اُس میں کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے۔ اُنہا اصلاح دے کون۔ میں تو اپنی مصیبت گزار۔ بارے ایک میرا شاگرد مشید نشی ہر گوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُس کو موقع محل تبادیا۔ جو میں کہتا گیا اُس طرح وہ بنا گیا وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکل المطالع میں بھیجا یا ہفتہ آئینہ میں تم بھی دیکھ لو گے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ الراجون شہداع۔

بنام مولوی منشی حبیب خاں المخلص ذکا

صحیح جلد ہفتم شوال ۱۲۸۳ھ۔ ۵ فروری ۱۸۶۶ء۔ بھائی میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادت اور محبت کون سے اتنی محبت کیوں ہے۔ ظاہر اس معاملہ عالم راج ہے اسباب ظاہری کو اس میں خل نہیں پتھارے خط کا جواب صبح اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے وقت پر پہنچے گا۔ ستر بہتر۔ اردو میں ترجمہ پیر خرف ہے میری بہتر برس کی عمر ہے میں اُن خراف ہوا حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامع باطل بہت دن کٹھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست ملتے ہیں میری پرسن مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہو وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں غذا مفقود ہے صبح کو قند و شیرہ بادام مقشّر دہر گر گوشت کا پانی۔ سر شام تلی ہوئی چڑیا۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اُدھی سگلا

اور دو چھ پنچیاں صاحب کو دیجئے۔ دو شنبہ۔ ۱۸ نومبر ۱۸۸۳ء ع۔ غالب۔ +

ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے بیچ و بوج کے ماننے والے مجھ سے بُرے کو اچھا جاننے والے۔ میرے محبت۔ میرے محبوب تم کو میری خبر بھی ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیجاں ہوں آگے بھڑا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہوں۔ رامپور کے سفر کارہ اور دہلی پر عیشہ و ضغیفہ بصر۔ جہاں چار سطر لکھیں انگلیاں ٹیڑھی ہو گئیں حرف سو جھنٹے رہ گئے۔ اکثر برس جیا بہت جیا۔ زندگی برسوں کی نہیں ہمینوں اور اور دنوں کی ہو۔ پہلا خط تھا راہ پینچا۔ اس سے تمہارا مرض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دو مہر خط مع غزل آیا۔ غزل کو دیکھا سب شہراچھے اور لطیف۔ حافظہ کا حال کہ غزل کی زمین یاد نہیں اتنا یاد ہو کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا غرض کہ دو غزل بجا دہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو۔ کل ایک خط حیرتوں دار آیا گویا سارو بنالہ و آیا۔ حیران کہ ماجر کیا ہو بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ کا بجایا سے لبریز۔ صاحب میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہو وہیں رہ جاے تو رہ جاے ورنہ دلی کے ڈکھانے میں پہنچا کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے۔ وہاں کے ڈاک کے کار پر دازوں کو اختیار مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں۔ آپ مرزا صاحب کا تذکرہ مانگتے ہیں اس کا یہ حال ہے کہ عذر سے پہلو چھپا اور عذر میں تاریخ ہو گیا اب ایک مجلد اس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہو کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر عافیت جلد لکھو۔ جواب کا طالب غالب۔ صبح جو ۲۵۔ دیکھ ۱۲۔ ۱۲ مئی ۱۸۸۴ء

ایضاً۔ مولانا ایک تفقہ نامہ پہلے بھیجا تھا۔ اس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر لکھ اور مہربانی نامہ آیا اس میں میں نے اپنے خط کا جواب پایا مگر اس خط کے جواب کی گزارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور بہت آزادانہ نہ فطرت کیا داند اس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افزا اور طبیعت اس کے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی

بعد عذر مجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار خلعت دونوں بند ہو گئے۔ میری بریت کی درخواست گزری۔
 تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس بعد پٹنڈ چٹا۔ اب خلعت معمولی ملا غرضکہ یہ ریاست کا ہر عرض مستحسن
 انعامی نہیں۔ متوج الذہن نہیں ہوں۔ غلط فہم ہوں۔ بدگمان نہیں ہوں۔ جو جسکو سمجھ لیا اس میں فرق
 نہیں آتا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدر آباد سے گناہ خط ڈاک میں بھیجا بند پڑی
 کیا تھا کھولتے میں سطر کٹ گئی۔ بارے مطلب بات سے نہیں جاتا۔ بھیجنے کی غرض سختی کہ مجاہد سے سچ
 و مال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی۔ اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط
 بجز تھارے پاس اس خط میں لغو کر کے بھیجا ہوں زہار و شخط کو پہچان کر کا تب سے جھگڑا نہ کرنا دے
 اس خط کے بھیجنے سے یہ کہ تمہاری ترقی منصب اور فزونی شاہر اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔
 ایضاً بندہ پرور تمہارے دونوں خط پڑھے۔ غالب مستہ دم۔ کوتہ قلم۔ نہ لکھے تو یاد رہا ہے
 دونوں خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیر دوسرے روز موصول ہوئے آپ کا پارسل
 بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائیگا۔ خانصاحب کے پارسل میں ایک کتاب از خان اور اوراق اصلاح بھیجے
 جائیں گے۔ ابابا محرق قاطع کا تمہارے پاس پہنچنا کا مے کہ خواہتم ز خدا شد میسرم میں اس
 خرافات کا جواب کیا لکھتا۔ گراں سخن فہم دوستوں کو غصہ آگیا ایک صاحب نے فارسی عبارت میں
 اس کے عیوب ہر کئے دو طالب علم نے اردو زبان میں دوسرے جواب لکھے۔ دانا ہوا اور منصف ہو
 محرق کو دیکھ کر جانو گے کہ مولف اس کا حق ہے اور جبہ ہا حق دافع ہدیان و سوالات عبد الکریم
 لطائف غیبی کو پڑھ کر متبہ نہ ہوا۔ اور محرق کو دھونڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ بیچیا بھی ہے۔ دافع ہدیان
 سوالات۔ لطائف غیبی۔ تینوں نسخے ایک پارسل میں اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں تھیں یہ
 کہ بتقدیم و تاخیر یک دو روز نظر انور سے گزریں۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بنور روو لکھنے کا جب
 آپ کا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پونچھے تو اسکی رسید رقم کجائیگی۔ چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ سے لیجئے۔

ایضاً۔ جان غالب۔ تم نے بہت دن سے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا
 ہوا ہے اور آمد و رفت ڈاک کی مدت گزر گئی۔ اس کا جواب سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا۔ مؤید برہان میرے پاس
 آگئی ہے اور میں اس کی خرافات کا حال بقید شتار صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں وہ تمہارے پاس بھیجوں گا
 شرط مودت بشرط آنکہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اس کا جواب میرے
 پیچھے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جاؤ درج کر دو۔ میں اب قریب مرگ ہوں۔ غذا بالکل
 مفقود اور امراض مستولی۔ پشہ برس کی عمر آتا لیڈو انا الیہ راجوں۔ یہاں محمد میر کو دعا جا کیا طالب علم اپنا
 ایضاً بندہ پرور آج تمہارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں نے اس کا جواب اک میں بھیجا یا۔ اور اس خط
 کے ساتھ پارسلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسویں بارہویں دن خط اور مینیا میں دن میں پارسلی
 خط کا جواب ضروری ارسال نہیں لیکن پارسل کی سید ضرور لکھیے گا۔ آپ کے خط کی عبارت تو میری
 لیکن درعاجہ پر نہ کھلا۔ میں نے پارسل کہا ہے پاس بھیجا اور آپ کو لکھا کہ آپ پارسل مؤید الدین خان کو دینا چاہیے
 پارسل کا نام فراموش کیا ہے نام اور آپ کو اس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے خواہش کہ مولوی مؤید الدین خان صاحب کے لئے اور خط
 جرائے نام کا ہو نہیں سکھائیے اور ان سے پارسل کا حال فرما دئے آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں
 اردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی نہ کر سکے یہ حال اب عجیب ہے۔ اور مولوی صاحب کے لئے
 ارادہ فرمائیے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھتے داد کا طالب غالب۔ ^{اول} عادی و نذر ہم اکثر بروز روز فرست
 ایضاً بندہ پرور کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا آج میں باسخ طراز ہوا۔ جس کا غدر میں یہ نقوش کھینچ رہا ہوں
 آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے۔ پہچان لیجئے اور معلوم کیجئے کہ آپ کا مجموعہ کلام معجز نظام اور
 بعد پیہم دو خط پہنچے۔ میں صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہوں۔ بلکہ اس خط میں تعجب خیاں کو سلام اور
 ارمان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب کی رسید میں نے لکھ دی ہے۔ پارسل کے سزاوارتہ سے میرا نام
 نہیں۔ پارسل تلف ہوا نہیں۔ آٹھ دس روز ہوئے ہوئے کہ وہ مجھ کو اسی پارسل میں کہ اسکو دو گروہاں

اب درنگ و رزی کی تعمیر محاف کیجے اور اپنے دونوں گارنشوں کا جواب لیجئے۔ صاحب سراج الطبع
 کلیات خوب لکھی ہے۔ مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام الطبع بیہیجی۔ اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی۔ بند
 تم چراغ دو دمان ہر دو فافا اور منجہ ان الصفا ہو۔ مجھ سے تمہیں محبت روحانی ہے گویا یہ جملہ تمہاری
 زبانی ہے۔ دوست کی بھلائی کے طالب ہو۔ اس شو میں شرکاء لب ہو ایک ہش میری قبول
 تاکہ محکومت حصول ہو بہاوی ذکر نہیں کہ ہوں قہ حال نشین کہ تا ہوں جناب لوی ہو اللہین خان صاحب کے بزرگوں
 فقیر کے بزرگوں باہم وہ خلقت صفوت مرغی تھی کہ وہ مقضی اسکی ہوئی کہ ہم میں اور ان میں برادرانہ ارتباط تھا
 باہم ہے اور ہمیشہ یوں ہی بلکہ روز افزوں ہو گیا۔ خط میں خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے۔
 تو میں ان کے نام کا خط تمہارے خط میں ملفوف کر کے بھیجتا۔ اچار اب آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ
 مولوی صاحب سے ملیں اور ان کو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے
 کلیات کی باریں کا ان کے پاس اور ان کے ذریعہ غایت سے اس مجلد کا حضرت خلیفۃ نواب
 خٹار الکبیر اور ان کی نظر سے گزرا اور جو کچھ اس کے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کر کے مجھ کو
 مطلع فرمائیں۔ جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۳۷ء۔ خاتمہ
 ایضاً انشی صاحب الطاف نشان سادت و اقبال تو اماں منشی حبیب اللہ خاں کو عاکیہ جگر کی علی غیجے۔
 تمہارا خط پہنچا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات بوجھتے ہو مگر میں کیا لکھوں۔ ہاتھ میں عیشہ
 انگلیں کہنے میں نہیں۔ ایک آنکھ کی بنیائی زائل۔ جب کئی دوست آجاتا ہوں تو اس سے
 خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں۔ مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے غزنی فاتحہ دلاتا ہوں موتے کی
 روح کو اسکی بونہی ہے۔ ایسے ہی میں سونگ لیتا ہوں غذا کو پہلوتا غذا کی تولوں پر منحصر تھی اب
 ماشوں پر ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینوں پر تھی اب توں پر ہے بھائی ہیں کچھ مبالغہ نہیں
 بالکل میری ہی حال ہے۔ انا لہذا انا لہذا راجون۔ اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۳۵۷ھ ہجری ۴

شروع ہوا۔ غذا ہجکوشات بلوام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا کارٹھا پانی۔ قریش نام کبھی کبھی تین تلوے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پلنچ روپیہ بھر شراب خانہ سانا اور اسقید عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال اُڈھیں سکتا۔ اور اگر دونوں ہاتھ ٹیک کے چار پایہ بن کر اٹھتا ہوں بیڈ لیاں لڑتی ہیں۔ مہنذا دن بھر میں ٹنٹا نہ بار اور اسی قدر رات بھر میں پشیا کی حاجت ہوتی ہے حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پشیا کیا اور پڑھا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہو کہ شکوہ بد خواب نہیں ہوتا بعد ازاں قہ بول نے توقف نیند آجاتی ہے۔ ماہ ۱۲ کی آمد۔ تمار کا رخ ہر جینے میں مانسے کا گھانا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں۔ مردن ناکلید ہی ہے۔ مرنا کیونکر گوارا ہوگا۔ جو اپنے طالب غالب۔ شنبہ ازرو و جنتری ۲۶۔ اور ازرو۔ رؤیت ۲۵۔ ربیع ۱۸ ہجری اور ۴ دسمبر ۱۸۶۶ء بھائی یہ خط ازراہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔

ایضاً جاناں بلکہ جان مولوی منشی حبیب شاہ کو غائبیت دل کا سلام اور نویدیدہ و سرور سینہ نشی محمد میراں کو دعا اور مجکو فرزند ارجمند کے ہلو کی نوید جو نگارش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تیار تھی اب تم بتاؤ کہ رقم سی کی طرف سے تم نے لکھا ہو یا خود نے تحریر کیا ہو لڑکا کا تھا یا تمہارے ساتھ جلد آیا نہیں آیا۔ ظاہر اب تم نے وطن سے بلایا ہو۔ مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ٹمر ہی ہے یا اس کے کوئی بھائی ہیں اور بھی ہو۔ اکیلا آیا ہو یا قبائل کو بھی مل کے ساتھ تم نے بلایا ہے۔ ہاں صاحب محمد میراں ایہ قسم قسمی اس کا ہو کہ آپ قوم کے سید ہوں منشاء ازراہ پُرسش و فور محبت سے نہ فضولی۔ یوسف علیخان شریف علی خاندان ہیں بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس پے مہینہ پاتے تھے جہاں سلطنت گئی وہاں تنخواہ بھی گئی شاعر ہیں۔ ریختہ کہتے ہیں۔ موسیٰ شہر ہیں مضطر ہیں ہر مہلکے حصول کو آسان سمجھتے ہیں علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا باپ میرادوست تھا۔ میں انکو بجائے فرزند سمجھتا ہوں ہند اپنی دستگاہ کے کچھ جینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت خیال وہ انکو کتنی نہیں تم انکی درخواست

کر لیا ہوا اور اس کا نام لکھ کر روانہ کر دیا ہے یقین ہو کہ بعد آپ کے خط کی روانگی کے آپ کے پاس پہنچ گیا ہو گا۔ ہاں صاحب خط دیر وزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا مع اس حکم کہ میں اُس کو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں میں نے پایا۔ حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات یہیں صرف اتحاد معنی کے اقتضا سے انہوں نے دفع ہدیان لکھ کر فرجین میں مجھ کو مدد دی ہو۔ منشی گوہر سنگھ دہلوی ایک نئے شاگرد امر میر سے آشنا ہیں۔ ان کو وہ خط بھیج دیا۔ یقین ہو کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھیج دینگے۔ انھیں کے اظہار سے دریافت ہوا ہو کہ مولوی صاحب رشاد آباد بنگالہ میں ہیں نوابانہ غم نے نوکر رکھ لیا ہو ہر شخص نے بقدر حال یک ایک قدردان پایا۔ غالب سوختہ اتر کو ہنر کی داغ بھنی نہ ملی۔ کسم بخود نہ پذیرفت و دہر بازم برود چو نامہ کہ بودا نوشتہ عنوانش پیشتر میر سے ولیچند مرد ملی میرزا فتح الملک آباد مخدوم کے قید کا اور دیکھو ایک رباعی میری

دستم بہ کلید خزینے می بایست	دربود ہتی بدامنے می بایست
باہیچہ گہم بکس بنقادے کا	یا خود بزبانہ چوں منے می بایست

انا لله وانا الیہ راجعون

ایضاً دست روحانی و برادر یامانی مولوی حبیب اللہ خاں میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تم نے پوسٹ کیا کہ کہاں سے ڈھونڈ لکھا اور انکا تخلص اور اُن کا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُن کو خط کیونکر بھیجا۔ اور وہ خط اُن کو کیونکر پہنچا۔ حیرت اندر حیرت است اے یارِ من پہلے یہ تو کہو کہ دُرفش کا دیوانی اور وہ قطعہ جب کی پہلی بیت یہ ہے لکھو بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو مجھ کو رسید کیوں نہیں لکھی

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ	دو خصوص گفتگو و پارس اشاکر دست
-------------------------------	--------------------------------

اگر یہ پارسل پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو اور دیا جا چہ ثانی جوید کی داد دو۔ اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع تاکہ ایک نسخہ اور بھیجوں۔ زمین دشوار۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے ہتھوڑاں برس

جاؤں گا اور آج پانچویں ہے بس وہ توکل روا نہ ہو گئے اب میں وہ خط کس کے پاس بھیجوں ناچار تم کو لکھتا ہوں کہ میں اپنے پاس رہنے دوں گا۔ جبہ اگر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دیں گے تب وہ خط اُن کو بھیج دوں گا تم کو تر و نہ ہو کہ کیا خط ہے خط نہیں بندھو لال کا تھ غماز کی عرضی تھی بنام ہمارا راجہ بکینٹھ باشی سعادت بابو صاحب پرستل کہ اُس نے لکھا تھا کہ ہر دیو سنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان ہمارا راجہ صاحب کے پاس لایا ہے اور جانی کی دستی روز گاریہ پر کی سرکاریں کر رہا ہے اور اُس کے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے اُن کے لکھنے سے مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے میں نے اُن کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم اب ہر دیو سنگہ کو بلوالو۔ میں امر جڑی کے واسطے امر گلی کا بگاڑ نہیں چاہتا اُس کے جواب میں اُنہوں نے وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ ان باتوں پر نگاہ کرتا۔ اُس نے یہ عرضی گزرتے ہی میرے پاس بھیج دی فقط ہمارے خط کے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہو گئی مگر اپنی فکر پر یعنی بابو صاحب ابو ہوں گے۔ اگر ہر دیو سنگہ پھر کرائیگا تو وہ بغیر اُن کے ملے اور اُن کے کہو مجھ تک کا ہے کو آئیگا۔ خیر وہ بھی کہتا ہے کہ راول کہیں کو گیا ہوا ہے اُس کے آئے پر خست ہوگی دیکھئے وہ کب آوے اور کیا فرض ہے کہ اُس کے آتے ہی خست ہو بھی جائے۔ تمہاری غزل پہنچی۔ یہ البتہ کچھ دیر پہنچے گی تمہارے پاس۔ گھبرانہ نہیں واللہ عازا سدا اللہ نگاشتہ سہ شنبہ روز درود نامہ و مرسہ چار شنبہ۔ ششم اپریل ۱۳۵۷ ع۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاتھ سے اُن کا نام معلوم آویں تو میرا سلام کہدینا۔ یہ تمہارا دوا کا اگرچہ اور امور میں پایہ عالی نہیں رکھتا۔ مگر اصل ج میں سکا پایہ بہت عالی ہے یعنی بہت محتاج ہوں سو دو سو میں میری پیاس پہنچتی تھی۔ تمہاری ہمت سونہرا آفرین ہے پورے مجھ کو دہزارا تھ آجائے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار سہ کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اُڑیل جاتا۔ یہ بات تو بھائی تمہاری جان کی قسم متفرقات میں جا کر

کے جواب سے قطع نظر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ صاحب میں بعین غایت الہی کثیر الاحباب ہوں ایک تو سننے
 کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک سالہ لکھا ہوا نام سکا ٹوید برہان پر
 اس رسالہ میں دفع کئے ہیں تیرے وہ اعتراض جو تو نے دینی پر کئے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات
 وارد کئے ہیں اور اہل مدرسہ اور شرعے کلکتہ نے تقریظیں اور تارخیں بڑی دھوم کی کھچی ہیں۔ جس کی
 میں نے علم پر ایک قطعہ لکھ کر چھپوایا اور کئی ورق اس دوست کو اور دو چار جلدیں دفن کا دیانی
 علاوہ اوراق مذکور بھیج دیئے۔ اسی زمانے میں تین چار ورق خوب یاد ہے کہ دفن کی جلد میں رکھ کر تم کو
 بھیجے ہیں یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تم نے دفن کو کھول کر دیکھا نہیں وہ اوراق مع دفن نیت طاف
 نیاں ہیں دو ورق اس لغافہ میں اپنے مکرر بھیجتا ہوں تم بھی لکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھو اور یہ جانے کہ
 فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہاں صاحب و وہ اخبار میں ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا
 مکان تنگ ست جہاں تنگ ست مع فخر الملک میں متضمن ہندو عاے مسکن مسجع پھر مہینہ بھڑ
 اسی اودہ اخبار میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو بد لا مگر تین مہینا بڑھا دیا۔ یہی اخبار میں پھر دیکھا گیا کہ
 ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہو اور ان کے شاگرد وضع تخلص نے اس کا
 جواب لکھا ہو آپ اس رد واد کی تفصیل اور جواب اعتراض معترض کے نام کا طالب ہوں پس
 استیصال۔ دو شنبہ ۱۶۔ شعبان ۱۲۸۰ ہجری۔ ❀

بنام منشی ہر گویا صاحب المخابر بمیرزا تفت

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھنٹی دن رہے ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط
 تمہارا۔ اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالعہ معلوم ہو گئے مگر ایک امر میں
 حیران ہوں کہ کیا کردل یعنی انھوں نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ
 لکھا ہے کہ اسکو الٹا میرے پاس بھیج دینا۔ حالانکہ خود لکھتے ہیں کہ میں اپریل کی چوتھی کو سپاٹو یا آہو

مولوی قمر الدین خاں کو بھی سلام کہنا۔ تم اپنے کلام کے بھیجنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو۔ چارچند
میں تو میں جزد میں تو بے تکلف بھیج دو۔ میں شاعر سخن سنج اب نہیں رہا۔ صرف سخن فہم رہ گیا ہوں۔ بڑے
پہلوان کی طرح ہجرت کرنے کی گونہ ہوں۔ بناوٹ نہ سمجھنا۔ شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا اپنا کلام
کلام دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ میں کیوں کر کیا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیج دو۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۵ء
ایضاً۔ میرزا لفتہ تھارے اوراق مثوی کا پم فلٹ۔ پاکٹ پرسوں ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا
حاتم علی صاحب کی شریا د آغاز اگست میں روانہ کر چکا ہوں اس شرکی رسید نہیں پائی اور میں معلوم ہوا کہ
میری خدمت مخدوم کی مقبول طبع ہوئی یا نہیں۔ نہیں معلوم بھائی بنی بخش صاحب کہاں ہیں اور
کس طرح ہیں اور کس خیال میں ہیں۔ نہیں معلوم مولوی قمر الدین خاں آہ آباد سے آگئے یا نہیں۔
اگر نہیں آئے تو وہ وہاں کیوں متوقف ہیں۔ میرنشی قدیم وہاں پہنچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا
کر رہے ہیں تاپ کو تباہ کیا دیکھتا ہوں کہ ان تینوں باتوں کا جواب الگ الگ لکھیے اور جلد لکھیے
اس خط کے پہنچنے تک غلب ہو کہ پارسل پہنچ جائے اس کے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا اب
اکبر سنو۔ میں نے آغاز باز ہم مئی ۱۸۵۵ء سے دیکم جولائی ۱۸۵۵ء تک رُوداد شہر اور اپنی
سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر میں لکھا ہے اور التزام اس کا کیا ہو کہ دستاویز کی عبارت
یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر میں درج ہے وہ بھی بے
آئینہ لفظ عربی ہے۔ ہاں اشخاص کے نام نہیں بدلے جاتے۔ وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی
جو ہیں وہ لکھ دیئے ہیں مثلاً تمھارا نام منشی ہرگوپال منشی لفظ عربی ہے نہیں لکھا گیا اسکی جگہ
شہنازبان لکھ دیا ہے۔ یہی میرا خط جیسا اس قہ کا ہے یعنی نہ چھدرانہ گنجان۔ اوراق بے
پراس طرح کہ کسی صفحہ میں ۲۰ سطر کسی میں ۱۹ سطر بلکہ کسی میں ۱۵ سطر بھی آئے چالیس صفحہ یعنی ۲۲۰
ہیں اگر ۲۲ سطر کے سطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزد میں آجائے یہاں کوئی سطح نہیں

سوڈین سوچ رہیں گے سو میرے صرف میں آویں گے۔ جہاں جوں کا سودی جو قرض ہے وہ نقد بندہ سولہ سٹے کے باقی رہ گیا اور وہ جو بابو صاحب سے منگوا گئے تھے وہ صرف انگریزی سود اگر کے دینے تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب میں حرام اور تمھارے شرب میں حلال ہے سودہ دیئے گئے یقین کہ آج کل میں بابو صاحب کا خط ہندوی آجائے بابو صاحب کے جو خط ضروری اور کو اخذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ میں نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پاسل میں اُن کے پاس روانہ کر دیئے اور اُس میں لکھ بھیجا کہ ہندوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیج دو۔ پنجشنبہ کو آج ۱۵ دن پورے ہوئے۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ نہم جون ۱۸۵۳ ع۔

ایضاً بھائی جس دن تم کو خط بھیجا تیرے دن ہر دیو سنگہ کی عرضی اور بچیس روپے کی رسید اور بانسو کی ہندوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے بچیس روپے ہر دیو سنگہ کو دیئے اور تمھارے مجرانہ لینے بہر حال ہندوی ۱۲ دن کی میعاد تھی ۶ دن گزر گئے تو ۶ دن باقی تھی مجھ کو صبر کرتی کاٹ کر پٹے لئے۔ قرض متفرق سب آدا ہوا بہت سبکدوش ہو گیا۔ آج میرے پاس محمد نقد کبس میں اور ۴ بوتل شراب اور ۲ شیشے گلاب کے توشہ خانے میں موجود ہیں الحمد للہ علی بھائی صاحب آگئے ہوں تو میرا قاسم علی خاں کا خط اُن کو دید و اور میرا سلام کہو اور پھر مجھ کو لکھنا کہ میں اُن کو خط لکھوں۔ بابو صاحب بھرت پور آجائیں تو آپ کا ہلی نہ کیجئے اور اُن کے پاس جائے گا کہ وہ تمھارے جو اے دیدار میں۔ اسد اللہ۔ شنبہ ۲۴ جون ۱۸۵۳ ع۔

ایضاً صاحب کیوں مجھے یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تم کو جیتا رکھے کہ تمھارے خط میں مولوی قمر الدین خاں کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو نبش کی فکر میں تھے ظاہر ایوں مناسب دیکھا ہو گا کہ نوکری کی خواہش کی۔ حق تعالیٰ اُن کی جو مراد ہو برلاوے۔ اُن کو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ قصہ پڑھنا

اعانت کی۔ حق تعالیٰ اُن کو ہر ساز و ساز اور فقیروازی کا اجدے۔ صاحب کبھی نہ کبھی میرا کام
 تم سے اُڑا ہے اور پھر کام کیا کہ جس میں میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور میں نے اُسکو اپنے پیٹ سے
 مطالبے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے۔ خدا کی واسطے پہلو ہتی نہ کرو اور بدل تو جہ فرماؤ کاپی کی تصحیح کا
 ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔ چھ جلد آرہی تھی کہ ذمہ بخود عبداللطیف کا کرو۔ میری طرف سے دُعا ہے
 اور کہو کہ میں تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہوں۔ تصحیح بھائی کریں۔ تیریں تم کرو۔ کہتا ہوں مگر نہیں
 جانتا کہ تیریں کوئی کر کیا چاہئے۔ شتا ہوں کہ چھاپے کی کتاب کے حرفوں پر سیاہی کی قلم پھیرتے
 ہیں تاکہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھج جاتی ہے پھر جلد بھی پُر تکلف بن جاتی
 ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعتی اور ہوشیاری اُن کی میرے کس دن کے کام آئیگی۔
 میرا لفتہ تم بڑے دروہو۔ دلی کی تباہی پر تم کو رحم نہیں آتا بلکہ تم اُسکو آباد جانتے ہو۔ یہاں
 نیچر بند تو میر نہیں۔ صحاف اور نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو میں آپ کو تکلیف کیوں دیتا یہیں سب
 درستی میری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی۔ قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبداللطیف کو پڑھا دو۔ میں تو
 اُن کے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانیں اور میرا کام کریں تو
 کیا عجب ہے، دو روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہیں جب مجھ کو لکھو گے۔ ہندوی بھجودوں گا
 چھ روپے آٹھ روپے دس روپے حد بارہ روپہ میاں کو سمجھا دینا۔ کمی کی طرف نہ گریں چیز چھی
 نہایت بارہ روپے میں چھ جلدیں تیار ہوں۔ منشی شیونراین کو سمجھا دینا کہ نہ ہار عرف نہ لکھیں نام
 اور عرف ہنس۔ اجڑاے خطاب کا لکھنا مناسب بلکہ مضر ہے مگر اُن نام کے بعد لفظ بہادر کا اور
 بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خاں بہادر۔ غالب۔ بھائی تم نے اوراق شہنوی کی رسید نہ لکھی
 کہیں وہ پارسل میں سے گر تو نہ گئے ہوں۔ دیکھو کس لطف سے میری حقیقت بیان ہوئی ہے
 اوروں کے چھاپنے کی مخالفت ضرور ہے مگر میں اسکی عبارت کیا بتاؤں۔ صاحب مطبع اس امر کو

شکنا ہوں کہ ایک ہوا اس میں کاپی لکھا خوشنویس نہیں ہے۔ اگر اگرہ میں اس کا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو اطلاع کرو۔ اس تہدیتی اور بے نوائی میں چسپس کا مین بھی خریدار ہو سکتا ہوں لیکن صاحب مطبع اتنے پرکیوں ماننے لگا اور البتہ چاہیے کہ اگر ہزار نہ ہوں تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات سو جلد چھاپنے کی صورت میں ہر مہینہ پڑے۔ کاپی تو ایک ہی ہوگی۔ رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگے گا۔ کھائی تن کی تو آپ کو معلوم ہو گئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائیں گے بہر حال اگر ممکن ہو تو اسکا تادمہ کرو۔ اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو مگر منشی قمر الدین خاں آگے بڑھیں تو ان کو شریک مصلحت کر لو۔ ان تینوں کا جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب حاصل کا جواب یہ سب میں پاؤں ضرور ضرور۔ غلبہ غالب گھاشٹہ و روان دہشتہ سہ شنبہ۔ مہذب ہم گشت مہذبہ ۶۷ جواب طلب واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔ *

ایضاً لکھا کہ تمہارا خط آیا۔ اور دل سوداوندہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آجائے۔ میں نے لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو جزو میں آجائے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجم زیادہ ہو۔ بہر حال اس منہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوعہ لغات کے معنی حاشیہ پر پڑھیں اس کی روش لاویز اور قسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھی تھی کیا بھائی منشی نبی بخش صاحب شتر کے دو فقرے جس محل پر کہ ان کو بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا۔ میں نے جو تم کو میر زالی کا خطاب دیا ہے ان نقروں میں اس کا اظہار کیا ہے۔ بہت ضروری میر امین منشی شیونز این صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہوں۔ تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے اگر دردم دیگر نہیں مباحش ہم زندہ نہیں ہے جگہ نولے بنا دیا۔ بہ نولے مباحش ہم نہیں ہے عربی ہے اگر زودہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کریں گے۔ تیز چاقو کی نوک سونہرے کب لفظ چھیلا جائے اور اسی جگہ نولے لکھ دیا جائے۔ رائے امید سنگ نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی

بندہ پر نواب عطاء اللہ خاں میرے بڑے دوست اور شفیق ہیں اُن کے فرزند رشید میر غلام حسن
المخاطب سیف الدولہ یہ دونوں صاحبِ سبب و سالم ہیں۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گاؤں
وہاں رہتے ہیں شہر میں اہل سلام کی آبادی کا حکم نہیں اور اُن کے مکانات قُرق ہیں۔
ضبط ہو گئے ہیں نہ واگزاشت کا حکم ہے۔ -

ایضاً میرزا تفتہ اس غمزدگی میں مجھ کو ہنسانا تھا راجی کام ہے۔ بھائی تفتہ میں گلستاں چھو کہ
کیا فائدہ اٹھایا ہے جو انطباع سنبھلتاں سے نفع اٹھاؤ گے۔ روپیہ جمع نہ ہو۔ آمد اچھی چیز ہے
اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دید و بعد نوچینے کے
روپیہ نکول جائیگا یہ میرا ذمہ کہ اس نوچینے میں کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر اچانا بھی تو ہو
ہوئے اسکو مدت چاہیئے۔ رستخیز بچا ہو چکا۔ اب ہو تو رستخیز ہو۔ یعنی قیامت اور اس کا حال معلوم
نہیں کہ کب ہوگی اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز کے ۱۷۷۷ ہوتے ہیں۔ احتمال رفتہ
سال آئندہ پر ہا سو بھی ہو جو م۔ میاں میں جو آخر جنوری کو رام پور جا کر آخر مارچ میں یہاں آ گیا ہوں
تو کیا کہوں کہ یہاں کے لوگ میرے حق میں کیا کیا کچھ کہتے ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ شخص
والی دہلی پور کا استقامت تھا۔ اور وہاں گیا تھا اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچہزار روپیہ
کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جانتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ
نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دوسروں نے یہ نہیں کر دیا تھا۔ نواب لفٹنٹ گورنر آکے آباد جو رام پور آئے اور انکو
غالب کا وہاں ہونا معلوم ہوا تو انھوں نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو
اس کو جواب دے۔ نواب نے بر طرف کر دیا یہ تو سب سن لیا اب تم اصل حقیقت سُنو۔ نواب سیف علی خاں
بیاد تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں۔ آگے گاہ
گاہ کچھ مجھ پر کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۷ء سے سورہ پینا ماہ باہر بھیجتے ہیں بلاتے رہتے ہیں

اُردو میں آخر کتاب پر لکھیں منشی جی سے شکر لکھو الو۔ منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھا دو۔ ہنسب کی جگہ
لونا بنا دو۔ صاحب مطبع کو میرا تپہ دو۔ خاتمہ پر مخالفت کا حکم صاحب مطبع سے لکھو اوو۔ برخوردار علی
سے مقدار روپیہ کی دریافت کر کے مجھ کو لکھ بھیجو۔ اپنی شنوی کی رسید لکھو۔ اپنے بجان و دل مصروف ہوئے
کا اقرار کرو۔ ان سب امور کی مجھے خبر دو۔ غالب جہہ۔ سوم ستمبر ۱۲۵۷ ہنگام نیروز۔ ۴۔
ایضاً۔ میرزا تقی کو دُعا ہے پُنجے۔ دونوں فقرے جس محل پر بتائے ہیں حاشیہ پر لکھ دیجئے ہوں گے
ہنسب کے لفظ کو چھیل کر نوے بنا دینا ہوگا۔ برخوردار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا
اُن کی مسعادتمندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کریں اور ادھر متوجہ ہوں۔ کاپی لکھی جانی او
چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہوگا۔ آخر پتھر پڑا ہے۔ تو چاہئے اٹھ اٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے
جائیں اور کتاب جلد منطبع ہو جائے۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہیں۔
مجھے مہربان اور حسن کلام کے قدر دان ہیں اُس کی تصحیح میں بے پروائی کریں گے تو کیا میری
تفصیح کے رُوداد ہوں گے۔ بھائی تم نے بھی اور منشی شیونز این صاحب نے بھی لکھا۔ میں ایک
عبارت لکھتا ہوں اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت میں چھاپ دو۔ نامہ نگار غالب کسار کا یہ بیان ہے
کہ یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے اس میں نے مطبع مفید خلائق میں چھپوایا ہے اور
میری رائے میں اس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اُور صاحب بطریق جب تک مجھ سے طلبِ خست
نہ کریں اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرات نہ کریں۔ اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو
منشی شیونز این صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپے۔ یہ سب باتیں پہلے بھی لکھی
ہوں اب دوبار ضروری الاظہار تھے۔ اس واسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اُردو عبارت دوسرے کہ
میرے شیفتی مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھوں نے ایک بات جواب
لکھی ہے اُسکا جواب ہی خط میں لکھتا ہوں تو چاہئے کہ اُن سے کہہ دو بلکہ یہ عبارت اُن کو دکھا دو

آغا میں رہنے دو اور آئندہ اسی بحر میں اور شکار لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو۔ لیکن یہ خیال میں ہے کہ سائل کو متوفی کے نام کا دریغ ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن طے ہے اس بحر کے یا بحر مل کے اور بحر میں نہیں آسکتا۔ وہ شعر میرا یہ ہے۔

برج چون نام بابو برج موہن چکد خون دل ریش از لبِ مین

غالب۔ گناشتہ روز جمعہ۔ سی ام اپریل ۱۳۵۷ ع۔ *

ایضاً۔ بھائی تمھارا وہ خط جس میں اوراقِ شنوی لغوف تھے پہنچا۔ اوراقِ شنوی دراقِ شنو کے ساتھ پہنچیں گے۔ اب تمھارے مطالب کا جواب مجداً لکھتا ہوں۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحبِ تم نے مرزا حاتم علی بیگ صاحب کے کیوں کہد بات اتنی تھی کہ وہ مجھ کو لکھ بھیجتے کہ شرائی اور مرزا صاحب نے پسند کی۔ اب ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجالانے کا شکر بجالاتا ہوں چھاپے کے باب میں جو آپ نے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہو کہ اس میں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی طرف بھیجوں گا۔ اور ایک جلد بذریعہ ان کے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کروں گا اب سمجھ لو طرزِ تحریر کیا ہوگی۔ اور صاحبانِ مطبع کو اس کا انطباع کیوں نامطبوع ہوگا۔ جیتے رہو اس غمزدگی میں مجھ کو ہنسایا وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ہے گرچہ عمل کا رخِ دمند نیست * عمل کا رابل کار * یہ شعر شیخ سعیدی کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے۔ جرنِ دمند مغرِ ماعل * یعنی خدمت و اعمال سوائے علما اور محققا کے اور کی تفویض نہ کر۔ پھر خود کہتا ہے۔ گرچہ عمل کا رخِ دمند نیست * یعنی اگرچہ خدماتِ اشتغالِ سلطانی کا قبول کرنا رخِ دمندوں کا کام نہیں اور عقل سے بعید ہو کہ آدمی اپنے کو خطر میں ڈالے۔ عمل الگ ہو اور کارِ مضاف ہے بطرفِ رخِ دمند کے نہ دہائی خدا کی عمل کا رابل کار * سننے پر نہیں آتا مگر قاتل اور قہقار پورب کے لکھوں کی فارسی۔ فقط غالب

آب میں گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا۔ بشرط حیات بعد رسات کے پھر جاؤنگا وہ سو روپے مہینا یہاں
 رہوں وہاں رہوں۔ خدا کے ہاں سے میرا مقرر ہے۔ غالب ۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء - ۳۱
 ایضاً۔ کیوں صاحب کیا یہ آئین جاری ہو رہا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلی کے خاں نشین
 کو خط نہ لکھیں بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہاں بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زہار کوئی خط سکندر آباد کو یا
 کی ڈاک میں نہ جائے ہر حال سے کس نشو و نما کو ذمہ نشکوئے میکم ۴ کل مجھ کے دن ۱۲ تاریخ
 نومبر کو ۳۳ جلدیں بھیجی ہوئی برخواستہ ریشیوز این کی نہیں۔ کاغذ۔ خط۔ قیطع۔ سیاہی۔ بھاپہ
 سب خوب۔ دل خوش ہوا۔ امشیوز این کو دوا دی۔ سات کتا بینج میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی
 تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں۔ معلوم نہیں مٹی شیز این نے اندر کو دوا
 رائے امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہیں یا ابھی نہیں بھیجیں۔ صاحب تم اس خط جواب دیکھو اور اپنے
 کا حال لکھو۔ سکندر آباد تک پہنچے۔ اگر وہ کبساؤ گے۔ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۷ء جواب طلب
 ایضاً صاحب ۲۵ اپریل کلک ایک خط ادیکپا ریل ڈاک میں لکھا کہ آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط
 پارسل دونوں پہنچے ہوں گے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو میں اس وقت داند
 کرتا ہوں۔ ایک میرا دوست ام تھا را ہمدرد ہے اس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا
 اٹھارہ انیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت و صغارا ز جوان ۱۹۳۷ء میں حیار پڑ کر مر گیا
 اب اس کا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اس کے مرنے کی لکھوں ایسی کہ وہ فقط تاریخ
 نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اس کو پڑھ کر دیا کرے سو بھالی اس سائل کی خاطر محبو غریزہ فکر شہر
 متروک مہنڈیا واقعہ تھا جسے حساب ہے جو خوشکان شہر تم نکالو گے وہ مجھ سے کہاں نکلیں گے
 بطریق ثنوی بیس بیس شہر لکھو۔ مصرع آخر میں دادۃ تیاج ڈال دو۔ نام اس کل برج مہینہ
 اس کو بابو بابو کہتے تھے چنانچہ میں بحرینرج سندس مخون میں ایک شہر لکھو لکھتا ہوں چاہو لکھو

بارے اُس کی تحریر دیکھی تو تمہارے ہاتھ کا پیمنٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے لکڑے آگے
کالی ٹہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ پیر دلوایئے۔ دلوایئے اور بارسل لے لیا مگر خیر
کہ یہ کیا بیج پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمہارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُس کو خطوں کے جس میں ڈاک لیا۔
ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اُس کو بیزنگ خطوں کی ڈاک میں سمجھ دیا وہ صاحب
میرے عرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں۔ یعنی منشی بھگوان پرشاد مثل خواں میر سلا
قبول کریں۔ غالب۔ ۲۸۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔ ع۔ ۳۔

ایضاً۔ بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کا ہے کوہنہ مکالمہ ہے۔ آج صبح کو ایک بھج چکا
اب اس وقت تمہارا خط اور آیا۔ منو صاحب لفظ مبارک ہم حایم دال اس کے ہر حرف پر میری جان
نثار ہے مگر چونکہ یہاں سے ولایت تک حکام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خاں نہیں لکھا
جاتا میں نے بھی متوقف کر دیا ہے رہا میرزا مولانا و نواب اس میں تم کو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو
سو لکھو۔ بھائی کو کہنا اُن کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ مرزا فتنہ اب تم ترمین جلد ہا
کتاب کے باب میں برادرزادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہیں کریں
خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو مرزا صاحب سے مجھ کو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب
ایک بار موسم بہار آفتاب کتاب لکھتا ہے۔ اُس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ٹیڑھ
بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہو۔ حکیم حسن اللہ خاں چاہتے
ہیں کہ سابق کے جو اوراق ہیں جب سچوں وہ جو چھاپے خانے میں سودے رہتے ہیں انکی نقل
کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُمرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی۔ اور ابتدائے ۱۸۵۷ء سے
اُن کا نام خریداروں میں لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُن کو ایک لفظ میں سمجھ دے جائیں اور
پھر ہر مہینے دو ہفتے اُن کو لفظ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی صاحب

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو مخلوقات تفتہ وغالب کیونکر بن جائیں۔ ہر کے راہ پر کھڑے تھنڈے
انت متا سوتا۔ مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا زنا نہ لیا۔ اب جو میں اس شخص کو نصیحت کروں
وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جائے کہ عبد الرحمن کون ہے اور مجھ سے اس سے کیا رسم و رواج ہے شبہ
جائے گا کہ تفتہ نے لکھا ہو گا۔ میں اس کی نظر میں بیک ہو جاؤں گا اور تم سے وہ بھی سرگراں ہو جائیگا
اور یہ جو تم کہتے ہو کہ تو نے اس شخص کو اپنے عزیزوں میں گنا ہے۔ بندہ پر حد میں تو بنی آدم کو مسلمان
ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی گنتا ہوں دوسرا نے یا نہ مانے۔ باقی رہی وہ عزیز داری
جس کو پہلی دنیا قربت کہتے ہیں اس کو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے اور اس کے مراتب
مراج ہیں نظر اس ستور پر اگر دیکھو تو مجھ کو اس شخص سے خاص برابر علاقہ عزیز داری کا نہیں ازراہ اخلاق
اگر عزیز نگھریا یا کہدیا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خاں عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اس کے
سالے کا بیٹا اس کو جو چاہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اس کو لکھنا لغو و
بے فائدہ بلکہ مضرب ہے۔ تمہارا میر ٹھ جانا اور نواب مصطفیٰ خاں سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے
ہیں۔ اب تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو
خوش و خرم رکھے۔ مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۲۵۹ ع۔

ایضاً۔ صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں کہ
تمہارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب میں درنگ اس مہاک
ہوئی کہ میں مصطفیٰ خاں کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا تین دن وہاں رہا۔ کل ماں سے آیا
آج تکویہ خط بھجوا یا۔ محوڑہ و مرسلہ چار شنبہ ۲۶ جوری ۱۲۵۹ ع۔ غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہر کارہ وہ جو خط بٹا کرتا ہے آیا اور اس نے
پارسل موم جاے میں پٹنا ہوا دیا۔ پہلے تو میں بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک میں کھیں آیا۔

ہوگا۔ جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا جھگڑا نہیں جھکنا جانی جی کی ہے کہ اسی علاقہ میں تم بھی شامل ہو
 صاحبان انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو زمینیں مرچا ہے سرکار اس یا
 قابض و متصرف ہو کر ٹیکس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری
 بندوبست میں کوئی قدیم الخدمت حقوق نہیں ہوتا اس صورت میں یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ میر
 قائم ہے۔ مگر یہ وکیل ہیں معلوم نہیں خمد کون ہے اور ہمارے بابو صاحب میں اور مختار میں صحبت کسی
 رانی سے اُنچی کیا صورت ہو تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو۔ لیکن انھوں نے ارزاہ دور بند
 تم کو متوسل اس سرکار کا کر رکھا ہو اور تم مستغنیانہ اولاً بالیانہ زندگی بسر کرتے تھے اب زہار و رو
 نہ کھنا اب تم کو بھی لازم آپڑا ہے جانی جی کے ساتھ روشناس حکام و الا مقام ہونا پس چاہیے
 کوئل کی آرائش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری رائے میں یوں آیا ہے
 اور میں نہیں کہہ سکتا کہ توقع کیا ہے اور صلوات کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہیں یا اجیر میں ہیں
 کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل و مشق جو کچھ واقع
 ہوا ہو اور جو صورت ہو جھک لکھو اور جلد کہ مجھ پر خواب غور حرام ہے۔ کل شام کو میں نے سنا آج صبح قطعاً
 گیا اور یہ خط لکھ کر ارزاہ احتیاط بی رنگ روانہ کیا ہے۔ تم بھی اس جواب بی رنگ نہ دے کر نا اودھانہ ایسی بڑی
 خیر نہیں ڈاک کے لوگ بی رنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتے ہیں اور پوسٹ پٹ پڑا رہتا ہے جب
 اس محلہ میں جانا ہوتا ہے تو اس کو بھی لیجاتے ہیں زیادہ کیا لکھتوں کہ پریشان ہوں۔ نوشتہ
 چاشت گاہ دوشنبہ ۲۲ مارچ ۱۲۸۵ ع۔ ضروری جواب طلب۔ -

ایضاً میاں مرزا نقیہ۔ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بد دور۔ تسلسل منہی سلا
 الفاظ ایک مصرع میں تم کو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہاں
 شوکت پہنچا وہاں تم پہنچے۔ وہ مصرع یہ ہے چاک گردیدم واز جیب باماں رفتم *

کچھ چکا ہوں۔ اور اب تک نار قبول ظاہر نہیں ہوئے۔ نہ لفظ حکیم صاحب پاس پہنچے نہ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپ کو اس میں سچی ضرورت ہے اور ماں صاحبہ آفتاب عالمیہ کا مطبع تو کئی بار میرے گھر آپ مجھ کو لکھیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہے۔ عجیب ہے کہ ان صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب لکھا سو فرمائش حکیم حسن اللہ خاں صاحب کی بہت اہم ہے۔ عند الملاقات میرا سلام اُس کا جواب بلکہ وہ اخبار اُن سے بھیجاؤ۔ جمعہ۔ ۷ ستمبر۔ *

ایضاً۔ بھائی یس نے مانا تھاری شاعری کو نہیں جانتا ہوں کہ کوئی دم ٹکونہ سخن سے فرصت نہ ہوگی پر جو تم نے التزام کیا ہے ترصیح کی صنعت کا اور دوزخ شاعر لکھنے کا اس میں ضرورت نسبت معافی بھی ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھ اُسکو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو۔ کیوں صاحب یہ ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی دلی سے سکندر آباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہو گا۔ کیا ہنسی تھی بھائی باتوں پر خدام کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تم کو دے جانی جی کی بڑی فکر ہے۔ میں تم کو لکھا چاہتا کہ ان کا حال نکھو۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں یقین ہے کہ اجیر میں ہوں گے مگر خط نہیں بھیجا جاتا کہ وہاں مقیم نہیں ہیں۔ خدا جانے کب چل نکلیں۔ بہر حال تم بھرت پور سے قریب ہو اور اُن کے متوسلوں کو جانتے ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھ کر خبر منگو اور جو کچھ تم کو معلوم ہو وہ بھی مجھ کو لکھو۔ منشی صاحب مع منشی عبداللطیف کول میں آگئے۔ کل اُن کا خط مجھ کو آیا تھا آج اُس کا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسد اللہ بکیشینہ ۲۱ ماہ اگست ۱۹۵۲ء۔ *

ایضاً۔ بھائی آج مجھ کو بڑی تشویش ہے اور یہ خط میں تم کو کمال سراہی میں لکھا ہوں جس میں خط پہنچے۔ اگر وقت ڈاک کا ہو تو اسی وقت جواب لکھ کر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجنا تشویش و خطر اب کا یہ ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرت پور کی بیماری کی خبر سنی جاتی تھی۔ کل سے اور رومی خبر شہر میں مشہور ہے تم بھرت پور سے قریب ہو یقین ہے کہ تم کو تحقیق حال معلوم

اُن سے سجال معلوم ہوا۔ پہلا خط تم کو اُن کے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم رکنس جہان کے لکھا تھا پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کر کے اپنی طرف سے تم کو لکھا۔ دونوں دیوان تمہارے اور شہرِ عشق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابیں تمہاری بھیجی ہوئی اُن کو بیچیں۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمہارے بہت متعقد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں تنا بیڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں نہ ہو گا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس اتفاق کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے نکھیں گے باقی مابغیر شہرِ سلامت۔ اُن اُس کے تحت میں ص ۷۷ مشاہیر کے علاقہ میں۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اس میں اُن سے کلام کروں میرے عجیب ہو۔ حیران ہوں کہ تمہیں میرا کلام کیوں نہیں یاد آتا

گمانِ زلیست بود بر پشتِ زبیدی

بدستِ مرگے بدتر از گمانِ نیست

سامعہ مر گیا تھا بابِ باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی قوتیں انسان میں ہوتی ہیں سب منحل ہیں۔ حواس سراسر منحل ہیں۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رام پور پور و مہینا دیتے ہیں۔ سال گزشتہ اُن کو لکھ بھیجا کہ اصلاحِ نظم جو اس کا کام ہے اور میں اپنے میں لکھ نہیں پاتا مقرر ہوں کہ اس خدمت سے معاف رہوں جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوض خدماتِ سابقہ میں شمار کیجئے۔ تو میں سکے لمبر ہی ورنہ خیرات خوار رہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرطِ خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہو وہی میری قسمت ہے۔ برسِ من سے اُن کا کلام نہیں آتا۔ فتوحِ مقررہ نو میر تک آئی اب بیکھئے آگے کیا ہوتا ہے آج تک نوابصلا۔ ازراہِ جوانمردی دیئے جاتے ہیں اور بھائی تمہاری مشقِ حشمِ بدو صاف ہو گئی۔ طلبِ یاس تمہارے کلام میں نہیں رہا۔ اور اگر خواہی خواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاحِ ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ میں چراغِ دم صبح و آفتابِ سر کو رہوں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ - ۱۲ رجب۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میرزا فتنہ عجب اتفاق ہوا بیخشبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاک میں لکھا آیا کہ

پہلا مصرعہ تھا اگر اُس کے پہلے مصرعہ سے اچھا ہوتا تو میرا دل در زیادہ خوش ہوا خدا تم کو اتنا جلا کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھ لو۔ مگر خبردار قصائد بقید حروف ابجدی نہ جمع کرنا۔ صاحب مجھے اُس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اُس کا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے۔ میں نے اُسکو دوست بطریق طنز لکھا ہے۔ بہر حال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھ کر اُس کو بھیجا اُس کی ماں فرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پُرانا قصہ تم نے یاد دلایا۔ داغ کہنہ حسرت کو چمکایا۔ یہ قصہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جس دن گزرا اُس دن پانچ ہزار روپے کے بھیجے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھ کو اطلاع دی۔ مظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے اُنھوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کی واسطے میرا نام منشی محمد حسن نہ لکھنا چاہیے تے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزرا اُنہوں نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار روپے۔ تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیے اور فرمایا کہ اس میں سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجو۔ کیا اُس نے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر بھیجا ہو تو مجھ کو لکھو۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں بھیجے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو اُس کا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ جو معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلہ کیا حجت ہوا۔ میں کہ ناسخ ہوں اپنے نام کا۔ خط بادشاہ کو پڑھوا کر ان کا کھایا ہوا روپیہ اُن کے حلق سے نکال کر تم کو بھیجوں گا بھائی یہ خط لکھ کر میں ڈاک میں روانہ کیا آج خطر واثم ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر پڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے۔ غالب دو شنبہ ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء +

ایضاً۔ آؤ مرزا آفندہ میرے گلے لگ جاؤ۔ بیٹھو اور میری حقیقت سنو کیشنبہ کو مولوی مظہر الحق

تم نے کھا ہے وہ حکیم ثنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے ۛ

سپرے با پدر بزاری گفت	کہ مرا یار شو بہرہ جفت
گفت بابا زنا کن وزن نہ	پند از خلق گیر و از من نہ
د زنا گر گیرت عتے	رہسد کو گرفت چون تو بے
زن کنی ہرگزت رہا نہ کند	در تہ گذاریش چہا کند

بہت اب تو تم سکندر آباد میں رہے۔ کہیں اوڑکیوں جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اٹھا چکے ہو۔ اب کہاں سے کھاؤ گے۔ میاں نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خچر ہے کہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہے وہ ہوا جاتا ہے۔ اختیار ہو تو کچھ کیا جائے۔ کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے۔ مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہے ۛ

عزبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام	زین ہو سہا بگز یا بگز سے گزرد
-------------------------------	-------------------------------

مجھ کو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رہنمائی ہوں نہ تندرست۔ نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مردہ ہوں نہ زندہ۔ جیسے جاتا ہوں۔ باتیں کیسے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پیئے جاتا ہوں۔ جب موت آئیگی مری ہوں گا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تعزیر ہے بر سبیل حکایت ہے بارے جہاں رہو جس طرح ہو ہر ہفتہ میں ایک بار خط لکھا کرو۔ یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۳۵۷ء - ۴ -

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہمیں پسند نہیں ۱۳۵۷ء کے خط کا جواب ۱۳۵۷ء میں بھیجئے ہو اور مرزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہے لطیف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے آج تک اے ایدہ سنگھ نہیں ہیں اور ابھی نہیں جائیں گے تمہارا دعا حاصل ہو گیا ہے جس دن آئے تھے اسی دن مجھ سے کہہ گئے تھے میں بھول گیا اور اس خط میں تم کو نہ لکھا۔ صاعبہ فرماتے تھے کہ میں نے کئی مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اوکریئے تھے

اُس کے متعاقب پارسل کا ہر کارہ آیا اور تمھارا بھیجا ہوا پاکیٹ لایا رسید لکھنی میں نے رائے سمجھی اور اسکا دیکھنا شروع کیا بے کار محض دہنہا ہوں۔ پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہوگی خوب دیکھا
 بیچ تو یوں ہے کہ ان اشعار میں میں نے بہت حظ اُٹھایا جیسے رہو۔ تمھارا دم غنیمت ہو۔ بجائی کا حال
 مفصل لکھو۔ منشن کے طالب ہیں یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہان ہے اور کس طرح ہے علامہ
 بنا ہوا ہے یا جا تا رہا۔ صاحب قنٹ گورنری کا حکم آگے آباؤ کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے۔ منشی
 غلام غوث صاحب کہاں ہیں نوکریں یا مستغفی۔ عدالت دیوانی کا حکمہ ہیں رہیگا یا آلہ آباد جا
 اسکا اور گورنری کے حکم کا ساتھ ہو چاہیے یہ بھی وہیں جائے کج تھا رہے اشعار کا کاغذ ہم فلت
 پاکیٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط پرسوں اور وہ پاکیٹ پانچ
 چار دن میں پہنچ جائے۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۲۵۸ھ ع۔

ایضاً مزافتہ۔ ایک مرعجب تم کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کے موجب ط مفرط ہوگا
 میں اجرائے منشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا۔ بارے وہ نقشہ منشن داروں کا جو یہاں سے منکر
 صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھ دیا تھا کہ شخص منشن بائے کا
 مستحق نہیں ہے۔ گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری منشن کے اجراء حکم
 اور وہ حکم یہاں آیا اور مشہور ہوا۔ میں نے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ناہ آئندہ یعنی مٹی کی پہلی کوٹ خواہ
 بٹا شروع ہوگا۔ دیکھا چاہیے پچھلے روپے کو باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ غالب ۱۶ اپریل ۱۲۵۸ھ ع۔
 ایضاً صاحب تمھارا خط آیا۔ میں نے اپنے سب لکچ جواب پایا۔ ملو سنگہ کے حال پر بھیجوا
 مجھ کو رحم ادا کرنے واسطے رشک آتا ہے اللہ اللہ ایک ہ ہیں کہ دوبار ان کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں
 اور ایک ہم ہیں کہ ایک ویر چا پس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہو
 نہ دم ہی نکلتا ہے اسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لوں گا۔ تو تمہیں بلا میں پھنسا ہے وہ جو

بھائی مہر خواں کے دو معنی ہیں۔ ایک خطابت جو سلاطین امر کو دیں۔ اور دوسرے وہ نام جو کو
 کا پیار سے رکھیں یعنی عوف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے
 جو تمہارے ذکر میں ہے پہلے مہر خواں کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں مگر نہ کھنکھنے کی حاجت کیا ہے
 اور اگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے۔ بھائی صاحب کیوں مضائقہ فرمائیں حال اوراق کی تحریر کیسلا
 ہوا صاحبان کونسل کی رائے ولایت اگر یعنی میرے محکمہ میں منظور مقبول نام میر جس طرح چاہو لکھ دو

بہنہ نامے کے خولنی سر بر آرد

بنام آنکھ اونا سے ندارد

شفیق البتہ مولانا مہر فرہ بے مقدار کا سلام قبول کریں۔ کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں آج یا کل
 پہنچ جائے گا۔ اس سے ایک بات اور خیال میں آئی ہے۔ مگر چونکہ حکم و کار فرمائی ہے کہتے ہوئے
 ڈرتا ہوں۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ دو جلدیں طلانی لوح کی ولایت کے
 واسطے تیار ہوں گی اور وہ چار جلدیں جو یہاں کے حکام کی واسطے درکار ہوں گی۔ انکی صورت
 یہی بھڑی ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد۔ کیوں بھائی صاحب قرار داد اور تجویز بھی
 ہے اور پھر سمجھا چاہیے کہ یہ چار جلدیں کس کس کی نذر ہیں۔ نواب گورنر بہادر۔ چیف کمشنر بہادر
 صاحب کمشنر بہادر۔ ڈپٹی کمشنر بہادر ملٹی۔ یہ کیا میری بد وضعی ہے کہ جناب آڈٹسٹیں صاحب
 نذر نہ بھیجوں۔ آخر گورنمنٹ کی نذر انھیں کی معرفت بھیجوں گا۔ نہ صاحب ایک جلد ان کی نذر
 ضروری ہے آپ گنجائش نکال کر جیسی بھی چار جلدیں بنوائیں۔ ایک اور بھی ایسی ہی بنوائیں۔
 یقین ہے کہ آپ اس واسطے کو پسند فرمائیں گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائیں گے۔ یہ عرض مقبول
 یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہوں معاف رہو۔ بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط میں اس
 سارے کا قطعہ لکھ لینا۔ تم کو لکھ چکا ہوں۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ بلکہ ایک
 قطعہ مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح بخیر شبہ۔ سیام ستمبر ۱۳۵۵ ع۔ +

تضمین اشعار گلستان کے اُن کی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی میں اُس کے پاس مجھ سے ہیں
 یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کر گیا۔ اُمید سنگھ نے اس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ میں بھول گیا اب
 جو تم کو اُس خیال میں مبتلا پایا تو اُن کا بیان مجھ کو یاد آیا۔ جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دوبارہ
 اُن کے گھر گیا بھی ہوں مگر محلہ کا نام نہیں جانتا۔ نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے۔ اب کسی
 جاننے والے سے پوچھ کر تم کو لکھ بھیجوں گا۔ میرا بادشاہ صاحب عند الملاقات میری دعا کہدینا
 لاول ولا قوۃ الا باللہ کہنے کے قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میرا کرامت علی صفا تخلص کے میں نے
 آگے اُن کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ناگاہ مجھ سے آکر ملے۔ اور تھا را حال پوچھتے رہے میں نے کہدیا
 بخیر و عافیت سکندر آباد میں ہیں۔ جب میں نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمہارے آشنا ہیں۔ انہوں نے
 کہا صاحب وہ بزرگ و استاد ہیں۔ میں اُن کا شاگرد ہوں کہیں سدر کے علاقہ میں نوکر ہیں سبیل
 آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک انبلا کو گئے۔ انبالہ اُن کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اُسی صناع

میں ہیں۔ غالب۔ گناشتہ دو شنبہ۔ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً۔ صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجھ کو بھی دی ہے۔ خدا
 سلامت رکھے۔ کل میرا صاحب کے خط میں اُن کو ایک مصرعہ کسی استاد کا لکھ چکا ہوں۔ میں ہرگز
 اُن کا ممنون اُجھان ہوں۔ میرا سلام کہنا۔ اور لغافہ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے
 کا کوئی لغافہ ضائع نہیں جاتا۔ خدا جانے اُسپر کیا جوگ پڑا ہر اُنھوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا
 پھر پوسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو۔ شہرہ بنی صدائے ہب لغت فارسی ہے بشین مکسوریا مسعود
 وہاں ہوز مفتوح وہاں تالی زودہ۔ اور عربی میں اُسکو صہیل کہتے ہیں۔ صہبہ کوئی لغت نہیں ہے
 عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام میں صہبہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے۔ غنیمت کا کیا گناہ
 درخود زودہ ہندسہ گاہے شمار یافتہ اصل مصرعوں پر پیش ہے و خدا جانتا ہے کہ لکھ دیا ہے

ایک جہاں خط کا جواب تمہارے پاس آئیگا تب تمہارا شاگرد کو بھیجیں گے ہاں تمہیں فضل حسین خان ملے گا

بریکیم نظر نہ کر دی

رفعی و مرزا نہ کر دی

یہاں سُنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا اُن کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بستور نائب ہے۔ اسد اللہ - ۲۳ - فروری ۱۳۵۲ء -

ایضاً صاحب ایک خط تمہارا پرسوں آیا اُس میں مندرج تھا کہ میں میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط اور تمہارا آیا اور اُس میں مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور کچھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسوں کے خط میں بھی آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہم نے بھیجا ہے۔ بیٹوں جون کو آج دو دن آج سے اس دن میں کوئی پارسل کوئی نیم فٹ پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا۔ آخری نیم فٹ پاکٹ دو شیویں کا دہ تھا کہ جس میں ایک شیوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اُس کی اُرتھی جھکتی رہی۔ اُس کل عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا۔ سو اُن دونوں شیویوں کو میں نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیج دیا ہے بلکہ یوں یاد پڑتا ہے کہ تم نے اس کی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجھ کو گمان ہے کہ یہ امر تم سے آگے کا ہے۔ بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہیں آیا۔ اصلاحی کو اغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے میں ناچا ہوں بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر فرض ہے۔ یا تو وہ نہ پہنچا۔ یا تم نے اُس کا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جس میں میرا بادشاہ کا دتی آنا اور اُن کا مجھے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ میں اور انیس ہزار مہندراجہ میڈسنگ کا دتی میں آنا اور پنجبر میرے گھر آ جانا اور تمہارا اُن سے ذکر ہونا اور اُن کا کہنا کہ اُن کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو میں نے اُس کا جواب لکھ بھیجا تھا اب میں جازن کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا؟ اللہ و پارسل جس کو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہیں آیا۔ غالب - چار شنبہ - ۲۹ جون ۱۳۵۲ء - وقت نیمروز -

ایضاً۔ اسی میزراقتہ تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو اور میری اصلاح کو بھی ڈوبویا۔ کیا بڑی کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہاں ہوتے۔ اور بیگماتہ قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہِ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پانچ لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ سب لائق نہیں بلکہ بے تکلف سببستاناں ایک معشوقِ خوب رو ہے۔ بد لباس ہے بہر حال دونوں لڑکوں کو دونوں جلدیں دیدیں اور معلم کو حکم دیدیا کہ اسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہو گیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل ۱۳۱۷ء۔ غالب +

ایضاً۔ آج پچھنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور میں آج ہی جواب لکھتا ہوں۔ کیا تمنا ہے کہ تمہارا خط نہ پہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پہنچتا۔ میرے خط کے نہ پہنچنے کی دلیل یہ ہے کہ تم نے مہاجر غزل کی رسید نہیں لکھی۔ میں نے کتب کا پہنچنا تم کو لکھا تھا اس کا تم نے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۳۳

کتابیں پہنچ گئیں اور تقسیم ہو گئیں۔ سات کتابیں مرزا ہر کی بھیجی ہوئی موافق ان کی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیونزین کی اطلاع کے کل تک سیکر پائس پہنچ جائیں گی اور بھی منشی شیونزین نے اندور کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں۔ شاید میں تم کو لکھ بھی چکا ہوں میرا قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے بڑے دوست ہیں۔ دلی ان دنوں میں آئے ہوئے تھے مجھے کل ملکر گئے ہیں۔ انکو ایک کتاب ضرور بھیج دینا۔ بھائی میں ہرگز نہیں جانتا کہ میرا بادشاہ ہو کون میں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے منصف ہیں۔ کچھ ان کے خاندان کا حال اور ان کے دل کا نام لکھو تو میں غور کروں ورنہ میں تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہیں ہوں۔ پچھنبہ ۱۸ نومبر ۱۳۱۷ء

ایضاً۔ بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندر آباد سے اور ایک علیگڑھ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب میں کچھ حال لکھیں گے اور تم موافق اپنے وعدے کے مجھے لکھو گے

جو چھاپے کے حالات ہوں اُسکی آگہی ضرور ہے۔ غالب سبب ۱۶ ستمبر ۱۸۵۶ء - ۲۰
 ایضاً میری جاں آخر لڑکے ہدایت کو نہ سمجھے۔ میں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت جا
 میں نے لکھا تھا کہ شیطا قافمت بلالوں کا ادھر لکھتا ہوں کہ اگر میری قافمت یہاں کی بھیری تو
 بے تھارے نہ رہو نگاہ نہ ہو نگاہ نہ ہو نگاہ نہ ہو نگاہ نہ ہو۔ منشی بالکنڈ بے صبر کا خط بلند شہر سے دلی اور دلی
 سے رامپور پہنچا۔ تلف نہیں ہوا اگر میں یہاں رہ گیا تو یہاں سے اور اگر دلی چلا گیا تو وہاں
 اصلاح دیکر ان کے اشعار بھیج دوں گا بے صبر کو اب کی بار مینا بھر صبر چاہیے وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا
 ہے از بسکہ یہاں کے حضرات مہربانی فرماتے ہیں اور ہر وقت آتے ہیں۔ فرصت مشاہدہ اوراق
 نہیں ملی۔ تم اسی دفعہ کو ان کے پاس بھیج دینا۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۲ فروردی ۱۲۸۶ء۔
 ایضاً۔ کیوں صاحب مجھ سے کیوں خفا ہوا آج مینا بھر ہو گیا ہو گا۔ یا علیہ دو چار دن کے ہو جائیگا
 کہ آپ کا خط نہیں آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیر الاجاب دی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرا پاس
 چار دوست نہ ہوتے ہوں۔ اب لندنیوں میں ایک شیوجی رام مین اور بالکنڈ اس کا بیٹا یہ دو شخص ہیں
 کہ گاہ گاہ آتے ہیں اس سے گزر کر لکھنؤ اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس صلیح سے خطوط آتے رہتے
 پہنچتے ان دوستوں کا حال ہی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں وہ آدھ خطوط کی موقوف صرف
 تم تین صاحبوں کے آنے کی توقع اس میں وہ دونوں صاحب گاہ گاہ۔ ہاں ایک تم کہ ہر مہینے
 ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ سُبُو صاحب اپنے پر ملازم کر لیں ہر مہینے میں ایک خط مجھ کو لکھنا اگر کچھ کام
 آ پڑا۔ دو خط تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے میں ایک بار بھیج دی۔ بھائی صاحب
 بھی خط دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا اُسکا جواب بھیج دیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ
 اَللّٰہ آباد گئے ہوں کسو اسطے کہ جھکومٹی میں لکھا تھا کہ اوائل جون میں جاؤں گا بہر حال اگر اب
 آرزو نہیں تو جلد دن میرا خط پہنچے اُس کے دوسرے دن اس کا جواب لکھیں اپنی خیر و عافیت بخشی

ایضاً۔ اچھا بھائی نہیں ہے۔ دو درتے چار سو ہوں پان سو ہوں سب بدلو اٹھانا کاغذ کا جو نقصان
 ہو وہ مجھ سے منگو لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکلی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دیکھ
 لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا۔ لکھتے ہو کہ
 مرزا صاحب جلدیں درست کریں گے یہ تو صورت اوز ہے یعنی میں نے چھ جلدیں بارہ روپے کی لاگت
 میں بیکار سازی و ہنر پر وازی بر خور دار منشی عبداللطیف چاہیں تھیں منظر تھا کہ اُن کا قبول کرنا
 جھک لکھو گے اور وہ پیہ مجھے منگواؤ گے۔ ظاہر اجد اللطیف نے پہلو تہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے
 تو چھ جلدیں بڑاتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجائش ہے کہ دو بہت پر تکلف اور چار بہ نسبت اُس کے
 کچھ کم اگر یوں ہے تو یہ تو مدعا ہے ولی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے۔ رائے اُمید سنگہ کے نام کا خطاب
 دینے دو جب وہ آئیں انکو دیدو۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیں کا لفظ لکھ دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا
 شروع ہو کر دوڑ تک پہنچ گیا کیا عجیب ہے کہ کتابین جلد منطع ہو جائیں۔ ہمارے منشی شیو نرائن صاحب
 اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے تاکہ دروغ ہتھن خریداروں کی
 فراہم ہو جائیں۔ میزرافتہ سنو۔ ان نون میں میرے محسن حکیم احسن شاہ خان آقا علی کتاب کے خریدار ہوئے
 ہیں اور میں نے جو جب اُن کے کہنے کے ہمارے دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضرت نے لا و نعم جواب میں
 لکھا تم اُن سے کہو کہ وہ ستمبر ۱۲۷۶ء سے خریدار ہیں۔ آج ۱۲ ستمبر کی ہے دو غیر اخبار کے حکیم صاحب
 کے نام کے سزا مہر خان چند کے کوچہ کا پتہ لکھ کر روانہ کریں آئندہ ہفتہ تہتہ بھیجے جائیں اور حکیم احسن
 خان کا نام خریداروں میں لکھ لیں دوسرے اخبار مذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے
 اخبار کا ہوتا ہر جہن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اُس ن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے
 ارسال کریں کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہاں سے بھیج دی جائیگی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے
 اُسکو کہہ کر جواب لو اور مجھ کو اطلاع دو۔ نہیں کہ نہیں ہے مرا جانا ہوں اُسکی درستی کی خبر بھیجو۔ باقی

تمہارے اور ایک مسودہ بے صبر کاری میں کاغذ درپیش ہیں دو ایک دن میں بعد اصلاح اور اس کیے جائیں گے۔ خاطر عاظم جمع رہے۔ صبح جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۳۰۷ ع۔ -

ایضاً کاشانہ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہر گوپال تفتہ تحریر میں کیا کیا سحر طرازیوں کرتے ہیں صاحب فرزند ہے کہ ہم بھی جواب ہی انداز سے نکھیں۔ منو صاحب یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خاں مرحوم میرا فرزند تھا اور اب اُس کے دو بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آ رہے ہیں اور دوسرا مجھ کو ستاتے ہیں اور میں تحمل کرتا ہوں خدا گواہ ہے کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں پس تمہارے متلج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے۔ جب ان عالم کے پوتوں سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے مجھ کو دہر کو سونے نہیں دیتے ننگے پاؤں پٹنگ پر رکھتے ہیں کہیں پانی لڑھکتے ہیں کہیں اڑاتے ہیں میں نہیں تنگ آتا تو ان معنوی پوتوں سے کہ ان میں یہ باتیں نہیں ہیں کیوں اُن کو تنگ آئے آپ اُن کو جلد میرے پاس بسیل ڈاک بھیج دیجیے کہ میں اُن کو دیکھوں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد تمہارے پاس بسیل ڈاک بھیج دوں گا۔ حق تعالیٰ تمہارے عالم صورت کے بچوں کو جتنا رکھے اور اُن کو دولت اقبال دے اور تم کو اُن کے سر پر سلامت رکھے اور تمہارے معنوی بچوں یعنی متلج طبع کو فروغ شہرت اور حُسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط اُن کے خط کے جواب میں پہنچتا ہے اُن کو دیدیجیگا۔ اور ماں صاحب بابو صاحب اور تم آؤ کو جانے لگو تو مجھ کو اطلاع کرنا اور تاریخ رونگی لکھ بھیجنا تاکہ میں بے خبر نہ رہوں واللہ عا۔ اس اللہ گناشتہ جمعہ ۱۸ جون سنہ ۱۳۰۷ ع۔

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہر گوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہیں آپ کا وہ خط جو آپ نے کانپور سے بھیجا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپ لکھنا چاہنا اور وہاں کے شعرا سے ملنا سب اشعار جناب بند کے پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور اشارے اور فرما جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل میں آیا جب تک اُن کا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت کا کوئی معلوم ہو


کی خیر و عافیت مولوی صاحب احوال اس سے سوا گوالیا کے قنہ و فنا کا ماجرہ معلوم ہوا جو وہ ان کا
مناسب وقت میں ضرور لکھنا۔ راجہ جو وہاں آیا ہوا ہے اسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ صاحبان عایشان کا
امادہ وہاں کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ اگرہ کا حالی کیا ہے۔ وہاں کے رہنے والے
کچھ خائف ہیں یا نہیں۔ غالب۔ گھٹا شہ شنبہ۔ ۱۹۔ جون ۱۸۵۷ء۔ ۴۔

ایضاً بر خودار میرزا نقیہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا۔ تم سچے اور میں معذور۔ اب میری کہانی
سنو آخر جون میں صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ باہ نہ پائیں سال میں دو بار بطور
ششما بہ فضل فضل بایا کریں۔ ناچار سا ہو کر اسے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا تا رامپور کی آمد میں مل کر
صرف ہویہ سود چھ مہینہ تک اسی طرح کٹواں دینا پڑ گیا ایک رقم معقول گھاٹے میں جا یگی

رسم ہر مہرہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پر مدار
مجموعہ دیکھو کہ بیوں بقید حیات	اور چھ ماہی ہوسال میں دوبار

دش گیارہ برس سے اُس تنگنا میں رہتا تھا سات برس تک ماہ باہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کل گریہ
کچھ اوپر سو روپیہ پیشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جس نے لیا تو اس نے مجھ سے پیام بکس
ابرام کیا کہ مکان خالی کر دو۔ مکان میں تین بیٹوں بیدرو نے مجھ کو عاجز کیا اور مدد لگا دی وہ جھوٹا
جسکا دو گز کا عرض اور دس گز کا طول اُس میں باڑ بندھ گئی۔ رات کو وہیں سویا گرمی کی شدت پاؤ کا
قرب۔ گمان یہ گز نا تھا کہ یہ نکلے ہے اور اوجھ کو مجھ کو بھانسی لیسگی تین راتیں اسی طرح گزریں۔
دو شنبہ و چو لانی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ملا کہ آگیا وہاں جا رہا جان بیچ گئی یہ مکان نسبت
اُس مکان کے بہت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیاروں کا۔ اگرچہ ہے یوں کہ میں اگر اوجھ میں
جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہیں پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئیں کے پتے سے آتے ہیں اور
بے تکلف یہیں پہنچتے ہیں۔ ہر حال تم وہی تلی بلیاروں کا محلہ کھڑے خط بھیجا کرو۔ دو مسودے

ہوئی۔ بابو صاحب الاما قب کا خط تمھارے نام کا دیکھا اُن برس سال میں وہ آسانی تری ہی اور ہندوستانی
سے بھاگتا ہے۔ کیوں تکلیف کریں اور اگر ہر حال اُن کی مرضی ہے تو خیر فرماں پذیر ہوں شہر میں
وہاں میرے پاس امانت میں ابدا چتے ہونے کے اُن کو دیکھو لگا اور تم کو بھیج دو لگا۔ اسی سطرین
مجھ سے ہزار جر ثقیل لکھی گئی ہیں۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ مارچ ۱۲۵۵ھ ع۔ ۴۔
ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم باہم
دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات ہر و محبت و درمیش آئے شعر کہے دیوان
جمع کئے اُسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے کہ ہمارے تمھارے دوست دلی تھے اور نسی بنی بخش اُن کا
نام اور حقیر تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط
بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم چکوا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی
ایک خط میں نے نسی بنی بخش صاحب کے بھیجا اُس کا جواب چکوا آیا اور ایک خط تمھارا کہ تم بھی مرحوم
بہ نسی ہر گوپال تخلص تھے تھے ہو آج آیا اور میں جس شہر میں اُس کا نام دلی اور اُس محلہ کا نام لیلا رو
کا محلہ ہے۔ لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈنے
کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں حرفہ
البتہ کچھ آباد ہو گئے ہیں اب پوچھو کہ تو کیونکر منگن قدیم میں بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ میں حکیم
محمد حسن خان مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دلو
بیلاوہ میں گھر حکیموں کے۔ اور وہ نوکر میں راجہ نرندر سنگھ بہادر دلی پٹیلہ کے۔ راجہ نے
صاحبان عالیشان سے عہد لے لیا تھا کہ بروقت غارت و ملی یہ لوگ بیچ رہیں چنانچہ بعد فتح
راجہ کے سپاہی یہاں آئے بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں۔ مبالغہ نہ جانا
امیر غریب سب نکل گئے جو رو گئے تھے وہ کالے گئے۔ جاگیر دار۔ پٹن دار وہ ولتمند اہل حرفہ

میں کو اغض ضروری کہاں بھیجوں اور کیونکر بھیجوں اور کیوں بھیجوں اب جو تمہارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹ فروری تک لکیر آباد آؤ گے تو میں نے یہ خط تمہارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے آج انیسویں ہے پر یوں ایکسویں کو لفافہ اگر وہ کوروا نہ ہوگا۔ بابو صاحب کی میں نے خط اس واسطے نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہتا تھا وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھ دیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ ان کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور سرفر کے انجام اور حصول مرام کی مبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانا اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہے اسکو غور سے پڑھئے اور اپنا دستور العمل گردانیئے نہ یہ کہ سرسری دیکھیے اور بھول جائیے پس تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت میں تھا اب پھر تم سے کہنا ہوں کہ وہ جو تم نے اس شخص کوئی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض ان کا لغو اور پریشانی ان کی بے مزہ ہو مگر ہمارا یہ نہیں کہ متعرض کو جواب دیں یا سائل سے بات نہ کریں تمہارے شعر پر اعتراض اس لئے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہے گویا ہم پر ہے اس سے ہمیں کام نہیں کہ وہ مائیں یا نہ مائیں کلام ہمارا اپنے نفس میں معقول و استوار ہے جو زبانداں ہوگا وہ سمجھ لیکھا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھیں نہ سمجھیں مگر تمام خلق کی تہذیب و تعلیق سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین واسطے دوستوں کے اور یاروں کے ہنر واسطے اغیار کے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تمہیں بار بار سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی سے کام نہ رکھو۔ آج تمہارا کلام وہ نہیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہاں  خود برج درست و استقامت والا کلام۔ اسد اللہ ترمذی ۱۹ فروری و مرسلا بت و یکم فروری ۱۳۵۲ھ

ایضاً۔ منشی صاحب تجار خط اسدن یعنی کل بدھ کے دن پہنچاؤں چارون سے لڑے میں قبل ہوں او مزہ یہ ہے کہ جن دن سے لڑہ چڑھا ہے کھانا مطلق میں نے نہیں کھایا آج خیشبنہ پانچواں دن ہے کہ نہ کھانا دن کو تیر ہے نہ رات کو۔ شراب و حرارت مزاج میں بہت ہے ناچار احتراز کرتا ہوں۔ بھائی اس لطف کو دیکھو کہ پانچواں دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہیں

برخاستی کی نہیں ی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر مچانتے ہیں۔ فراری نہیں ہوں۔ روپوش نہیں ہوں بلایا نہیں گیا۔ واروگیر سے محفوظ ہوں۔ کسی طرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤں مگر اس جیسا کہ بلایا نہیں گیا خود بھی بروے کار نہیں آیا۔ کسی حاکم سے نہیں ملا۔ خط کسی کو نہیں لکھا۔ کسی سے دریافت ملاقات نہیں کی۔ سئی سے نشن نہیں پایا۔ کہو یہ دنل چینیہ کیونکر گزرے ہوں گے انجام کچھ نظر نہیں کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہوں مگر زندگی وبال ہے۔ ہر گوبند سنگ یہاں آئے ہوئے ہیں ایک بار سے پاس بھی آئے تھے۔ والدعا۔ غالب۔ روز شنبہ۔ سیام جنوری ۱۲۵۷ء وقت یروز۔ ۴۔

ایضاً۔ کیوں صاحب روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی۔ اور اگر کسی طرح نہیں سنتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھر سے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا نہیں نہ جانا کہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جو طرف و جوانب سے دوچار نہیں آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہر کارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو بجو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزرتا ہوں یہ کیا سبب دس دس بارہ دن سے تمہارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے خط لکھو۔ حسب لکھنے کی وجہ لکھو آج آئے میں بخل نکرو ایسا ہی ہو تو یرنگ بھیجو۔ غالب۔ سوموار۔ ۷۔ ۱۲۔ ۵۔ ۴۔

ایضاً۔ مہاراج آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہر حال محکمہ کہ تالائق و ذلیل ترین خلایق ہوں اپنا دواگو سمجھتے رہو۔ کیا کروں اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والوں کی محکمہ نہیں آتی کہ بالکل بھاٹوں کی طرح بجا شرم کریں میرے قصیدے دیکھو۔ تشبیہ کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کمتر۔ شریں بھی یہی حال ہے۔

نواب مصطفیٰ خاں کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ اُن کی مدح کتنی ہے میرزا رحیم الدین بہاؤ جی تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایا شریں جان کر

کوئی بھی نہیں ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہو اور بازوئیں اور دائرہ
 میں مبتلا ہیں گروہ کو جو اس ہنگام میں کرہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک ہو رہے ہیں۔ میں غور
 شاعر و نثر نویس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں خواہی اس کو نوکری سمجھو خواہ
 ضروری جانو۔ اس قسم و آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت
 بجا لاتا رہا وہ نظر ابھی لیکن ابھی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہونا حکام کو معلوم ہے۔
 مگر چونکہ میری طرف بادشاہی و قریب سے یا مخبروں کے بیاں سے کوئی بات پائی نہیں گئی۔
 لہذا طلبی نہیں ہوئی۔ ورنہ جہاں بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے
 ہیں میری کیا حقیقت تھی۔ غرض کہ اپنے مکان میں بیٹھا ہوں دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا
 سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر میں ہے کون
 جو آوے گھر کے گھر بے چارے پڑے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بند و بست
 یازدہم مئی سے آج تک یعنی شبینہ پنجم و سمبر شہنشاہ تک دستور ہے۔ کچھ نیک بد کا حال محکوم نہیں
 بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو توجہ بھی نہیں۔ دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر
 اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم نہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی کچھ چاہیے
 مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ حال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط کھانا
 اس وقت تھا خط پہنچا اور اسی وقت میں نے یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔
 ایضاً۔ آج سینچر بار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ میں نے پڑھا اور
 جواب لکھا اور کلیان کو دیا۔ وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ میں تم کو کھچکا ہوں
 کہ وہی کا قصد کیوں کرو اور یہاں آکر کیا کرو گے۔ بنک گھر میں خدا کرے تمہارا روپیہ مل جائے
 بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی میں میرا نام مندرج نہیں نکلا۔ کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

رہنے دیے ہیں اب تم کو یہ چاہیے کہ کول پہنچ کر محبوظ خط لکھو۔ اس غلاف کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو اس میں تساہل کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب جمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر حج ہے زیادہ کیا لکھیں۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عینی عنہ

ایضاً صاحب تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمہارے اس خط کا جواب لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پانوں سوچ گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا۔ سلمان آدمی شہر میں سڑک پر بن ٹکٹ پھنس سکتا ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا۔ بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو میں تم کو آگرہ میں بھیج کر سکندر آباد خط نہ بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں تم کو سلام لکھا۔ کل اُن کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ میرزا تفتہ ابھی یہاں نہیں آئے اس واسطے آج یہ رقم لکھ بھیجتا ہوں۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے بھی کوئی تیا بند و بست جاری نہیں کیا۔ یہ صاحب میرے آشناے قدیم ہیں گویش مل نہیں سکتا۔ خط بھیج دیا ہے۔ ہنوں کچھ جواب نہیں آیا۔ تم لکھو کہ اکبر آباد کب جاؤ گے۔

والد شا۔ غالب۔ جمعہ ۵ مارچ ۱۲۵۷ ع۔ ۶۔

ایضاً۔ صاحب میرٹھ سے اگر تم کو خط لکھ چکا ہوں شاید نہ پہنچا ہو۔ اس واسطے اردو سے احتیاط لکھتا ہوں کہ نواب مصطفیٰ خاں کے ملنے کو سبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور چار شنبہ کے دن تم کو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط اُن کے دکھانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھ کر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر میں تصدیقات نہیں ہے سچ یا ایک بچہ بنایا جا رہا ہوں آدمی بند رہیں گے ہیں۔ کوئی مکان مول لیں گے۔ وہاں اپنی وضع پر رہیں یہ اسلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپ کا کلام مجھے پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ ہو جائیے گا۔

سودا دہندہ گرفتاری بہ نظم خود تفتہ

یہ کہ نوبت شیرازہ وقت تبریز است
صبح یکشنبہ سی ام جنوری ۱۲۵۷ ع۔ ۶۔

کے لکھی ہے اُس کو دیکھو کہ خط ایک بیت میں اُنکا نام اور انکی طرح آئی ہو اور باقی ساری شریں کچھ اور بھی
 اور طالب میں اللہ باللہ کسی شاہزادے یا امیر زادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو انکی طرح نکرتا
 کہ جتنی تمھاری طرح کی ہے ہم کو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی میں کو بہت جانتے قصہ
 تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمھارے نام کا بدل کر اُس کے عوض ایک فقرہ اور لکھ دیا ہو اس سے
 زیادہ بھٹی میری روش نہیں۔ ظاہر اتم خود فکر نہیں کرتے اور حضرات کے بہکانے میں آجاتے ہو
 وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نشر کو مہل کہیں گے کیواسطے کہ اُن کے کان اس آواز سے آشنا نہیں
 جو لوگ کہ قلیل کو اچھے لکھنے والوں میں جا میں گے وہ نظم و نشر کی خوبی کو پہچانیں گے۔ ہمارے
 شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جب کو تم لکھتے ہو ماہ الجبن سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ
 طب محمد بن خانی میں لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سودمند ہے مگر اس کا دیر میں ظاہر ہوتا
 ہے وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیویں اور اُس میں سیر پیچھے تولد بھر چوب چینی کوٹ کر ملاؤ
 اور اُسکو جوش کریں اسقدر کہ چارم پانی جل جاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا میں
 بھر رکھیں اور جب باسی ہو جاوے اُسکو پیئیں جو غذا کھایا کرتے ہیں کھایا کریں۔ پانی دن رات
 جب پیاس لگے ہی پیئیں تبرید کی حاجت پڑے اسی پانی میں پیئیں روز جوش کروا کر چھوٹو کر
 رکھ چھوڑیں۔ برس دن میں اس کا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہ کہ یہ نسخہ عرض کر دینا آگے اُنکو اختیار ہے
 ایضاً۔ تمھارا خط پہنچا مجکو بہت سچ ہوا۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکوں کا پالنا بہت دشوار ہوگا۔
 دیکھو میں بھی تو اسی آفت میں گرفتار ہوں۔ صبر کرو اور صبر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ کچھ بن نہیں
 میں مہل میں ہوں یہ سمجھنا کہ بیمار ہوں۔ خط صحت کے واسطے مہل لیا ہے تمھارے اشعار غور کر
 دیکھ کر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفاظ تمھارے نام کا بھیج دیا ہے جب تم آؤ گے تب وہ
 تم کو دیں گے۔ جہاں جہاں تردد و تاویل کی جگہ تھی وہ ظاہر کر دی ہے اور باقی سب شاعریت و

خط بھیجورام پور بھیجا۔ مندرمہ اپو کا نام اور میرا نام کافی ہو یا سی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ
 رام پور سے لکھوں گا۔ راقم غالب۔ مرقومہ چاشت گاہ شنبہ ۱۲ جزوی ۱۲۸۷ ع۔ *

ایضاً۔ برغور اسعادت آثار نشی ہر گوپال سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اس سے آگے تم کو حالات محل لکھ چکا ہوں
 ہنوز کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ بالفضل نواب لغٹ ٹکونر بہادر مراد آباد اور وہاں سے رام پور آئیں گے
 لیکن جو کچھ کوئی طوفا مت یا عدم اہمیت کا پیٹھ سے کا منظر محکوم ہے کہ اگر یہاں بسا ہوتا تو فوراً نکلو بلالو نکلا
 جو دن نگ کی کہ باقی ہیں وہ باہم سیر ہو جائیں۔ والدعا۔ راقم غالب۔ یکم مارچ ۱۲۸۷ ع۔ *

ایضاً میرزا فتنہ کو دعا بھیجئے۔ بہت دن سے خط کیوں نہیں لکھا۔ اگر وہ میں ہوا نہیں۔ میرزا حاتم علی
 صاحب کا شفقت نہ آیا۔ یہاں سے اس کا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اس کا جواب آ گیا۔ میر کریم حسین صاحب
 خط پر سول آیا و چار دن میں اس کا جواب لکھوں گا۔ میرا حال بدستور ہے نہ نوید کا میا بی نہ سبب
 ناامیدی۔ بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے۔
 دو ایک دن کے بعد جب جی باتیں کرنے کو چاہیگا تب ان کو خط لکھوں گا۔ تم اگر ملو تو ان سے کہنا
 کہ بھائی قاسم علیخان کے شعر نے جھکوڑا مزا دیا۔ حسن اتفاق یہ کہ کئی دن ہوئے تھے جو میں نے
 ایک ولایتی چٹہ اور ایک شالی رو مال ڈھائی گز دلال کو دیا تھا اور وہ اس وقت روپیہ لے کر آیا تھا
 میں روپیہ لیکر اور خط پڑھ کر خوب ہنسنا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب۔ ۱۰ جولائی ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً۔ صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور عتھار کشف پنجابے۔ میں راہ دیکھ رہا کہ عتھار
 خط آئے تو جواب لکھوں۔ کل تمھارا خط شام کو آیا۔ آج صبح کو جواب لکھا گیا۔ بات یہ ہے کہ ناہور
 آدمی کی واسطے محلہ کا پتہ ضرور نہیں۔ میں غریب آدمی ہوں مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے
 آتے ہیں تلف نہیں ہوتے۔ بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہیں ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق ہوتا
 نہیں۔ شہر کا نام ہوتا ہے۔ تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھ کو آئے جانے ان کی بلالو

ایضاً اس عرو دولت بن خرموار باشند۔ بڑھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کاہر کارہ آیا۔ اور خط مع جڑبھری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہندوی بل جو کچھ کھینے کو ملا۔ ایک آدمی رسید پھر لیکن نیل کے کڑے چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شاپے لے آیا۔ آنے جاتے کی دیر ہوئی اور لیٹن جو بمیں سوپے ماروغہ کی معرفت اٹھے تھے وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں پھیلے۔ جو بمیں سوپے باقی رہے۔ وہ کس میں رکھ لینے۔ روپے کے رکھنے کے لئے کچن کھولا تھا۔ سویرہ رقم بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں پھیلوں گا۔ خداتم کو جیتارکھے اور اجروے۔ بھائی بڑی آنی ہوئے۔ اچھا نظر نہیں آیا۔ قصہ مختصر یہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چار شنبہ شروع۔ وقت دو پہر۔ ۴۔ ۵۔ ک ایضاً صاحب تھا را خط میرٹھ سے آیا۔ مرآۃ الصائف کا ماثا دیکھا۔ سنبھستان کا چھاپا خداتم کو مبارک کرے اور خدائی تھا۔ بی برو کا نگہبان رہے۔ بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی۔ اچھی گزری۔ اچھی گزری۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کو اٹھاتا ہے مجھ کو نفع ہو گا۔ سعدی نے بستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبھستان سے پاؤ گے اللہ کے سوا جو ہے ہو موم و محدود ہے نہ سخن ہے نہ مخور ہے۔ نہ قصیدہ ہے نہ قصہ ہے۔ لا موجود الا اللہ۔ جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفیٰ خاں صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا ہمیشہ کی پیش کا جاری ہوئے خوشی کی بات ہے اگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے کیا عجب ہو کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی برو کار آوے یعنی آپ کا پیش بھی واگردشت ہو جاوے اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ایضاً بھائی۔ میں نے دلی کو چھوڑا۔ اور رام پور چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمہور کو میرٹھ پہنچا آج شنبہ ۲۰ کو بھائی مصطفیٰ خاں کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط تم کو لکھ کر بھیجا۔ کل شاہجاں آباد پر سوں گڈہ کمیشہ رہوں گا۔ پھر مراد آباد ہوتا ہوا رام پور جاؤں گا۔ اب جو مجھ کو

میرے پھوٹے کل سے ہیں۔ میں بازید کو نہیں گیا۔ شاید وہ آج گئے ہوں یا جاویں پھر اگر بار بار کو جائیں گے۔ میں آج آدمی ان کے پاس بھیجوں گا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تم کو بہت بُلو جتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہاں ہیں اور سطح ہیں بھائی انکو خط لکھو۔ محترمہ، مارچ ۱۸۵۹ء
ایضاً صاحب تمہارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو اگر وہ کتاب دیکھا
منگو ابے ارسال قیمت غنوں ہے۔ چنانچہ حق التصیف تم نے لکھا ہے بھائی میں کیا تم کو جھوٹ لکھوں گا
اور شیونز میں نے اگر ذکر ارسال قیمت کا نہیں لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوئی ہیں تم کو میرے سر کی قسم اور
میری جان کی قسم شیونز میں سے اتنا پوچھو کہ اُس پچاس جلد کے بعد کی کتنی جلدیں غالب نے اور منگوئیں
اور قیمت بھیج کر منگوئیں یا قیمت اُس سے لینا ہے۔ دیکھو میں نے قسم کھئی ہے یوں ہی عمل میں لانا۔
اے امید سنگہ صاحب یہیں ہیں مجھ سے ان دنوں میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جو تمہارے خط کا
ذکر آتا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا اور یہ جو تم نے لکھا تھا کہ اگر دوسوں کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے
پاس آئے گا سوہ میرے پاس نہیں آیا تھا بلکہ وہ ہم کیوں ہو ایک یا تیرا آدمی ہو اس کے نام کا خط کیوں نہ پہنچ گیا۔
ایضاً۔ اچی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی بنی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پرسش ہے تم نے
اُن کو خط لکھنا کیوں موقوف کیا ہو وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجھ کو ضرور
لکھئے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ء۔ ۴۔

ایضاً۔ کیوں مرزا تفتہ تم بے وفایا میں گنہگار۔ یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔ ابھی ایک صاحب
میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں انہیں جرنل
ہوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتہ کیا لکھوں۔ بہر حال سکندر آباد
بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ میں نے ہر کاغذ کو
راجہ امید سنگہ بہادر کے گھر کا پتہ تبا کر دیا۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا۔ پانچ چار دن سے

ملی ماروں کا محلہ کیا خیر ہے وہ تو بنیت میرے بہت بڑے آدمی ہیں۔ سینکڑوں انگریزی ہر روز
 ان کو آتے ہیں خلاصہ یہ میں نے پھر ان کے پاس آدمی بھیجا اور آپ کا خطاب نے نام کا بھیج دیا۔ انھوں
 میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میں اس کا جواب کیا کھوں۔ محلے کا پتہ
 اب ہی لکھ بھیجئے۔ یوئیں پہلے امر واقعی تم کو کھل کر تمھاری خواہش کے موافق لکھتا ہوں۔ ان کے مکان
 کا پتہ ملی ماروں کا محلہ۔ دستوں کا کوچہ۔ دستنبو کا یہ حال ہے کہ میں نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈی
 بھیج کر بارہ جلدیں اور ایک جہتری ان سے منگوائی پھر ان کو ۱۸ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدیں لکھنؤ کو
 انھیں کے ماتھوں میں سے بھجوائیں اور اس کے بعد پھر ۱۸ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدیں وہیں سر فٹھنے
 کو بھجوائیں۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ میں بعد اس بچاؤ کے سولہ جلدیں اور ان سے لے چکا ہوں
 مگر نقد ہرگز قرض میں نے نہیں منگوائے ہیں۔ ایک بار ہنڈی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہوں۔ تم کو میری
 جان کی قسم سہل طور پر ان کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں اور نقد منگوائی ہیں یا
 قرض اور جو وہ لکھیں مجھ کو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری ۱۲۵۹ء شمس۔ غالب۔ +
 ایضاً صاحب ہم تمھارے اخبار نویس ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کہ بر خوراد میرا بادشاہ آئے ہیں انکو
 دیکھ کر خوش ہوا وہ اپنے بھائیوں سے مل کر شاد ہوئے۔ تمھارا حال سن کر مجھ کو رنج ہوا۔ کیا کروں
 نہ اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہوں نہ اپنے عزیزوں کی خیر سے سکتا ہوں۔ ہر رنج ساتی نارنجیت
 عین الطاف ست + آج جو تمھارا دن ہے یعنی شگل کے دن کوئی پہر پھر دن چڑھا ہو گا کہ ناگاہ
 راجہ اُمید سنگہ بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو فرمایا کہ اگرہ سے آتا
 ہوں۔ بساؤں کی گلی میں جو چکیوں کی گلی کے قریب ہے جو جس صاحب کی کوٹھی انہوں نے سول لی ہے
 اور اس کے قریب کی زمین افتادہ بھی خریدی ہے اور اس کو بنوا رہے ہیں۔ تمھارا میں نے ذکر کیا
 کہ ہر خط میں تم کو پوچھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے کئی خط بھیجے جواب نہیں آیا۔ بہر حال

پاس اندر بھیج دینا اور چالیس جلدیں بموجب بن کے حکم کے میرے پاس رسال کرنا اور وہ جو میں نے
پانچ جلد کے آرائش کے باب میں تم کو لکھا ہے اس کا حال مجھ کو ضرور لکھنا۔ اس صاحب ایک باغی میر
سہو سے رہ گئی ہے اس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھ دینا۔ جہاں یہ فقرہ ہے
نے نے آخر نعت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رخ از خاکیاں بہفت

جائیکہ ستارہ شمع چشمی ورزد افشار گزن ارزن ارزد

خوشید ز اندیشہ جاوہر گردش بر چرخ نہ بینی کہ چنان سے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی
لکھ دینا اور حاشیہ میں پر جہاں اور معنی لکھی ہوئے ہیں وہاں رباعی کے لغات کے معنی مضمون
کے دینا۔ افشار گزن ہر دو فتحہ۔ جاوہر گردش۔ غالب نگاشتہ ۲۸ گشت مشاع۔

ایضاً میرزا تقی محمد آخوندی۔ فقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اس سارے اظہار
سخ نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لکھ نہیں ہے کہ میں ان کو لکھتا۔ لکھتے ہو کہ میرزا جہر کے دو چار روپے
زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے۔ حال یہ کہ میں نے ان سے ہتھار کیا تھا انھوں نے مجھ کو لکھا کہ

کتابوں کی دستی میں وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہیں محصول کی ایک رقم خفیف اگر میں نے اپنے

پاس سے دی تو اس کا کیا مضائقہ مجھ کو مختار قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ ان کے دو تین روپے
آٹھ گئے ہوں گے۔ لالہ گنگا پرثا و تخلص اپنے کو مختار شاگرد بتاتے ہیں مگر ریختہ کہتے ہیں۔ کئی دن

ہوئے کہ یہاں آئے اور بالکل بے صبری غریب اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر ان کو حوالہ کریں

ہنری اٹوارٹ ریڈ صاحب مالک مغربی کے مدرسوں کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب

ہیں۔ امن کے دنوں میں ایک ملاقات میری انکی ہوئی تھی۔ میں نے اب ایک کتابادہ بے جلد

ان کو بھیجی تھی کل ان کا خط مجھ کو اس کتاب کی رسید میں آیا بہت تعریف لکھتے تھے۔ اور

ستناہوں کہ وہ متھرا اور اکبر آباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے بل کر نہیں گئے۔ بہر حال اس خط کا جواب
جلد لکھو اور ضرور لکھو۔ بھائی تم سیاح آدمی ہو۔ جہاں جایا کرو جگہ لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں
یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو۔ تھلے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش
تم کو کیوں پسند ہے۔ محرزہ کیشبنہ ۲۷ رابع ششہ ع۔ غالب۔ +
ایضاً۔ شنبہ ششم مئی ششہ ع ہنگام غمروز۔ بھائی آج اس وقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی
لکھتا ہوں۔ زریہ کہ مجھے ہزاروں کہاں سے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہوں تین برس کے دو ہزار
دو سو پچاس ہو سو روپیہ مجھے درج لے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو مفرقات میں گئے۔ رہو دو ہزار
روپے۔ میرا فخر کار ایک بنیا ہے او میں اس کا قرضہ قدیم ہوں اب جو وہ دو ہزار لایا اس نے پچاس
رکھ لینے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ سات کم پندرہ سو اس کے سو دو مول کے ہوئے قرض
مستغرق کا اسی سے حساب کر دیا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ کھلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔
اہل میں یعنی دو ہزار میں تچہ سو کا گھانا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدرو۔ پانوسات روپے باقی
کے تم لے لو۔ میں کہتا ہوں مفرقات گیارہ سو چکا دیئے تو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آؤ
جھگڑے۔ ہیوں چوٹھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک قصہ نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا۔
دو ایک صاحب نچ میں ہیں ہفتہ بھر میں جگہ فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے
جس دن برات سے بھر کر آؤ۔ اسی دن جگہ فیصل دو سو سو کی خبر دینا۔ والد عا۔ غالب۔ قصہ
ایضاً۔ روزِ نظر سخت جگر مرزا افتخار کو معلوم رہے کہ اسے صاحب کرم معظم راے امید سنگ بہادر
تم کی بھیجیں گے۔ تم اسی رقم کو دیکھتے ہی ان کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہاں ہیں تب تک تم
ساکر تار و سنہرے باب میں جو ان کا حکم ہو بجالانا۔ ان کو بڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا
پچاس جلد کی قیمت عنایت کریں گے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے وٹس جلدیں کے حساب

دن رات میں دو چار بار برے اور ہرگز نہ دے کر تندی تانے پھیلے بالا غارت کا جو دلائل میرے سامنے
 اٹھنے سوئے جا گئے جیسے مرنے کا قفل اگرچہ گرا نہیں لیکن حجت چلنی ہو گئی کہیں کہیں کہیں
 آگاہی رکھ دیا۔ قلم ان کتابیں ٹھا کر توشے خانہ کی کوٹھری میں کھدے۔ ایک مرتبہ کی
 متوجہ نہیں کشتی فوج میں تین مہینے سہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ بجات ہوئی ہے نواب صاحب کی فوج
 تمہارے قصائد دیکھے جائیں گے۔ میرا و شاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خبر و عافیت میں
 معلوم ہوئی تھی۔ میرا تمام علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پروں سے نواب صاحب نے عافیت میں
 ہوئے ہیں ایک ملاقات ان سے ہوئی ہے۔ ابھی نہیں ہیں گے۔ یاد ہیں۔ جہاں خدا کا علی
 ہو چکی ہے جو کلیں لگ چکی ہیں اب سہل کی فکر ہے سو اس کے سبب طرح خبر و عافیت میں توجہ
 ہوں گویا صاحب فراموش ہوں۔ کوئی شخص نیا تلف کی ملاقات کا ابائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں۔
 پڑا ہوں بیٹھ بیٹھ خط لکھتا ہوں۔ لیوٹیٹے سوڈا دیکھتا ہوں اللہ اللہ صبح مجھ کو برکت
 ایضاً پرسوں تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلیں مجھ پر تھا تاج شام کو دیکھا تھا
 ہوا تھا۔ غزلوں کو رکھ دیا تھا چاہتا تھا کہ انکو بند کر کے رہنے دوں۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک میں
 خط کچھ ضرور نہیں میں اسی خیال میں تھا کہ ڈاک ہر کارہ آیا جانی جی کا خط لایا اسکو پڑھاں
 ضرور ہوا کہ خلاصہ اس کا تم کو لکھوں یہ رقم لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گریزی دیوانی
 راول جی کے نام کا خط گزرا راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے جانی جی نے جو
 ایک معتد اپنا سعد اللہ خاں وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے راول جی نے جنت
 کے استقبال کو گئے ہیں اور اب جنت علاقہ جے پور کی راہ سے نہیں آتا۔ اگر وہ گوالدر کرلی
 ہوتا ہوا جمیر آئیگا اور اس راہ میں جے پور کا عمل نہیں۔ پس چاہیے کہ راول جی آئے پھر آویں
 ان کے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا۔ اور اس میں دیوان کی رسید بھی ہوگی بھائی جانی جی کو

ہاں بھی ایک تاشا اور ہے وہ جگو لکھتو تھے کہ یہ سب تو پہلے اس کے تم مجھ کو مطلع مینہ خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اس کو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اُن کے بھجنے سے معلوم ہوا کہ مطلع میں گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہو کہ وہاں بھی میرے بھجنے پہلے میرا کلام پہنچ جائیگا۔ میں چیف کنسرنجپا کے یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکریٹروں کی نذر یہ پارسل انشاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائیں گی۔ دیکھوں چیف کنسرنجپا کیا کہتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں۔ تاہناں دوستی کے برودہدہ حالیہ رفیت و تحریک کا تم سب ۲۷ نومبر شائع غالب۔

ایضاً میرزا الفتہ صاحب پرسوں تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تم سے پرا کیا ہے ایک فتوح کا منظر ہوں اُس میں میں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آگیا ہے۔ ان شاء اللہ میرا خط مع حصہ فتوح جلد پہنچے گا۔ پنڈت بدڑی تھہ یا بدڑی واس ڈاک نشی کرناں با آنکہ مجھ سے اُس سے ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر میں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کے واسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنے کے میں نے اسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام نشی کرناں تفتہ کے پاس بھیج دیا کرو۔ اب تم کو لکھتا ہوں کہ تم میرے اس لکھنے کی اُن کو اطلاع لکھو میں زندہ ہوں اوپر نمبر میں جو اپنے کو مردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں مردہ نہیں بجا رہی نہیں۔ بوڑھا ناتوان مغلس قرضدارکانوں کا پہرا قسمت کا ہے بہرہ زیت سے بیزار مرگ کا امیدوار۔ غالب۔

ایضاً جانی تم سچ کہتے ہو کہ بہت ستودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں برسات کا حال تمہیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرایہ کی جوبلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت

اگر گنج گھر میلہ اوقلو چہ بابک کعب جواہر انبرائے آن و اوم

چاہتا تھا کہ تم کو کھول کر ناگاہ تمہارا آیا مجھ کو کھنا ضرور ہوا آج تمہیں دو خط بھیجے ہیں ایک تو صبح کو پڑھا اور ایک تب بارہ تین بجے بزرگ۔ اس شعر کو اب چاہو پڑھو دو۔ مانے مانے تم بھائی سے ملے غیث اللغات کھلوانی جواہر کائنات دیکھا میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمہارا جو مانے حال ہے دستہ اور اس کے چھاپے کا ذکر نہ کیا اللہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں باب میں کچھ فرماتے اور مجھ کو عا سلام کہہ دیتے۔ چونکہ تم نے اپنے خط میں کچھ نہیں لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر انہوں نے کچھ نہیں کہا تو ان کا ستم اور اگر ان کا کہا ہوا تم نے نہیں لکھا تو تمہارا کرم۔ یہ حال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجھ کو یاد دلایا ہے۔ یار بے مباد کس را مخدوم بے عنایت و خواہی تم خواہی منشی منشی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ یاد رہے یہ مصرع اگر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہیں بندھے گا۔ اگر دستہ کو ہر اس عمر سے دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہو اور روز و شبہ ۱۲۷۳ھ ایضاً۔ جان من جانان من۔ کل میں نے تم کو سکندر آباد میں مجھ کو خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڑ ہو گیا ہے۔ شاید اٹلانہ پھرے اگر پھر آئے گا تو آج یہ خط ملو اکبر آباد بھیجتا ہوں پہنچے پر جواب لکھنا۔ قطع رباعی کی بہت خوب سکھیں ہر ایک بات کا وقت ہی ہم کو ہر طرح لطف صحبت اور لطف شعر اٹھالینا۔ بھائی منشی منشی صاحب کے نام کا خط پڑھ کر ان کو دیدینا اور اس کا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو میں نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اس کے مرشد دار کوئی صاحب ہیں۔ من بھول ان کا نام ہے مجھ سے نا آشنا محض ہیں گشت ہو تو استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجئے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمہیں اوپر اور ایک خط لکھ کر ان کو بھیجتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہ محض اور واجب الرحم ہے۔ اس کے حصول مطالب میں سعی سے دریغ نہ کرنا۔ ۷۵ میتوان آورد متعنا سفار شہنام

بہت ڈھونڈتے اور تمھارے بغیر بہت بچپن ہیں۔ میں تم کو کچھ کہہ سکتا ہوں انکو سمجھا سکتا ہوں تم کو کہہ دو کہ جس میں ساپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہاں یہ بھی جانی جی نے کھا تھا کہ بہت دن کے بعد ہنسی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ۔

ایضاً بجائی پرسوں شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمھارا اور ایک خط جانی جی کا لایا۔ تمھارے خط میں اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط میں بے پور کے اخبار ۲۲ دن سے محکوم وچ لکھتے ہیں اور میں بہت بچپن ہوں ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کو اخذ تم کو بھیجتا ہوں اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاویں گے۔ اسد اللہ۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ء

ایضاً۔ صاحب تمھارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ جہانیاں ز تو برگشتہ اندر غالب دترا چہ باک خداے کہ دشتی داری و خدا کے واسطے میرے باب میں لوگوں نے کیا خبر مشہور کی ہے۔ بنیت حکیم حسن اللہ خاں کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلطیوں مرزا الہی بخش جو شاہزادوں میں میں انکو حکم کا اپنی بندر جانے کا ہوا وہ انکار کرتے ہیں کیجئے کیا ہو حکیم جی کو ان کی حویلیاں ہیں اب وہ مع قبائل ان مکانوں میں جا رہے ہیں اتنا حکم ان کو ہے کہ شہر سے باہر جائیں۔ رہا میں تو بیکسی وغیرہ ترا کہ ہے پرسد نہ جزانہ سزا نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل ظلم نہ لطف نہ قہر نہ دن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب کپڑا یا تم تنم کا بنا ہوا بھی ہے اس کی کچھ فکر نہیں ہے مگر تم کو میرے سر کی قسم یہ لکھ بھیجو کہ میری خبر تم نے کیا سنی مجھے اُس کے معلوم ہونے سے خراٹے کا غالب۔ شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تم کو اور ایک خط جاگیر کے کا توئی میں اپنے شیوق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو جنی الدین عیسا پوری کا کلام ایک شخص بتایا ہوا لایا میں کتاب کچھ لیتا ہوں مل نہیں لیتا۔ تضارب میں اُسکو کھولا اسی ورق میں یہ مطلع نکلا۔

اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ مضامین سب اشتیاق سے لکھے گئے ہیں۔ کئی کئی بار لکھ کر پڑھ کر
تین باتیں تھیں۔ تیسری کاہلی۔ تھماری کلام کا محتاج باصلاح نہ ہونا۔ کسی قصیدہ کی طرح
نفع کا تصور نہ ہونا۔ نظر ان مراتب پر کاغذ پڑ رہا ہے۔ لالہ بالکنڈ بیگیہ ایک پارسل ہے کہ اسکو بہت
دن ہوئے اب تک سزا نہ بھی نہیں کھولا انوایہ کی شش ہندو غولیں پڑی ہوئی ہیں ۷
صفت نے غالب نکس کر دیا۔ دہنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
یہ قصیدہ تھما رکھ آیا۔ آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا اسکو دیکھا لفظ کیا آدمی
کے ہاتھ ڈاک گھڑ بھجوا یا۔ غالب۔ ۲۷ نومبر ۱۹۰۷ء

ایضاً۔ منشی صاحب میں سال گزشتہ بیمار تھا۔ بیماری میں خدمت اجاب سے مقصر نہیں
اب مردہ ہوں مردہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ کشتہ روٹی کشتہ وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات
ہے مگر روٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ ہتم خزانہ ہے ہر مہینے میں ایک بار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملوں تو تختہ کار
کو تخواہ ملے۔ ڈاکر و صاحب روٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر ہاپڑ پر گئے۔ انکی جگہ ٹیکین
مقرر ہوئے ان سے ناچار ملنا پڑا۔ وہ مذکرہ شعراء ہند کا انگریزی میں کہتے ہیں مجھ سے بھی نہیں
نے مدد چاہی میں نے سات کتابیں بھائی حینا الدین صاحب سے ستار لے کر ان کے پاس
بھج دیں پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے ان کا حال لکھ بھیج۔
میں نے ۱۶۔ آدمی لکھ بھیجے بقید اس کے کہ اب زندہ موجود ہیں اور اس سواد کی صورت یہ ہے۔
نوابیہ الدین حبیب احمد خاں بہادر رئیس لہار و فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شریک ہیں
فارسی تیرا و اردو میں خوشاں تخلص کرتے ہیں سدا اللہ خاں غالب کے شاگرد نواب مصطفیٰ خاں بہادر
علاقہ دار جہانگیر آباد اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حشر قی تخلص کرتے ہیں اردو میں ہوس خاں
کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ منشی ہر گوبال معرزا قلاں گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہیں۔

جس کی نذر اگر دینم کو یاد ان کیست ؟ باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق میں کچھ لکھا ہوں
تہہ لو گے دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شبہ۔ ورمارج ششہ ع۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرے ہیران میری جان۔ میرزا قنفذ مخندان بہتہار اسکندر آباد اور میرے خط کا ہتھکا

میں پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ میں شرکی داد اور نظم کا صلہ مانگتے

نہیں آیا۔ جھیک مانگتے آیا ہوں۔ روٹی اپنی گرہ سے نہیں کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے وقتِ نصرت

شرعی تمت اور نعم کی ہمت۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت میں

بہ فیض کے تولیدار میں جو شخص فقر ازل سے جو کچھ کھو لایا ہے اُسکے بٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ ایک

لکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول صاف کر دیا ایک اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور

بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نول کشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا وسطے

منشی صاحب کے کچھ عطیہ بقرب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے۔ مقدار مجھ پر نہیں کھلی۔ بھائی مصطفیٰ

صاحب بقربیت نہایت مندرجہ ذیل و شمول جشن آئیو لے میں اس وقت تک نہیں آئے جشن یکم دسمبر سے

شروع۔ ہر دسمبر کو خلعت کا آنا سمجھ۔ نجات کا طالب غالب۔ دو شبہ ۱۰ ہر نو بر شمع وقتِ چاشت

ایضاً۔ میرزا قنفذ جو کچھ تم نے لکھا یہ بید روی ہو اور بدگمانی۔ معاذ اللہ تم سے اور آرزو کی۔ مجھ کو پانچ

کہن بندوستان میں ایک دست صادق لولار لکھتا ہوں جس کا ہر گوپال نام اور قنفذ تخلص ہے۔

اسی کو منی بات لکھو گے کہ موجب مال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اس کا حال یہ ہے کہ میرزا حقیقی بھائی کا ایک

تیس برس دینا نہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری بڑائی کہتا تو میں اُسکو

مٹا دیتا اور اس سے آزدوم ہوتا۔ بھائی مجھ میں کچھ باقی نہیں ہے برسات کی مصیبت گزر گئی۔

سن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں پیٹ نہیں سکنا اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں

بہذا یہ بھی ہے کہ اب شوق تمہاری بخت ہو گئی خاطر میری جمع ہے کہ علاج کی حاجت نہ پاؤں گا۔

فارسی کا محقق ہوں۔ کاتبانِ ابرو کا جن کی رو سے کاپی لکھی جاتی ہے۔ فارسی کا عالم ہے علم ہنگا
 غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے۔ تصحیح سے غرض یہ کہ کاپی سراسر
 موافق اُن اوراق کے ہونی کہ فرہنگوں میں دیکھا جائے آگے اس سے اس سے نکو بھی اور بھلا
 کو بھی لکھ چکا ہوں اب صرف اُس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا۔ آج جس طرح محکوم تبار اور مرزا صاحب
 خط نہنچا۔ لانم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لغافہ اخبار پہنچ جاتا۔ مگر اس وقت تک نہیں پہنچا اور یہ دوسرا
 وقت ہے نیز پہنچ جائیگا۔ میں نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیجا تھا انھوں نے تمہاری راہ
 منظور کی اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تم نے لکھا ہے اُن کے پاس بھیج دو اور صاحبِ مطبع قیمتِ اخبار اور اجرت
 کاتب اُن کو لکھ بھیجے اور اپنے نام اور سکن سے اُنکو اطلاع دے۔ بس اُس کو اپنے طور پر روپیہ
 بھیج دیں گے۔ ہم تم واسطے شناسائی ہمدگر ہو گئے۔ ہاں اگر اچانک روپیہ کے بھیجے میں
 دیر ہوگی تو میں کہہ کر ہجوادوں کا یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔ *

ایضاً مشفق میرے کم فرمیرے تمہارا خط اور تین دو رو تو چھاپے کے ہنچے۔ شاید میرا دیکھنے
 کے واسطے بھیجے گئے ہیں۔ اور نہ رسم تو یوں ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام
 مطبع کا نام چھاپتے ہیں اور دوسرے صفحہ پر لوحِ سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے
 اسکا بھی چھاپا اسی طرح ہوگا غرض کہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حُر خط اور الفاظ کی صحت
 میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ بے مبالغہ کہتا ہوں کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب
 بل متوجہ ہیں۔ تو اگر اچانک اصل نسخہ میں بہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہو تو اُس کو بھی صحیح کر دیں گے
 تم میری طرف سے انکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم اور یہی خطا میری طرز
 تصحیح چلی جائے جدول بھی بطور ہے۔ پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خطا چھاپا
 تو دل پسند اور نظر فریب ہوگی۔ کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فرہنگ کا کاغذ اچھا ہے۔

تفتہ تخلص کرتے ہیں سدا شد خان غالب کے شاگرد۔ ظاہر ابد اس نثر کے بھیجنے کے انہوں نے کچھ اپنے
منشی سے لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجھ کو اس حال سے کچھ اطلاع نہیں محتارے خط کی روشنی
میں اطلاع پائی اب میں مولوی مظہر الحق اُن کے منشی کو بلواؤں گا اور سب حال معلوم کروں گا۔ اصل یہ
کہ تذکرہ انگریزی زبان میں لکھا جاتا ہے ہتھار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل کیا جائیگا صرف
شاعر کا اور اُس کے اُستاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام متعین خاص حرج ہوگا خدا کرے
تکو فائدہ ہو جائے ورنہ بظاہر اس واسطے حرج ہونے نام کے اور کئی بات کا احتمال نہیں ہے۔
رٹیکین صاحب اب عدالت خفیہ کے جج ہو گئے۔ ڈگرو صاحب بہادر پہاڑی اگے اپنا کام کرنے
لگے رٹیکین صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے۔ معجزہ اجاڑے کا موسم بڑھ چاہے
عالم وہاں تک نا دشتوار اور پھر کوئی مطلب نکلنا ہو نظر میں نہیں۔ بہر حال مولوی مظہر الحق پرسوں کشینہ
کے دن میرے پاس آئیں گے۔ حال معلوم کر کے اگر میرا جانا یا لکھنا تہناری فلاح کا موجب ہوگا
توضوہ جاؤں گا۔ غالب روز جمعہ ۹ دسمبر ۱۸۷۳ء شائع۔

ایضاً بھائی تاج صبح کو سبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کجھت
میں لکھ بھیجا۔ کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمھارا اور ایک خط
مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کروں خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھ چاہیگا مرزا صاحب کی عنایت کا
بجالاتا ہوں یقین ہے کہ جلدیں میری خاطر خواہ بن جائیں گی کس واسطے کہ جو آج کے خط میں
لکھا ہے وہ بعینہ میرا کمزور خمیر ہے خدا اُن کو سلامت رکھے میرا سلام کہدیا خدا کرے اُن کے
خط کا جواب کل برسوں بھیجوں گا۔ رے امید سنگہ بہادر خوبان روز گاریں سے ہیں فقیر کا
یتاز اُن کو کہدینا۔ خدا کرے اُن کے سامنے کتابین چھپ چکیں بارے جبے گو الیا رتھریا
لیجائیں تو مجھ کو اطلاع لکھنا۔ نہیب کی جگہ نوے بن جانے سے خاطر جمع ہو گئی۔ بھائی میں

یاد رکھنا فسانہ میں ہم لوگ

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ

مصنع ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کے واسطے کتنا مناسب۔ منشی عبداللطیف کے گھر میں
 لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر محکو بھی ہو چکی ہے اور تنہیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں اب بوانگ
 ملو تو میرا سلام کہہ کر اس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معویٰ جب پورے سادوت
 فرماویں۔ محکو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے ہاں پلو ہاں ستر ہاں ۳۶ شنبہ ۲۶ جون ورنہ غائب
 ایضاً بخود ارتحار خط پہنچا۔ اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ مقطع اب اچھا ہو گیا رہنے دو۔
 کل جمع کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابوں کا پدسل بھیجا ہوا مولانا جہر کا پہنچا۔ زبان نہیں جو تعریف
 کروں۔ شاہانہ آرایش ہے آفتاب کی سی نایش ہے۔ مجھے یہ فکر کہ کہیں اُن کا روپیہ تیری میں صرف
 نہ ہوا ہو۔ اچھا میرے بھائی اس کا حال جو تم کو معلوم ہو محکو لکھ بھیجو۔ رقتا کے چھاپے جانے میں ہمارا
 خوشی نہیں ہے۔ لڑکوں کی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تم کو
 اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رہے ہے۔ میرا بادشاہ کی اور اپنی ناشناسانی آگے تم کو لکھ چکا ہوں
 اب تمھارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے اور اُمراؤ سنگھ کے آشنا ہیں۔ کچھ اُن کے خاندان کا
 نام و نشان دریافت ہو تو محکو بھی لکھ بھیجو تاکہ میں جانوں کہ یہ کس گروہ میں سے ہیں۔ یہاں وہ
 بہت دروغ گردین راوی نے محکو بہت پریشان کیا ہے ایسا واسطے خدا کے چراوی نے روایت کی
 وہ محکو ضرور لکھو۔ اور تلج گنج کے رہنے والوں کی اثیری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم مقصود
 عام ہو گیا ہے لڑنے والے آتے جاتے ہیں اور آلات حرب و پیکار و دیگر توقع آزادی پاتے ہیں
 یہ دشمن کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے۔ محترہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر شہادے۔ غالب۔ ۴
 ایضاً۔ بھائی وہ خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا تو قریب کی نہ رہی۔ قلعہ
 اور پھر کیا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارہ ریوند اور زندی کا تیل پیا

چھ جلدیں جو نذر حکام ہیں وہ اس کاغذ پر نہیں اور باقی چارہ شیورامپوری پر اور چارہ ہونٹیلے کاغذ پر چھاپو۔
 اور یہ بات کہ دو جلدیں جو ولایت جانیوالی ہیں وہ اس کاغذ پر چھاپی جائیں۔ اور باقی شیورامپوری
 یا ہٹیلے کاغذ پر یہ تکلف محض ہے یہاں کے حاکموں نے کہا ہے کہ ان کی زندگی کتابیں اچھے کاغذ پر
 نہ ہوں مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زاد پڑتا ہو تو خیر دو جلدیں اس کاغذ پر اور چار جلدیں شیورامپوری
 ہوں باقی جلدوں میں تمہیں ختم ہمارے۔ ہاں صاحب اگر ہو گئے تو کاپی کی یا ہی خدا اور سیاہ اور خرسند
 ہو اور آخر تک نگاہ بد لے آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ
 کتابوں کی کچھ تزیں اور آرائش کی فکر کریں معلوم نہیں تم نے وہ پیام ان کو پہنچایا یا نہیں۔ آپ اور
 منشی عبداللطیف اور میر تقی علی صاحب جہر باہم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر ورنہ
 ان چھ نسخوں کی جلدیں انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوادیتا۔ اور اس کا روپیہ
 تیاری سے پہلے مجھ سے منگوالینا۔ ان کہ ہمہ اور یک دم بہ نوید بشو پدید آورو اگر در دم دیگر
 بہ نبیب مباحش بہم زندان۔ اس میں نبیب کا لفظ کچھ میری سہل انکاری سے اور کچھ ہو کتاب
 رہ گیا ہے۔ اسکو تیز چاکو سے چھیل کر بہ نوائے لکھ دینا یعنی بہ نوائے مباحش بہم زندان
 اور اس کا استعارہ کیجو کہ جب یہاں چھاپا آئے گا تو بنادیں گے نہ اصل کتاب میں غلط ہے
 نہ چھاپے میں غلط ہو۔ اگر اجزائے اصل میرا میر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہوں تو انکو
 یا بھائی منشی بنی بخش صاحب کے یہ قلم دکھا کر سمجھا دینا اور بنوادینا از غالب روز شنبہ۔ ہفتہ ستمبر ۱۲۷۷ ع
 ایضاً۔ جیسے رہو اور خوش رہو ۵۵۵ وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی ۵۵۵
 زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پر داز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان
 وغیرہ میں پہلے سے جانتا ہوں۔ بنگ گھر کا روپیہ مصروف کاغذ و کاپی ہے۔ خاتم کو سلا کر
 منتہات ہو جب علی بیگ سرور جوانانہ عجائب نگاہیو آغاز داستان شہر اب مجھ کو بہت فرادیتا ہے ۵۵۵

بتاتے ہیں کیجیے کس دن کتابیں آجائیں۔ خدا کے سبک نام دلوانہ بنا ہو۔ ہاں صاحب فشی بالکلند بصیر
 کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔ میں کیا کروں اُس خط میں اُنہوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا
 لکھا تھا پس میں اُن کے خط کا جواب کہاں بھیجتا۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہدینا اور مطلع اگر کہ
 کتابوں کا حال تو تم خود دریافت کر ہی لو گے میری کہنے اور کہنے کی کیا حاجت۔ چار شنبہ۔ یسوم نومبر ۱۸۵۵ء
 ایضاً یکشنبہ سوم ذی قعد و پنجم جون سال حال حسب آج تمہارا خط صبح کو آیا۔ میں دوپہر کو جواب
 لکھتا ہوں۔ تمہاری ناسازگاری طبیعت سن کر دل گڑھا۔ حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست
 اور خوش رکھے۔ اور اوراق شغوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جس میں حکایت طالب علم اور اشار کی مٹکی
 واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق میں نے پم فلٹ پاکٹ نہیں بھیجے خط میں لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا
 وٹکٹ لگا کر ارسال کیئے ہیں رسید ملے تو اُس کو دیکھ کر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے
 ایسا جانتا ہوں کہ پان سات دن ہوئے ہوں گے۔ منشی بنی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا
 گھر اون کا آج گنج وہ خود مع بعض متعلقین اگر کہ ایک باز تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا
 جواب آیا۔ بابا چار بر خور و ریشو نز میں سے اُن کا حال پوچھوں گا۔ تم باہر کی ملاقات خضانی بھی
 رائے امید سنگ سے خط کی امید کیوں رکھتے ہو۔ جب اگر کہ جاؤ گا اور وہ وہاں ہوں گے تو
 ملاقات ہو جائے گی۔ میں خود واقعہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں از روے قیاس کہہ سکتا ہوں
 کہ اگر کہ یا بندہ بن کبھی کہیں سے اُن کا کوئی خط جکو آیا ہو تو میں گنہگار۔ غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب کچھڑی کھائی دن ٹھلاے کپڑے بچائے گھر کو آئے۔ ۸ جنوری ماہ
 سال حال دو شنبہ کے دن غضب الہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط میری مضامین
 در وناک سے بھرا ہوا راپور میں میں نے پایا۔ جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مراد آباد
 میں پنچکر پھیرا ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہاں پڑا رہا۔ اُنہوں نے بیمار داری

اس وقت تونج گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کرتا ہوں میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی میں کیا ہے۔
 وزن میں دو بار آدمی آدمی غذا کھائی گویا دس دن میں ایک بار غذا تناول فرمائی۔ گلاب دہلی
 بنا اور آلو بخارہ کا فشرہ اسپردار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہے اور صورت زلیست کی نظر آئی ہے
 آج صبح کو بعد دو اپنے کے تم کو یہ خط لکھا ہے۔ یقین تو ہے کہ آج ہیٹ بھر کر روٹی کھا سکوں۔
 صاحب وہ جو میں نے ۱۷ شعر مرثیہ کے لکھ کر تم کو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار
 دوسرے ماتم زدہ کو دید و کسوا سٹے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک وہ ہے
 اصرہ جو تم کہتے ہو کہ کچھ اوپر اسی شعر میں سے ایک شعر بھی اوتنے نہ لیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ شعر
 دست و گریباں تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اس میں سے کیونکر لے جاتے اشعار
 میرے پسند بے ستم بے غیب وہ جو تم کہتے ہو کہ صرف بابو برج موہن مینریم اور اس کا دوسرے مصرعہ
 میں بھول گیا ہوں مگر قافیہ میں من ہے یہ شعر غالب کو بر اعلیٰ معلوم ہوا ہو گا و اللہ بالشہ جب تک کہ
 تم نے نہیں لکھا میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ بہر حال بات وہی ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں
 بارے اب کھئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خان صاحب روزوں کے متوالے ہوں
 میں آئے یا نہیں آئے۔ آج ۱۰ اشوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کی واسطے
 ان کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شاید مجھ کو خط لکھیں۔
 غالب۔ محرمہ و مہرہ دو شنبہ ۲۲ مئی ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً۔ اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط کے آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا
 معلوم ہوا کہ دو دن کول میں رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہاں سے تم نے خط لکھا ہے دیکھئے
 اب یہاں کب تک رہو اور اگر کب جاؤ۔ برسوں بخوردار شہد نراین کا خط آیا تھا۔ کہتے تھے
 کہ کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں۔ مرزا میر بھی ایک ہفتہ

تک کہ سکتا ہوں اگر ریل میں ٹھیکہ آجائے تو زبانی کہہ دوں گا۔ غالب۔ ✽
 ایضاً۔ منشی صاحب ستاوت و اقبال نشان منشی ہر گوپال صاحب سلمہ اسد قتالی۔ غالب کی دعاے
 درویشانہ قبول کریں۔ ہم تو آپ کے سکندر آباد قانوں گویوں کے محلہ میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ
 راجہ مان سنگھ کی جو ملی مطبع او وہ اخبار میں بیٹھے ہوئے راریہ تھے لکھنؤ کا پیڑی رہے ہیں اور منشی صاحب
 صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لفظ
 ابھی نہیں پہنچا ہر ہفتی کو یکشنبہ حد جمعہ کو پہنچتا تھا۔ مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ٹیکسٹن صاحب
 کہاں ٹیکسٹن صاحب یکشنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کے گئے مٹان یا پٹنہ
 کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں۔ میں اپنی ناتوانی کے سبب انکی ملاقات تو راج کو نہیں گیا
 انفارمٹ گھاٹ پر نوکر ہیں صہ شاہرو پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب
 صبح یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ء۔ ✽

ایضاً۔ نوز چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدام کو خوش اور تندرست رکھے۔ نہ دوست بخل نہ
 میں کاذب۔ مگر قبول میر تقی سے اتفاقات میں زمانہ کے ✽ بہر حال کچھ تدبیر کی جائے گی اور
 ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی۔ تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا

یا کریم خود مند در عالم	یا مگر کس دین زمانہ نکر
-------------------------	-------------------------

انینا سے وہر کی طرح سرائی متوقف کرد۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل کہا کرو۔ اور خوش
 رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۵ء۔ ✽
 ایضاً۔ صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاندوں کے کوئی گانہ
 نتھارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں رویت ان تینوں قصیدوں کی نہیں سیکھتا
 اور وہ مقدمہ فہ کا باقتضائے حالات زمانہ مست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا ویرا یہ درست آئی

اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترک لباس کرتے ہو۔ پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جکوا تا کر پھینکو گے
 ترک لباس سے قید ہستی مٹ جائیگی بغیر کھائے پیے گزارہ نہ ہوگا سختی و سستی رنج و آرام کو ہوا کرے
 جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو۔ تا بآئیں ہی بنے گی غالب و قہر
 سخت ہے اور جان عزیز ہے۔ اس خط کی رسید کا طالب غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ کہ پوریتہ بدل جا دارد و ہر کجا بہت خدا یا بسلامت وارش
 صاحب کئی باجی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر متحیر کہاں بھیجوں اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ حضرت
 ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی
 شفقت کی طاقت نہیں رہی۔ مہذا تمہارا کلام پنجگی کو پہنچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے
 شیر اپنے بچے کو ایک دت تکائیں شکار سکھاتا ہے جبہ ہوا جاتا ہے تو خود لیے اعانت شیر شکار
 کیا کرتا ہے یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غل قصید
 لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اس کی ضرور مجھ کو بھیجا کرو۔

ایضاً شنبہ ۳ ریح الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشار کا ایک نہ ٹکٹ لگا کر اور
 اس پر لکھ کر کہ یہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک میں بھیج دیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق
 میں ڈال دو خواہ مخواہ آدھی اسکا حکم بجالایا۔ اور اسکو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ
 کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دست آویز معقول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکے تم سے خط کا محصول
 مانگیں تو تم اس جگہ کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان سیر گھر کے قریب حکیم محمود خاں کے گھر کے
 نزدیک عطار بھی پاس بازار بھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہے کہ
 ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دو مگر اب ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا
 اختیار ہے۔ رام پور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رام پور کو لکھ سکتا ہوں نہ اس کو لکھنے کی

راجہ صاحب کے ریکوئزٹ پر منشی و اللہ باشد اگر دو دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر مانتی تو بھی اُن کی بھٹا
 جے پور کے لئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی سوقت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آجاوے
 خدا کرے وہ آج پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کر دیں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کی جانٹیکے اور روپیہ
 بیچنے میں کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے یہ مصارف ہر دیوسنگہ اسی میں سے مجرا میں میری
 کمال خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو حشہ ہر دیوسنگہ کو میری طرف سے ضرور دیں۔ منشی صاحب کا کیا
 کاترس سے آیا تھا کل اُس کا جواب کاترس کو روانہ ہو چکا۔ واللہ عا۔ ادا شد۔ حرقہ دو شنبہ ہر مئی ۱۲۵۵ھ
 ایضاً۔ کل تھا خط آیا۔ راز بہانی مجھ پر آشکارا ہوا۔ میں سمجھا تھا تم دیوانگی اور شوش کر رہے
 اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تھا۔ میں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو طب
 کر کے کہتا ہوں کہ اُنے دل تو اپنے عزیز کو جان کیجئے مجھ کو تصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا تو میں
 میں گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ عیاذ باللہ۔ اب میں تم کو کیوں کہوں کہ بے حوشی گوارا کرو اور کافرا
 نہ چھوڑو۔ بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہئے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر بہر حال دوش کی سنی
 سے کام اُسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے بدستور بلکہ روز آخر و
 سے ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ یہی

وصلے کہ دریاں ملال باشد	ہجراں بہ ازاں وصال باشد
-------------------------	-------------------------

آدم بر سر مدعا۔ تمہاری رائے ہم کو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا بیج پڑا کہ نکل نہیں سکتا نہ
 تم کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سوالے اسکے کہ تماشائی زیر
 قضا و قدر بنا رہوں کچھ بن نہیں آتی

بہ بینم کتا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ وارد نہاں
-------------------------	--------------------------

جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر درپیش آیا ہے ہوشناکانہ اور متوجہ ہوا ہوں

ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب میرا حال سنو

پایان شب سیدہ سپید است

درویدی سے اُمید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں محکومات پارچے اور تین رقم جو ہر خلعت ملتا تھا لاڈ کینگھا
میرا دربار خلعت بند کر گئے ہیں اُمید ہو کر بیٹھ رہا اور ملت العز کو بالوس ہو رہا اب جو یہاں ٹھنٹ گورنر
پنجاب آئے ہیں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہیں گئے کل انہوں نے مجھ کو بلا بھیجا بہت سی عیادت
فرمائی اور فرمایا کہ لاڈ صاحب تلی میں دوبارہ کریں گے میرے ٹھہرتے ہوئے اور میرے ٹھہر میں اُن ضلوع کے
علاقہ داروں اور مالگزاروں کا دوبارہ کرتے ہوئے انبالہ جائیں گے دلی کے لوگوں کا دوبارہ
ہو گا تم بھی انبالہ جاؤ شریک دربار ہو کر خلعت معمولی لے آؤ۔ بجائی کیا کہوں کہ کیا میرے دل پر گزری
گویا مردہ جی اٹھا کر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سنتا مگر زکام سا ان سفر انبالہ و مصارف بے انتہا
کہاں سے لاؤں اور طرہ یہ کہ نذر معمولی میری قصیدہ ہے۔ ادھر قصیدہ کی فکر۔ ادھر روپیہ کی تدبیر
حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کا دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان۔ میرا خدایہ مشکل بھی
آسان کریگا لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چہن ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطریں تھیں ایسی ہی کئی سطر
جانب احباب کے لکھ کر بھیج دی ہیں جیسا رہا تو انبالہ سے اگر خط لکھو گنا۔ روز چار شنبہ۔ ۱۲ رمضان ۴۴۴ روروری
ایضاً بجائی تم نے مجھے کونسا دو چار سو روپے کا نوکریا پنشن دار قرار دیا ہے جو دس بیس روپے مہینہ
قطعی آرزو کھتی ہو۔ تمھاری باتوں پر کبھی نہیں آتی ہے اگر اچانک تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا
کمپنی ہوتے تو مجھ پر ڈپٹی کلکٹر کی بہر حال خوش ہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپے مہینہ پنشن انگریزی
سے قطع مقرر ہو گیا مگر ادا سے زرا بتدائے جون شلوع یعنی ماہ آئندہ سے یہ قطع جاری ہوگی۔
بابو صاحب خط تمھارے نام کا بچھا۔ عجب تماشا ہے وہ دزدگ کے ہونے سے بخل ہوتے ہیں
اور میں اُن کے عذر چاہنے سے مر جاتا ہوں۔ اسے اتفاق آج میں نے اُن کو لکھا اور کل

دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھو ہیں جس میں اعداد و سال مطلوب مغل آتے ہیں اور
 معنی کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت
 یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ مستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب ادا
 حق مودت ہے تو یمن حق دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا نکھوں۔ داد کا طالب غالب۔ +
 ایضاً۔ کیوں جہاراج کول میں آنا اور جناب نشی بنی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی
 اور ہم کو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجھ کو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھ کو
 اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کب تک ہوں گا اور کب جاؤنگا اور باوجود
 سے کہاں جا ملوں گا۔ خیر اب جو میں نے نیچائی کر کے تم کو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میر قصور سوانح
 اور مجھ کو ساری اپنی حقیقت لکھو۔ مختار سے ہاتھ کی نکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میر سے پاس موجود
 ہیں اور اصلاح پاچکے ہیں اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں ہر چند انہوں نے نکھا ہے کہ اکبر آباد
 ہاشم علی خاں کو بھیج دو لیکن میں نہ بھیجوں گا جب وہ اجمیر یا بھرتور پہنچ کر مجھ کو خط لکھیں گے تو میں
 ان کو وہ اوراق ارسال کروں گا یا تم جو کچھ گئے اسپر عمل کروں گا۔ بھائی ایک ان شراب نہ پوچھو
 یا کم پیو اور ہکو دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ اللہ۔ رقمزدہ یکشنبہ چارم جنوری
 ایضاً صاحب تمھاری سعادتمندی کو ہزار ہزار آفرین نکھوئیں ہی چاہیے تھا۔ لیکن میں نے تو کیا کیا
 بطریق متنا کھی تھی جیسا کہ عربی میں لیت اور فارسی کا لیتے۔ اب تم رو داد سٹو۔ عرضی میری
 مرجان لائٹنر جیف کشر بہادر کو گزری میر تمھارے کہ عرضی میر کو ان غنیمتیں مل چکی ہیں اور یہ لکھا جا کہ معرفت
 صاحب کشر دہلی کے پیش کردار بہر شہ دار کو لازم تھا کہ میر کا نام موفی دستور کے خط لکھتا۔ یہ نوادہ عرضی حکم چڑھی
 ہوئی میر بایں آگئی تین خط صاحب کشر چارلس سائڈس کو لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اسی غصہ کو بھیج دی
 صاحب کشر نے صاحب کلکٹر کے پاس حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پیش کی کیفیت لکھو اب یہ مقدمہ

بڑا چاہو گیا ہوں۔ پہرا ہو گیا ہوں۔ سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا۔ میں اردو میں گنا جاتا تھا
 پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہو گیا ہوں اور ایک بہت بڑا و جھالگ گیا ہے کسی ریاست میں خل کر
 نہیں سکتا تھا مگر ہاں استاد یا پیر یا تاج بن کر راہ ورسم پیدا کروں کچھ فائدہ اٹھاؤں کچھ اپنے کسی
 عزیز کو دیاں دخل کر دوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے۔

تاما نہاں دوستی کے بردہد | حالیا رفیت و تنجے کا شیتم

صحنہ کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا۔ آج کل آجائیکا پھر اس کے جزو دان کی تیاری کر کے
 روانہ کروں گا ابھی کل میں آرام کرو اپنے بچوں میں اپنا دل بھلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائو
 وہاں اپنا دل بھلاؤ۔ دیکھو اس خود داری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں
 والسلام۔ اسد اللہ۔ جھہ دہم و سمبر شہ ع۔

ایضاً صبح و شبہ۔ پنجم جاوی لا اول و نوزدہم نومبر سال حال۔ میرزا الفتہ کل تمہارا خط
 کا غذا شہر آیا۔ آج تکو خط لکھتا ہوں اور خط لکھتا ہوں موسومہ میرزا شاہ بھیجتا ہوں کا غذا شہر
 پرسوں روانہ ہو گا۔ فن تاریخ کو دوں مرتبہ شاعری جانتا ہوں۔ اور تمہاری طرح سے یہ بھی عقیدہ
 نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے آداب سے حق محبت ہوتا ہے بہر حال میں نے منشی بنی بخش مرحوم
 کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھ کر بھیجا۔ منشی قمر الدین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ۔

شیخ بنی بخش کہ باحسن خلق | داشت مذاق سخن و مہم تیز
 سال وفاتش ز پئے یادگار | بادل زار و مژدہ و جسد ریز
 خواستم از غالب آشفته سر | گفت مدہ طول و بگور ستیخن

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد و نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی
 مرقع ہے جیسا کہ یہ مصرعہ ہے۔ در سال غرس ہر آنکہ ماند بیند۔ انوری کے قصائد

کہ اس خیال میں ایک بنا ڈالی تھی وہ ٹھٹھی راجہ لڑکا ہوا اور گھوڑا ہوا راول جی اور سعد خان بنے رہتے تو کوئی صورت
نکل آتی اور یہ جواب لکھتے ہیں کہ راجہ تیری دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی تو آپ نے
تحریر نشی ہر دیوسنگہ کہتے ہیں انکا بیان کیونکر دہنیشن ہو۔ وہ بھی جواب صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ
نقد اور خلعت مرزا صاحب کو سٹے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور میں لیکر چلا۔ بھاگن۔ چیت۔ بیسا لکھ نہیں
معلوم رہی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو بھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرورد بابو صاحب نے پہلی بار تو ایک
دو ہندویاں بھیجی ہیں تو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین نے کش کیواسٹے۔ راجہ صاحب کی طرف سے
ایک تولد کنور صاحب کے الغام میں اور ایک اپنی طرف سے جکبو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہندویا
سو سو روپیہ کی بعد چار چار پانچ پانچ مہینے کے آئیں مع میر احمد حسین صاحب کے صلہ کے روپوں کے
چار سو اور اس کے علاوہ تین سو اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اس کا حساب صاحب
کی عمر چوالہ ہے اگر وہ دو برس کے ہیں تو دو برس میں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس میں
ماں صاحبہ ہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو میرے پرلے دوست ہیں برسوں یا اترسوں جو دیکھ
کا ہر کارہ تھا رخط لایا تھا وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں انکا میرکان کے
پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر رکھ لیا ہے جب میر صاحب آجاویں تو تم انکو میر اسلام کہنا اور کہنا کہ حضور
اگر میرے واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دلی آئیے۔ غالب۔

ایضاً۔ عجب تاشا ہے بابو صاحب کچھ چکے ہیں کہ ہر دیوسنگہ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہندوی لایا
مگر اس کے مصارف کی بابت انیس روپیہ کئی آئے اس ہندوی میں محسوب ہو گئے ہیں میں اپنے
پاس سے ملا کر پورے پانسو کی ہندوی جکبو بھجتا ہوں میں نے انکو لکھا کہ مصارف ہر دیوسنگہ میں
مجاوردو گنا تکلیف نہ کرو ورنہ یہ میری طرف سے ہر دیوسنگہ کو اور دید و اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو
کی ہندوی جلد روانہ کرو۔ سو بھالی آج تک ہندوی نہیں آئی میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی

صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اس حکم کی نہیں کی پرسوں تو ان کے ہاں رو بجھا کر آئی ہے دیکھئے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں ذکر کہاں رہا ہے جو اس کو دیکھیں گے۔ بہر حال چذا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں محکام کے نزدیک یہاں تک لپک ہوں کہ نیشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا۔ مولوی قمر الدین خاں کا کوٹ جانا اور راہ سے پھرانا معلوم ہوا حق تعالیٰ انکو زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نجیب صاحب سلام اور ان کے بچوں کو دُعا کہنا اور یہ خط ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی بُدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خذا اچھی کرے وہ غرت وہ ربط و ضبط جو ہم رئیسِ نادوں کا تھا اب کہاں۔ روٹی کا ٹکڑا اپنی بھجائے تو غنیمت ہے۔ گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور اچھٹی اور کشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مثل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو۔ عملہ نے خط نہ لکھا صرف عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیج دی ہے ہر جہاز دوست میرا سنیکوٹ ۴ سنویرز اتفقتہ اب میں جو اپنا حال تم کو لکھا کروں تو تم میری بھائی اور مولوی قمر الدین خاں کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۲۵۵ ع۔ ایضاً۔ بھائی ہاں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب گئیں۔ کل ایک دست کا خط اکبر آباد آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرزا۔ رانی فری۔ بھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی جینا تھ کے آنے پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ اُس دست کی تحریر ہے۔ ظاہر اُس کو یا بوج صاحب کا نام نہیں معلوم۔ اُن کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اُس دست نے بطریق اخبار لکھا ہے اُس کو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنارہیگا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب بے پور کا مقدمہ بالائق اسکے نہیں ہے

کہ اگر ایک فرزند شرکابی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا تھا اور اگر فرزند قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بنی شروع ہو گئیں ہوں گی تم سمجھتے میں تمہارے اور بھائی منشی بنی بخش صاحب اور خباب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنے کو تمہارا اور ان کا آنا سمجھتا ہوں۔ تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تعمیل سے فریخت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دیدیں۔ میں ان کتابوں کا آنا کب تصور کروں دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دیوالی کی تعطیل کئے بت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمر الدین خاں صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں ان کا آگرہ کا آنا لکھا۔ پھر وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خان صاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر یہ اُس دفتر میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر معین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو۔ مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خان صاحب کو ایک گاؤں جاگیر میں ملا ہے۔ مولوی قمر الدین خاں صاحب اُس کے بندوبست کو آیا چاہتے ہیں اسکا فائدہ کیوں نہیں ہوا اب ان سب باتوں کا جواب لکھئے۔ خباب مرزا صاحب کو میرا سلام کہئے اور یہ پیام کہئے کہ کتاب کا حسن کا نون سے سنا دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھوں کو شک ہے کانوں پر اور کان خشک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق آنکھوں کو کتب ملے گا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہئے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجھ کو جلدی نہیں ہے آپ کی تخفیف تصدیق چاہتا ہوں۔ یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جائے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔ خباب منشی شیونزین صاحب کی عنایتوں کا شکر میری بانی ادا کیجیگا۔ اور یہ کہئے گا کہ آپ کا خط پہنچا چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور مہذا کوئی امر جواب طلب تھا اس واسطے اسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ۔ نگاشتہ دروان داشتہ صبح شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۲۸۵ء۔ رقم غالب۔

یہ کہ اس ہڈی کے بھر مسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے وہ تھا خاکرے میں اور میں آج کل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے ابو صاحب کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر میں ہوں گے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپے کی کوئی ایسی بات اگر مصارف ہر دیو سنگ میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انیس اور پچیس۔ چون روپے نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں لفظ غلطوں کے جو میں نے نیچے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے با انیمہ کیسی بات ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ ابو صاحب کہاں ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرت پور آئے ہیں۔ اچھے کرنے کی تو ظاہر کوئی وجہ نہیں ہے ناچا کثرت انتظار سے عاجزا آج تم کو دکھا ہے تم اس کا جواب مجھ کو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے۔ زیادہ زیادہ۔ اسدا اللہ مرقومہ: بخم جون ۱۳۳۷ ع روز پنجشنبہ۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرا سلام پہنچے۔ خطا اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق و حال ابھی توں ہی ہر گز ہیں گے اگرچہ گرمی رفع ہو گئی مینہ برسنے لگا۔ ہولے سڑو چلنے لگی۔ مگر دل مکڑ ہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولیعہد کا قصیدہ بے خاتمہ آگے سے کہہ رکھا تھا اسکا خاتمہ بہارِ مشقت رمضان میں کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی بنی بخش صاحب پر سوں یا انیسویں بچوں گا ان سے لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے ان کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہر پال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھیں اور چاہیں تو نقل لے لیں۔ اسکے سوا اور جو کچھ تمہارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں۔ اور توں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسدا اللہ۔

ایضاً۔ کیوں صاحب اس کا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایک بار منشی شیو زاین صاحب نے کہہ کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس راہ سے یقیناً کر رہا ہوں

کسی اور کی ہو گئی۔ کتابوں اور پھر سوت چاہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام مطیع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں۔
بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ۔ غالب۔ ۴۔

ایضاً۔ بھائی صاحب ۳۳ کتابیں بھیجی ہوئی بر خوردار منشی شیو نرائن کی کل حصہ کے ۱۲ نومبر ۱۸۸۱ء
اور سیما ہی اور خط کا حسن دیکھ کر میں نے از روئے یقین جانا کہ طلائی کام پر یہ کتابیں طوں بہت
بہن جائیں گی حوریں دیکھ کر شرمائیں گی یہ تو سب سے گریز ہے مجھ کو ان کا دیکھنا تکبیر ہو
آپ پر گمانِ تائبان گزے یہ تو کیونکر ہو۔ ہاں صحاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے
حق کا جلا وطن بن جائے یعنی مدت مناسب دیر نہ لگائے اور ہاں حضرت کچھ ایسی بھگلی ارسال
کر دیجئے گا کہ وہ پارسل شوب لفسے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے۔ مجھ کو وہ
ایک ایک کتاب اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یا الہی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا
پارسل تیرے حفظ و امان میں مجھ تک پہنچ جائے اور یہ نہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھتے
اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج ہم نے کتابوں کا پارسل روانہ کیا ہے

یارب این آرزوے من چہ خوش است	تو بدین آرزو مرا برساں
------------------------------	------------------------

فرستہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۸۱ء

ایضاً۔ دیکھو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں صاف آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے
بندہ پرور پہلے لکویہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر کرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام
کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی
صاحب جہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا

شرط اسلام بود و زرش ایمان بالغیب	اے تو غائب ز نظر مر تو ایمان من است
----------------------------------	-------------------------------------

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُس کے وودن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا۔ سنا صاحب

ایضا جہاں صاحب شاہ ہوتا تھا کہ ہر مثنوی شہزادین صاحب کو خط لکھا تھا سب کو خط لکھا تھا اور انہوں نے مثنوی کی سیدھی دہری کا ہر کا وہ ان کے پاس لے کر لکھا آخر میں نے یہ لکھا ہوتا تھا کہ تم نے مجھ کو سب کی سیدھی دہری کا جواب لکھا اگر گیارہ لکھا گیا تو تم نے سب کی سیدھی دہری کا جواب لکھا تھا مگر تم نے تو دہری بھی ہو چکی ہو گی مگر تو صحت دہری نظر آئی ہے کہ گویا تم لکھ گئی ہو کتاب مطبع میں لے کر دی اب سب کی ترغیبیں تھیں کہ یہ غرض نہیں پس اگر یوں ہی ہے تو میں انطباع سے درگزا۔ سینکڑوں مطالبہ مقاصد رہ جائیں گے اور پھر اس محنت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اس کتاب دشمنی کی سیدھ لکھنے کی وجہ کیا بے تکلف قیاس جانتا ہے کہ تم مجھ سے خطا ہو گئے ہو۔ خدا کی واسطے خط کی وجہ لکھو جو حکموں نے یہ خط روانہ کیا ہے بڑھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری بخشش کا بالکل یقین ہو جائے گا اور یہ سب وجہ نہ معلوم ہونے کے جی بکھرائے گا میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا۔ خدا کے واسطے خط جلد لکھو اگر خطا ہو تو خط کی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رے امید نگہ سے بھی نہ ملے ہو گے عیاذاً باللہ میں ان سے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ماں مرزا تفتہ و مثنوی تلو تلو اچھی طرح پڑھا دیں گے اگرچہ ایسے حال میں کہ مجھ کو تم پر الگ ہونے اور پہلو تہی کرنے کا گناں گزرا ہے کوئی مطلب تم کو کھننا نہ چاہیے مگر ضرورت کو کیا کروں ناچار لکھتا ہوں صاحب مطبع نے خط کے لغافہ پر لکھا ہے مرزا نوشہ صاحب غالب غور کرو کہ یہ کتاب بے جوڑ جملہ ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اول کتاب پر بھی نہ لکھ دیں۔ آیا فارسی کا دیوان یا اردو یا بیچ آہنگ یا مہر نیمروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں بھیجی جو وہ میر نام لکھ دیتے۔ تم نے بھی ان کو میر نام نہیں بتایا صرف اپنی نفرت عرف سے وجہ اس دایلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ دلی کے حکام کو تو عرف معلوم ہو مگر کلکتہ سے ولایت سے یعنی وزراء کے محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اس لائق عرف کو نہیں جانتا پس اگر صاحب مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھ دیا تو میں غارت ہو گیا کھو گیا گیا۔ میری محنت رائیگاں گئی گویا کتاب

جی گھبرا رہا ہے جب تک اس کا جواب پاؤں گا آرام نہ آئیگا۔ بخود اقبال نشان میرزا شہاب الدین خاں بہادر کی زبانی آپ کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سنی گزروہ جو تحریر و تخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہنا حضرت اب تو خالصاً اللہ و الرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجھ کو اس جگہ کی معافی کہہ دیجیے زیادہ حاداب۔ عفو جرم کا طالب۔ غالب۔

ایضاً درپیش شستم و در کا جوئی استوار بادشہ را بندہ کم خدمت پر خوار ہست حضرت پروردگار برحق۔ روز افزونی کا ہش اب اس حد کو پہنچی ہے۔ یہ تقسیم جزو لایعجز ہی حال آگے باؤز گھر رہنے لہو خشک دیا تھا اب آتش و فتنہ نے سنا سہا جلا دی اس غایت نامہ آج رقم فرمائیں کہ جو میر خط کا جواب نہیں بھیجا مجھ کو جو عفا ستیلا زبان خیال ہیں آہ کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب کچھ چکا ہوں اگلے اب کو ہو گا یا اگر وہ لفاظی ڈاک میں تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ بتوقع ہوں کہ اسکا نہ پہنچا میری نرسانی بخت کی تاثیر سمجھا جائے میں مجرم ٹھہروں۔ زیادہ حاداب۔ نجات کا طالب غالب۔ روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۳۷۷ ع۔

ایضاً تم سلامت رہو ہزار برس ہزار برس کے ہوں دن پچاس ہزار آج منگل ۱۶ جون ۱۳۷۷ ع ۱۲ بجے غایت نامہ یا۔ سزما نہ چھکھک سفیدہ صبح مراد سمجھا۔ ننگا آب چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان چھا ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کہ اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کچھ کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ لفاظی انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھو اگر ننگا ارسال کیا۔ اس فرمان میں اس لفاظی کی رسید نہ پائی۔ ظاہر ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر بے روح کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ قیاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفاظی میں لپیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لفاظی بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب اور ارق اشارہ بھیجوں گا۔ زیادہ حاداب۔

جس شخص کی جن شکل کا ذوق ہو اور وہ اُنہیں بے تکلف عمر بسر کرے اُس کا نام عیش ہے تمہاری توجہ معطر بطرف
شعر و سخن - تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو بھکاری سخن گسری ہو اس کی شہرت
میں مبری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کچھ ہو
اشعار سب بھول گئے مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد کیا
ہے سو گاہ گاہ جب دل لٹنے لگتا ہے تب اس پہنچ بار یہ مقطع زبان پر آ جاتا ہے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ حذار کہتے تھے
پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرعہ ٹپھ کر چپ ہو جاتا ہوں اے مرگ ناگہاں
تجھے کیا انتظار ہے یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرنا ہوں جو دکھ
مکھوئے اُسکا بیان تو معلوم مگر اس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو اُن رُسیا
کالوں کے باعث سے قتل ہوئے اس میں کوئی میرا امید گاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست
اور کوئی میرا ایا اور کوئی میرا شاگرد - ہندوستانیوں میں کچھ عزیز - کچھ دوست - کچھ شاگرد -
کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے - ایک عزیز کا نام کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے
عزیزوں کا نام وار ہوا اسکو ریت کیونکہ نہ دشوار ہو - مائے اتنے یار مرے کہ جواب میں مردگانا
تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا - اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق - تقصیر مخاف - میں معی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ ہمتناشہ
یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقہ ارادت سے خارج کر دیا - عراض جواب طلب کا جواب نہیں
ایک عنایت نامہ سابق میں اب زہل میر و بر پر چنگ - یہ جملہ مرکب لکھا ہوا تھا - میں اسکو ٹپھ نہ بھی سکا
مسی تو علاوہ رہے - میں نے عرض لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا

ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب سد خاں کی اولاد میں سے ہیں۔ اور تھاری لموں جیسا یعنی نواب میر
منفور کے بڑے دوست میں اب یہ توکری کی جستجو کو کھلے ہیں اب ان کی تعظیم و توقیر میں فی واقعہ فرقہ
نہ کریں اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور مالی ہر کار سے ان کو ملوادیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملو
تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب پر موصول ہو چکا ہے کیا خوب ہو کہ اس سرکاری نوکر جو انہیں
اگر توکری کی صورت نہ بنے تو راج سے ان کی خدمت بائیں شائستہ عمل میں آوے نواب سد خان عالمگیر
کے وزیر تھے اور فرخ سیر ان کا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو مار ڈالا تو از روی
کتب تو راج ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی۔ اور خود فرخ سیر پر کیا گری قصہ کو تاہ ان کی تقریر
میں جو راج آپ صرف کریں گے اور جس قدر آپ انکی بہبود میں کوشش کریں گے احسان مجھ کا۔ نیا و زیادہ
ایضاً سید صاحب میل الناقب علی خاندان سعادت و اقبال تو امان چکوا اپنی یاد سے غافل و سید
کی خدمت گزاری سے خلغ نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب غریب یہ نہیں اور ان کا بجائی
باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل جائے گی۔ صامتہ ناطق سیم دوزر و پادشہ شرفی منتا ہوں کہ
کچھ نہیں ہاں جاو او سوئید کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم نہ ہوگی۔ کراہ اس کا تقسیم ہو جائیگا
میں رائے کیا دوں اور سمجھاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا وہاں
میاں بھی بیٹھا تھا باہم ان دونوں صاحبوں میں بھی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت
تھے قضا و قدر کو چھوڑ دینرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھاٹا نہیں ٹوٹا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں
املاک کا کراہ بٹ رہیگا گھبرائے کیوں ہو یہ دلی والوں کی خفایت کے حالات ہیں تمہارا بھتیجا
یعنی حیدر حسین خاں چکلیا۔ عوارض کی اندھی دفع ہو گئی۔ توقع و سبت کی قوی ہے صرف طاقت
کا آنا باقی ہے صدمہ بڑا اٹھایا۔ ہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاویں گے انشاء اللہ

بنام سید بدالدین احمد المعروف فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظّم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا
 عنایت نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے حصّے میراجی بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں اُن کے
 برہنہ ہوتا ہے پروردگار اُن کو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاقہ سعادت روزگار
 کی وہ مہورت شاید بچ سفر کی وہ حالت۔ اسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علم
 یہ کہتنی بڑی مصیبت ہے کہ جو ان اُماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ زلیّت کا سر شریعت خدا
 ماتھہ جو آدمی کیا کرے دل پر میر جو گزری ہو وہ میر اول جانتا ہو یاں بحسب ہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیے۔
 حیران ہوں کہ اگر خط لکھوں تو کس تپ سے نکھوں ناچار ابھی تامل ہے جبہ ہجرت پر آجائیں تو آپ
 اُن کے آنے کی محال اطلاع دیجیگا کچھ لکھ بھیجوں گا۔ نواب علی نقی خاں جس کے خط کے جواب میں اپنے
 محکو لکھا تھا وہ محکو یاد دہیگا جب نواب صاحب آجائیں گے میں اُن کو سمجھا دوں گا آپ ہندی اور فارسی غریب
 مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں چار کچھ تھیں
 سو وہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس یا ضیاء الدین خاں صاحب پاس۔ میرے پاس کیاں
 آدمی کو یہاں اتنا توقف نہیں کہ وہاں سے دیوان منگو کر نقل آتے اور بھیجوں۔ سید محمد صاحب کو
 ان کے دونوں بھائیوں کو میری دعا ہے۔ اسد اللہ گشت چار شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۸۶ ہجری ۲۰ جزی ۱۲۸۶
 ایضاً مخدوم مکرم خاں فقیر صاحب کینہت علی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن ہوئے محکو یا نہیں کیا اور محکو کچھ لکھا حال معلوم نہیں
 بابو صاحب خدا کا کجاں میں کس کام میں ہیں ان کا بھی کچھ حال معلوم نہیں منشی برکوبال تفتہ کی تحریر ہے بابو صاحب کا حال اکثر
 تہا بہ خیریت گاہ دہشت ہو جاتی تھی سو بہت دنوں سے علی گڑھ میں ہیں۔ اگرچہ خط اُن کے
 آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بعد ہی ہے پھر تمہاری خیریت
 بابا بھیس بہر حال معفو اس تحریر سے ہے کہ نواب میر علی نقی خاں صاحب آپ سے لیں گے یہ بہت علی خاں

آج تیر حواسِ دل ہے کہ تپِ مفارقت کرتی ہے نہ دستِ بند ہوتے ہیں نہ تھے موقوف ہوتی ہے
چارپائی کاٹ دی ہے حواسِ اہل ہو گئے ہیں انجامِ اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے والسلام
والاکرام مرقومہ ۲۴ رزی قعدہ ۱۲۹۹ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب۔

بنام چودھری عبدالغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا
سبح الثانی کی چوبیسویں اور دسویں پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالحکیم
خاں کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرتے
گئے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف غلام علی کے یادہ ربط نہیں ہے سوان کا حال مجھ کو معلوم
اکر وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آج کچھ
لکھیں وہ بظلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبات بدستخط خاص لکھی اللہ
باللہ نہ مجھ سے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجنا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ
فرمایا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھ کو بجا اپنے گاہر اور جلدِ بیضی مکرّم
جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے۔

ایضاً۔ جناب عالی آج آپ کا تفقذ نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم ماہِ بقیدِ روزِ شنبہ
پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب سے تطابق میں میں اُلجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا
ٹو اک کیا ہے خاک ہے خیر اور دھڑا اور دھڑا جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ یہ پاگلوں کا
ہو گا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب لکھا حقیقت میری مجلایہ ہے کہ راہِ درسم مراسلت حکامِ عالی
مقام سے بستو جاری ہو گئی ہے نواب لکھنؤ گورنر بہادر غربتِ شمال کو نسخہ و متنو بسبیلِ درک
بھیجا تھا ان کا خط فارسی مشرحتین عبارت و قبولِ صدقِ ارادت و موتِ بسبیلِ ڈاک لکھا

ایضاً۔ پیر و مرشد آج نوان بن ہو جسین مرزا صاحب کے الور گئے اگر ہوتے تو ان سے پوچھتا کہ حضرت
میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اُس پر کسے چڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور
کیا سمجھے اب یہ حقیقت مجھ سے سینے سے لٹائی یعنی سال گزشتہ میں قاطع برہاں چھپی پچاس جلدیں
میں نے مول لیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کی آپس میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ تمہارے کس کام کی ہو تھیں
تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو گنہگار تھا اب کوئی جلد باقی نہیں ہے رہا دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو
وہ اس عرصہ میں دلی اور کانپور دو جگہ چھاپا گیا اور تیسری جگہ اگر وہ میں چھپ رہا ہے فارسی دیوان
بیس بجسین سول عرصہ واجب چھپا تھا پھر نہیں چھپا۔ مگر ہاں سال گزشتہ میں منشی نو لکشور نے
شہاب الدین خاں کو لکھ کر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خان نے عذر کے بعد بڑی محنت سے جمع
کیا تھا وہ منگالیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو میں یعنی کوئی مصرعہ میرا اس سے خارج
نہیں اپنا سنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آجائے تو دھڑ بھجکر
بیس جلدیں منگواؤں۔ جب آجائیں گے ایک آپ بھی بھیج دوں گا۔ نواب محی الدین خاں صاحب کا
حال سُکر بہت جی خوش ہوا میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔
ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب لکھنے میں دیر لگ اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میان کے نزدیک
آج وہ مجھ سے مل گئے اور ان کی زبانی سارا حال سُن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا۔ سُنو صاحب ایک منشی
محمد تقی تھی نہیں یہاں تو سانا روہن ہے۔ محمد تقی ایک اُس کی وہ نہیں تین منشی آغا جان کی تین بیٹیا
اور ایک بیٹا چارہ سات مدعی ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی ہے۔ نہ وہ حکام ہیں جنگو من
جاتا تھا نہ وہ کلمہ ہے جس سے میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد میں جنگو پچاس برس
میں نے دیکھا ہے ایک کو نے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفظ
درد زبان ہے تمہارے بھائی غلام حسین خان مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خاں خدا ہی خدا ہی جو بچے

پاسنہ رسید بھجوانی انھوں نے محتاج ٹیکھر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندر راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب
پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذریعے یہ سنکر میں نے مناسباً تاکہ وہ رسید آپ کے پاس بھجوں آپ سکندر
راؤ کے مکان میں آکر اسے پارسل ٹیکھ لیں اور اب اس سے کوئی میری طرف راجع ہونا کسی صورت

میں ضرور نہیں۔ والسلام *

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور ہر گشتی کا شکر بجا لاتا ہوں آپ کا خط مع قصیدہ
وثنوی پہنچا۔ ثنوی کو جداگانہ بطریق پیم فلٹ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں
لغز اس کا بھی آپ کے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصداور پھر اپنے چچا صاحب کے ہنو
سے نظر تابستان پاس عزیمت کا لتوی رکھنا معلوم ہوا آپ کے چچا صاحب نے کراست کی کہ جو آپ کو منگیا
ٹاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک جاتے تو ممکن تھا گر ہنا شہر میں حصول
اجازت حاکم اطفال ضرور رکھنا ہو۔ اگر غرض ہو تو نہ ہوا اگر خبر ہو جاوے البتہ قیامت ہو۔ زہنا رکھی گیان کیسے حکم
دلی کی عکاسی میرٹھا مادگرہ اور بلاد شتر قہر کی مثل ہے۔ یہ پنجاب طوطہ میں مثل ہے قانون نہ آئیں جس حاکم
جورے میں ہو وہ ویسا ہی کرے ہر حال سے اس کا محمودی دیدار دیکھو یہ بڑا نفع والہ العظیم دین میں ہے ان کی
صورت امن مان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو بابت اس صورت میں بھی بڑائیگی میں تیا کے ہوئے ہوں کہ میری اور تجاری
ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں
اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں ماہرہ کو آتا ہوں۔ حضرت پروردگار کا
اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا نہ دیکھا
صاحب یہ ثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا کھاؤ پڑے
ہوں گے تب یہ تراوش خوتا بہ طور میں آئی ہوگی۔ فرمایا ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب
ابنیں کے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجھوں

پھر قصیدہ بہار بہت محنت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب یا جہربان دستان القاب
 لکھ کر کاغذ افشانی ازان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ ٹنگری صاحب لکھتے گورنر بہادر ظفر پنجاب
 مح میں تو بسط صاحب کاشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ توسط کاشنر بہادر
 کل منجھو آگیا۔ پنشن ابھی تک منجھو نہیں ملی جب یلگی حضرت کو اطلاع دیجا یلگی پروردگار عالم میں
 میں جاہل ہوں انکی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا۔ اسی حضرت جناب مخدوم
 مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں انھیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی
 عبارت آرائی نہ طبع آزمائی۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مٹی و جون میں آپ کو پہنچ جانے آپکا
 بھی تواضع کا خط منجھو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے۔ جناب شیخ صاحب کیوں منجھو مجرب کرتے ہیں
 اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجتے
 لطف اٹھاؤ گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئے گا بے تکلف عرض کروں گا۔ میرا سلام کہئے
 اور مثنوی اور قصیدہ ان سے لیکر جلد بھیج دیجئے۔ اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچا
 اور کہئے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق ہی الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالرف ہوا ہو یا دی
 بعد ہزار مست آپ کو مبارک ہو اور ان کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو
 فیض علیاں صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا ترحم رہو
 خط کا خلاصہ اس خط میں ملفوف کر کے یہ بھیجتا ہوں یہ آج پہنچا اور آج ہی میں نے اس کا
 جواب لکھا۔ کاتب وہ ہی ہے جو خلاصہ ملفوفہ کا مکتوب ایسے ہے *

ایضاً جناب چودھری صاحب آپ کے لطف نامہ کے درود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے
 کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور بالآخر خط جواب طلب تھا جواب
 لکھوں۔ بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کار پر دازان اُن کے

کیا ہر آپ بھی فکر نہ کیجئے۔ اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجھ کو بھیجتے ہیے میرے پاس آئیگا تو میں
 تم کو اطلاع دیدوں گا۔ غایت اہی کا کون شخص شاق بہرگا۔ اس کی پریشانی میں خدمتگاری
 حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیجیں میرا سلام اور پیام کہیے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پروردگار
 کو ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم کو فراموش نہ کیا کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجا بہر حال
 میرا سلام و نیاز عرض کیجئے اور ان کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھے اور یہ لکھنے کہ اگر خدا خواست
 وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچائیے
 اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیے گا۔

ایضاً میرے شیخ دلی چودھری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے چچا
 اب عالم ہو کہ تمہارے نام کیجکے تمہارے چچا کا نام نکھاتا سیطرح سابق کے خط میں سہنا پر یہ نکھایا ہوگا

بہار پیشہ جوانے کہ غالب ش نامند	کنوں بہ میں کہ چہ خوں سچکد زہر نفس
---------------------------------	------------------------------------

جو خط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی و ادب اپنی
 ناکامی پہلے سے میرے دلشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے

تھیدستان قسمت را چہ سودا زہر کابل	کہ خضر از آب حیاں تشنہ سے ارد سکندرا
-----------------------------------	--------------------------------------

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتہ آیا اور نہ آئے گائیں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اے کے لکھائیگا
 بندہ پروردگار کلام کیا نظم کیا شکر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔
 دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیا کرتے تھے سو ان کے لاکھوں
 روپے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتب خانے بھی گئے اُیں وہ مجموعہ ہے برٹان بھی غارت ہوئی
 خود شنی کیو سٹے خون جگر ہوں ہاوی کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط بھیجے نخل اندیشہ ہو خدا نے بچایا جو
 اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا ازراہ احتیاط پارسل میں سے نکال لینے۔

اس واسطے انجام آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حکم صلاح کو آپ نظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں
 میں نے جسے دستور ہر جگہ منشا، صلاح لکھ دیا ہے شیخ صاحب میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں؟
 سزا دیوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہباز ہے والسلام
 ایضاً شیخ مکرّم منظر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا
 ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آبا میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول
 میرا مدد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باب میرا بڑا ایر تھا۔ میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا
 اب سبیل اچھی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے جو کچھ مجھ کو بھیجنا ہو گا بھیجا دوں گا
 جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کا سنہ گدا ئی ہے بنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل کہ مروی
 باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے لیکر اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے سنی بدلی اردو اخبار۔ بعض
 اشخاص نہیں ہندو کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر اچانا آپ کے یا کسی آپ کے دوست کے ہاں جمع
 ہونے چلے آئے ہیں تو اکتوبر شہادے سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھ جائیں
 جس میں بھادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکے ان کے نام کے لکھ کر نذر کر سکتا
 اور کر مندراج ہونے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل مجسّم میرے پاس بھیج دیجئے آپ کو معلوم ہے
 اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ شہادے میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں
 یاہ و ایک مہینہ کے بعد سکے کہہ کر گزرنے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیں
 جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بشل کسی ادھر شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو
 اور آپ کو اس پر علم ہو تو وہاں سے منگوانے دیجئے۔ والسلام مع الاکرام
 ایضاً شیخ میرے غایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شکر بجالاتا ہوں نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی
 طرف سے لہو میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہان نامہ کو کچھ بھیجا ہے اور ترکی

رہا کرتے تھے اس کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لَنَشُدُّوْا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝
 ایضاً۔ پیر و مرشد سلام نیاز پہنچے۔ کف الخشب حضورِ جنوبی میں سے ایک صورت ہر اس کے
 طلوع کا حال مجکو معلوم نہیں۔ آخر شناساں ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور ان کی زبان میں
 اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا۔ قبولِ عداوت طلوعِ بھلہ مضامین شری ہے جیسے کتان کا پرتو
 میں پھٹ جانا اور زمرہ سے افی کا اندھا ہو جانا۔ نصفِ اولہ نے اپنی تلاش کر کے منگوایا اور قطعاً زمرہ
 اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہ ہوا۔ ایرانِ روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوئے چاندنی میں بھیلے
 سُکا بھی نہیں۔ تحویلِ آفتابِ محل کے باب میں موٹی بات یہ ہو کہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی
 ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں رہا طلوعِ وقت تحویلِ درست کرنا بے کتبِ فن اور
 مبلغِ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ۝

ندام کہ گیتی چہ ساں ۝ رود چہ نیکو چہ بد درجہاں ۝ رود

میں تو اب دوز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھئے موت کیسی ہو ۝
 عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ۝ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

میراثی شعریہ اور میرے ہی حسابِ حال ہے۔ سکے کا دار و توجہ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھریا کوئی گراب
 کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔ یعنی جب
 بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرائے۔ بادشاہ نے پسند کئے۔ مولوی
 محمد باقر ذوق کے متعقد میں تھے انھوں نے دلی اردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھاپے۔
 اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اس نے مانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے
 سنے ہیں اور انکو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرائے ہوئے ثابت ہوئے
 میں نے ہر چند قلم و ہند میں آئندہ اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ متعجب پر رہا۔ پیش بھی گئی اور وہ

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق **س** شہر اسلام بود و ز شایاں بالغیب ہوا تو بجا
 ز نظر تہ توایان من بہت ہا آپ کے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر التماس ہے کہ میری طرف
 تحریر جو خط میں کبھی تقصیر ہوگی لیکن اغلب اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار از روئے اضطرار ہے
 بھیجتا ہوں اسطے خدا کے میرے پروم شد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کے
 بھیج دیجئے تاکہ مجھ پر نصیب معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے۔ جناب چودھری غلام رسول صاحب
 کی خدمت میں سلام نیاز دستاد شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام +
 ایضاً۔ میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے۔ کل انشاء کا پارسل بھیجا اور آج خط۔ انشاء کا نام بہار
 اور آپ کا تخلص سہر۔ بہارستان مضاف اور سہر مضاف الیہ۔ بہارستان سہر اور اجمام ہے
 قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا۔ کسو اسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائیگا تو لطف زیادہ دیگا۔ اور اگر نہ پہنچے گا
 تو محل شکایت نہ ہوگا رخ فتنہ و فساد اور بلاؤں میں سلم۔ یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے
 اہل بلی عموماً بڑے ٹھہر گئے۔ یہ داغ ان کے جبین حال سے عموماً مٹ نہیں سکتا۔ میں ہوا میں
 ہوں مردہ شکر کیا کہیگا۔ غزل کا ڈھنگ بھل گیا۔ معشوق کس کس قرار دوں جو غزل کی روشنی میں
 آوے۔ رہا قصیدہ مدوح کون ہے۔ اے انہری گویا میری زبان سے کہتا ہے **س**

اے درینا نیست مدوحے سزاوار مدح	اے درینا نیست معشوقے سزاوار غزل +
--------------------------------	-----------------------------------

گر نشت کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر کرتا ہے اشرفیاں نہیں اور
 ریاست دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جینہ سر بیچ مالانے مردارید مجھ کو بلا کرتا ہے اب نواب
 گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلاے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سو قصیدہ لکھوں
 صناعت شعرا اعضائے و جوارح کا کام نہیں دل چاہیے۔ داغ چاہیے۔ ذوق چاہیے۔ رنگ
 چاہیے۔ یہ ساماں کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں۔ چوتھ برس کی عمر دلوں شباب کہاں۔

ہجو۔ میوہ کے مول انج پکنا ہے۔ ماش کی دال ۸ سیر۔ باجرہ ۱۲ سیر۔ گیہوں ۱۳ سیر۔ چنے ۶ سیر لکھی۔ ۱ سیر۔ ترکاری جھنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہو کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کے دور کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز۔ اور کھلتی ہے۔ جیٹھا ساڑھ کی سہی گرمی پڑتی ہے حضرت رفعت درجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دستا نہ سلام اور میدانہ بندگی بامکسا تام عرض کرتا ہوں۔ حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے۔ میں نے مرشد زاو کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبان پر کہا کہ آپ روز روانگی کے تقر سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپ کی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا۔ تنخواہ کے اجرا کا حال اور قبل میں اُس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب چودھری عبدالغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہے مع رواد شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گو بند پر شاد صاحب نے میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دُنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہوں تو ضلع میری غو ہے۔ انجاق مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کر دوں تو ایمان نصیب نہ ہو ان شاء العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے۔ جناب یہ خطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلام و نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے ابکی بار کے کبھی نہیں پہنچا اب ان سطور کو اپنا ذریعہ افتخار سمجھا اور نوزید مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا۔ یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے۔ میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلم خون کاشتا و رہتا ہوں۔ مدھنہ سے باہر قدم نہیں رکھتا۔ پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا۔ کیا عرض کروں کہ میرے خیال نے مجھ پر کیسی عنایت کی

ریاست کا نام و نشان خلعت دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضا الہی ہو اُس کا گلہ کیا
 چوں جنبش سپہ بہ فرمانِ داوِست بیداد نمود آنچه بیا آسماں دہد
 یہ تحریر بطریقِ حکایت ہے نہ بسبیلِ شکایت۔ گویند از ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ علیہ پرسش رفت کہ
 چہ حال داری فرمود کہ امِ حال خواہد بود کہے را کہ خدا ازوے فرض طلبہ و ہمیر سنت و زن بال
 و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اُن زیست باُمید مرگ ہے۔ قاطع منقطعہ دیکھا جائے اور بے حیف و
 بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام سنوں اور دُعا لے کر فو فی عمرو دولت پہنچے
 ایضاً میرے شفق آپکا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمھاری بخشش کا دوسوہ میرے دل سے مٹایا۔
 ایک قاعدہ اُکھوتا ہوں اگر اُسکو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال ٹھ جائے گا اور میری
 کا درمختار ہو گیا آدھ آنہ نہ ہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیزنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیزنگ بھیجا
 کروں۔ پید خطوط تلف بھی ہوتے ہیں — اس قاعدہ کا جیسا کہ
 میں وضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیزنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا
 چڑھا ہوا روپیہ مل گیا۔ بعد ادا سے قرض مٹ گئے۔ اب ماہ چارہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین
 ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ ستمبر شائع سے تنخواہ ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھ کر یہ بات
 ہے کہ چار روپیہ سلیکٹا سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا۔ اُس حساب سے میرے حصہ میں ڈھائی روپیہ
 ہینا آیا ہے کہ ساٹھ روپیہ گئے۔ کچھ رام پور سے ماہ باہ آتا ہے یہ دونوں مددیں مل کر
 خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھرا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار
 اور اردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب تپہ بھی نہیں کہیں
 جا جان اکنہ و دو کا میں نہیں تباہ کئے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی بڑے
 پھر پتہ نہیں برسا اب تیشہ اور کلند کی طعیناتی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہو تو اس

یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دہنی برس میں ہوئی۔
 کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس محکوم روٹی دے کر گردی۔ ایسے طالع مربی کش اور محسن
 کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اُن میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یا درہے کہ متوسط یا مر جاوے گا
 یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دونوں واقع نہ ہوئے تو کوشش اسکی ضائع جائیگی اور والی شہر محکوم
 دیگا اور جانا اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور نکلیں گدھے کے پل
 پھر جائیں گے اسی خداوند بندہ پروریہ سب باتیں قومی اور وقتی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کر کے
 مقصد کا قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کوں کر لگا سواے ایک ملکہ کے کہ وہ بچا پنچ پن
 برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و شردیکھا ہوں تو یہ
 جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر
 کہے تھے بعد اتفاقاً در بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہوا عالم ہر فناء ناچار و مدد
 پایاں عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سوڑوپہ رام پور کے ساٹھ روپیہ بخش کے
 روٹی کھانے کو بہت ہیں۔ گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ دینا کے کام خوش و
 ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آنا و راجل ہیں۔ دیکھو منشی بنی بخش مجھ سے
 عمر میں چھوٹے تھے۔ ماہ گزشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں
 اگر اراوہ کروں تو فرصت کہاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دیکھیں
 متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیش کئے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے
 تک میں کیونکر جیوں گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَمُوتُ الْاِلٰہُ وَ
 لَا مَوْجُودُ الْاِلٰہُ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ وَّ اللّٰہُ اَلَا اَنْ کَانَ *
 ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچئے۔ آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا

اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جبکہ حضرت نے
 جو میر تقی دیا ہے اُس کا حال و پر کی تحریر سے دریافت ہو گا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد
 اور شائق تصور فرماتے رہیے گا۔ مرشد زادہ مر تضوی دو دماں سید شاہ عالم کو سلام و
 دعا۔ ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت ہو نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال سے فرصت
 نہیں مجا کو اوقات نصف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہ دوں گا
 آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔ بندہ شاہ شایم و ثنا خوانِ شہادۃ
 ایضاً میرے شفیق چودھری عبدالغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکر گزار اور قصیدہ
 سابق کی اتنی اصلاح نہ پائیے شرمسار تصور فرمائیں اور اُن نو قصیدوں کے بارہم بھیجنے کا انتظار کریں
 نوید وصل ویم سے دہستارہ شناس و نکر وہ شرف نگاہ ہے مگر در آخرت من و

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب جامع مراج جمع الحج بزم وحدت کے فروزندہ شمع شمع
 شاہد شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قدسی صفات کی طرف سے اور شیر افتتاح کلام ہے پہلے
 باتیں کہ باوی النظر میں خارج از محبت معلوم ہوں گے لکھی جاتی ہیں۔ میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ
 مرا۔ نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اُسکی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکا حقیقی کیواسطے شائع کیا
 نواب احمد بخش خان سہزار روپیہ سال مقرر ہوئے انہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال میں سے
 خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے سہ کارانگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا کہ
 کو لبرک صاحب بیادرز ریڈنٹ دہلی و اسٹرلنگ صاحب بہادر سکریٹری گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق
 دلانے پر ریڈنٹ معزول ہوئے۔ سکریٹری گورنمنٹ بنگالہ گاہ مرگئے بعد ایک دن کے بادشاہ دہلی نے پچاس
 روپیہ مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد نے چار سو پے سال۔ ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے و اعلیٰ
 بادشاہ دو وکی سرکار سے بصلہ مع کثرتی پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس زیادہ جیے

۵۔ زیا کہ عہد جوانی گوشت + جوانی گو زنگانی گوشت + اب اس کے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا
 دیکھنا اس کے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاٹے میں برسات میں آؤں + زخمی دیدار و گریہ +
 ایضاً - بندہ پر وہ بیت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط آؤ کے اور نام آپ کا
 پایا - دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا - خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بجا رضہ تپ و لرزہ
 رہجور ہیں - اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں - خدا وہ دن دکھائی
 کہ تمہارا خط تمہارا دستخط آئے - سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو - خط پڑھ کر دوئی مسرت ہو جب
 ایسا خط نہ آئے گا - دل سودا نہ وہ آرام نہ پائے گا - قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا
 جناب اتر دی میں سرگرم و عار ہوں گا - آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموگوار کو میرا سلام
 مع صنوف اشتیاق والوف احترام - جناب چودہری صاحب آؤ - ہم تم حضرت صاحب
 کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں ان کے کھن پائے مبارک سے ملیں - میں سلام کروں گا
 تم معرفت ہونا کہ غالب یہی ہے - اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے - میں نے
 عزم قدیم ہوسا کیا - پیروم شد نے مجھے گلے لگایا - فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے - عرض
 کرتا ہوں کہ الحمد للہ - حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے - ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن
 تیرے بہت تعریف کرتے رہتے ہیں - جناب یہ ان کی خوبیاں ہیں - میں ایسا نہیں ہوں -
 جیسا وہ کہتے ہیں - کاش وہ میری رہجوری کا حال کہتے - ضعف قوی و انحلال کہتے -
 تاکہ میں ان کے کلام کی تصدیق کرتا - ان کی غنچاری اور درود مند نوازی کا دم بھرتا
 درکش کش ضعف نگسلہ رواں آرتن + ایں کہ من نمی میرم نہم تا تو اینہا ست
 حضرت نے میری گرفتاری کا پیار رنگ نکالا - بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا -
 مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمیں پر سے اٹھاؤں

کچھ نہ کھا۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصولِ صحت
 کی دُعا کیونکر مانگتا۔ کل سے وقتِ خاص میں میں دُعا مانگے گا ہوں۔ یقین ہے کہ پہلے تم نذر
 ہو جاؤ گے ازان بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحبِ طرف و جانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم
 بھیجتے ہیں۔ اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہرِ نیروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو
 لے کر کیا کریں گے۔ صاحبِ مہرِ نیروز کے دیباچہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام
 پرتوستان ہے۔ اور اس کے دو مجلد ہیں۔ پہلی جلد میں ابتداءِ خلقتِ عالم سے ہاویوں
 کی سلطنت کا ذکر۔ دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ
 کا نام مہرِ نیروز دوسرے حصہ کا نام ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا۔ چھاپا گیا۔ جا بجا
 بھیجا گیا۔ قصہ تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر ترمک کا نام و نشان مٹ گیا۔
 آن و قمر کاؤ غر دو کاؤ راقصا ب بُر و قصا ب در راہ مُرد۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو
 وہ بھیجوں کہاں سے۔ پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دُعا۔ خداوند مجھے
 ماہرہ بلا تے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور
 طاقت بھی تھی۔ شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریقِ تنہا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات
 میں ماہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں
 طاقت کہاں سے پاؤں۔ نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنی آموں کی گنجائش
 نہارمٹہ میں آم نہ کھا تھا۔ کھانے کے بعد میں آم کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں
 میں الطامیں ہاں۔ آخر روز بعد ہضمِ معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا
 ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت
 کھاتا ہوں مگر دس بارہ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ ساٹھ دریاں کہ

پھر ہاتھ دھوئے کھلی کے پلنگ پر جا پڑا۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے اٹھا اور حاجتی میں بیٹھا
 کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیٹ جلد جلد آتا ہے۔ اس صاحب فراتش ہرنے کو
 اور دم بدم تھا ضائے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعوبت کو
 تھوڑ کر و ایک بھڑا دائیں پچھے میں جس کو ساعد کہتے ہیں۔ دو بھڑے بائیں پچھے میں یہ پہل میں
 بائیں پاؤں میں کھٹ پاؤشت پاسے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت رَوادِ عاتِ محلات
 کچھ ہوا اب تجویز یہ کہ نیبا بھڑتا باندھیے۔ جب پکے چھوٹے تب مرہم لگائیے۔ کہو کھٹ پاؤں جراحت کا
 عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اور لکھ آیا ہوں محل و جزوی ہے۔ میرا قیاس اسکا
 مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آرزوہ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے
 ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس قعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب
 صاحبوں کو کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قصیل اور وقف سے لے کر مبدل اور ناصر علی تک
 اس میزان میں تولیں۔ رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری و غیر ہم تک ایک گروہ
 ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔ پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
 موجد ہوئے۔ خفانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی
 تکمیل کنی لہورن نظیری و عرفی و نوعی نے۔ سبحان اللہ قالہ سخن میں جان پڑ گئی۔ اس ش کو بعد اس کے
 صاحبان طبع نے سلامت کا چرا دیا۔ صائب کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفقانی اس زمرہ میں ہیں ان کی
 وادسی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل مقنع ہونے
 رواج نہ پایا۔ خفانی کا انداز بھیللا۔ اور کہیں نے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہریں ہیں
 خاقانی اُس کے، قرآن۔ ظہری اُس کے شاں۔ صائب اُس کے نظائر خالص اللہ ممتاز و اختر و غیر ہم کا کلام
 ان قیوں طرزدوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے۔ پس تو ہنرمند

حضرت بیچ تو یوں ہے کہ عنہا نے روزگار نے مجھ کو گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔ اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سو خیال میں آئی۔ پر و دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو باتیں سوچا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں بوں ہی رویا کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آخر ایک ایک دن مرنے کا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے۔ نتیجہ اس کا تسکین ہے ہی بات سے منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید نا اُمید اُس کی دیکھا چاہیئے

لے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام بھیجئے۔ کاغذ باقی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجئے گا۔

انصافاً۔ جناب چودھری صاحب۔ ساہی بھکی۔ کاغذ پتلا۔ پر مرشد کی عبارت ایک طرف آپ کی تحریر بھی منقوش ہو گئی۔ بہرا ہو گیا ہوں۔ مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے۔ مختاری عباد کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اُس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سولے سعادت تو ام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو نیدے پھوٹیں۔ ایمان نصیب ہو وہ خط بدو آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں۔ اُردو لی سفید کاغذ پر حرفِ برف اس کی نقل کر کے بھرنے بھیج دیجئے تاکہ اُس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ لکھتے ہیں الحمد للہ

ایضاً۔ بندہ پرور پر سوں تھا را خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں۔ کل ڈاک میں بھجوا دوں گا میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تھا را ڈنگ ہو وہ ہی میرا رنگ ہو۔ شور و اورام مرض خاص اور بیخ عام یہ ایک بال۔ دوسرا بال سنو کہ مینا بھر سے صاحبِ قاش ہوں۔ صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا ہوتا ہوں۔ محل میرے اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جاکوں۔ جبکہ نو بجے کھانا نہیں آجاتا ہے۔ پلنگ سے کھل پڑا۔ ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔

پانویکف پاسے جہاں وہ پھوڑا ہے۔ پنڈلی پر دم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پنگ کے پاس جاتی لگی رہتی ہے۔ کھل پڑا بعد نفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح کیقلم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو طعنے دے کر مرد بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام۔ شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بندگی بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد الہدی میر سرفراز حسین تم کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دُعا اور پھرتے بیان کہ عذر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد عذر دربار اور خلعت اور ملاقات سکڑوں کی یہ سب موقوف۔ اب جو لٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انہوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی بار اور خلعت کھل گیا۔ انہا نے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ میں انہا نے نہ جاسکا بفضل اسٹ گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اس خلعت کو بشرط حیات اور وقت پر موقوف رکھا۔ بھلٹن صاحب اللہ میں آگئے۔ راجہ صاحب بارہ روز کرتے ہیں۔ اہل اغراض کے عارض جو حضور میں گزرتے ہیں وہ ضرور انہوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پالنے کا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لاٹ صاحب احتتام سفر جب شلے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں سوال کی اور ستائیسویں پانچ کی ہے۔ چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھاؤ۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں۔ تفصیل اس کی یہ کہ جب کے مہینے میں بسد سے ہاتھ پر ایک پھنسی ہوئی۔ پھنسی پھوڑا ہو گئی۔ پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا زخم بگڑ کر غار ہو گیا۔ اب بقدر ایک کھ دست وہ گوشت ہوا۔

کہ ان کی طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہو۔ واپس شاہی کا سکہ نہیں ہے کمال سے باہر ہے۔ داد داد۔ انصاف انصاف

اگرچہ شاعران تغزل گفتار	زمک جام اند در برم سخن مست
ولے بابادہ بعضے حریفان	خمار چشم ساتی نیز بوست
مشو منکر کہ در اشعار این قوم	ورے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز بانی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ

بدنام ہو گے جانے بھی دو تھان کو	رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	خواہاں نہیں لیکن کوئی ہاں جنس گراں کا
قائم اور تجھے طلبی ہو کی کیونکر مانوں	ہے تو نادان بگڑتا بھی بد آموز نہیں
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ تیز نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعرا سے وقت یا نہیں آتا یا کیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دبدبم پانوں کے دم کی ٹیس ہوش اڑاے دیتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفاظی خوب چودھری علی الغفور صاحب کے نام کا ہو گا پہلے ہرگز پھر میر پیر و مرشد کی نظر سے گزرائیں۔ پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برسن سے فنا خون عوارض میں مبتلا ہوں شور و اوارام میں لدا ہوں۔ برسن میں اوجاع بہتے بہتے روح تحلیل ہو گئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی او بھوڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں پٹیوں کے قریب دو بھوڑے ہیں۔ کھڑا ہوا وہ پنڈلیوں کی پٹیاں چرانے لگیں اور رگیں بھٹنے لگیں۔ ہیں

آتے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھ کو کیا غم ہوا ہے۔ تم اس جگہ سے جدا ہو۔ ٹکواندیشہ کیا ہو؟
میر تقی علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو۔ میر ہمدی صاحبہ! احتیاط کر کہیں گے مجھ کو دعا بھی
نہ لکھی۔ بھائی میری دعا نہ پڑھے۔ میر نصیر الدین ایک دن میرے ہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا
یہاں ہیں یا وہاں۔ ہوں تو دعا کہتا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی
حاجت کیا۔ دیکھو ہم اپنا نام نہیں سمجھتے۔ بھلا دیکھیں تو یہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے

بنام میر ہمدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو۔ برہم فرزند آدم ہر چہ آید بگزد۔ لیکن مجھے ہنس اس بات کا ہے کہ یہ
زیربازی میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلافت میری مرضی کے ہوئی جس طرح یہ آئے ہیں
اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے متافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور
قیاس کے مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھتا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا۔ دیوان اُردو چھپ چکا ہے
لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا تھا اُس کو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسن خط
الفاظ کو چھپکا دیا۔ دلی پراور اُس کے پانی پراور اُس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان
کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور
تھا۔ متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے تھے تصنیف
ایک مجھ کو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جون کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے نہ ناچار
غلط نامہ لکھا وہ چھپا۔ بہر حال خوش و ناخوش کنی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو یہی
ہفتہ میں تین مجلد صاحب ثلثہ کے پاس پہنچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش
ہو گے۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں قیمت کچھ بھیجو۔ میں دلال نہیں۔ سوداگر
نہیں۔ مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم مرزا امجد علی صاحب شاہ

انہلے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالاڈاکٹر روز آتا ہے۔ آج اُس نے ارادہ اُس مُردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ میں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے بُرے اڑادوں۔ نجات کا طالب غالب۔ ۴۔

ایضاً۔ نو چشم راحت جان۔ میر سر فراز حسین جیتے ہو اور خوش رہو۔ تمہارے شخصی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بڑے پیر میں نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میان یہ ہم تم ٹوٹے ہیں یا جوان ہیں۔ تُو ناں ہیں یا نا تو اُن ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی ہر حال غنیمت ہے کوئی جلا جھٹکتا ہے یا دو گار زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ نہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی ہیں ہوں۔ میر طہیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سر فراز حسین آئے۔ وہ یوسف میرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخان آئے۔ مرے ہو ووں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہو ووں میں سے کچھ گئے نہیں۔ اللہ اللہ۔ ہزاروں کامیں تمام دار ہوا۔

..... میں مڑوں گا تو محلوں کوں روئے گا نہ غالب رونا پٹینا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہ میر سر فراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھاؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ۔ کل شام کو کیا پیوں شام کو میر شرف علی صاحب میر پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل بارہویں پانی پت کو جاؤ نگائیں انکی سنائی کچھ پام میرن صاحب کو بھیجا ہوا اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ کا ہے کہ صاحب بن نہیں ہے نہ ہو۔ غلام شرف نہیں ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجئے تو میں صوفی ہوں بہت کا دم بھرتا ہوں موجب مصرع کے مل بدست آور کہ حج اکبر ست ۳ تم سے کب نکلا کرتا ہوں اگر کو ہر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر غلام شرف جانو تو رنجی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت الیا ہی کچھ تے ہیں۔ مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر دہا

کیا ہے ہون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوائے اناج اور آپلے کے کوئی چیز بستی نہیں جس پر محصول نہ لگتا ہو۔ جامع مسجد کے گرد چھوٹے چھوٹے گول میدان کھلے گا۔ دکانیں حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دار البقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ ہولاکے بڑے تکٹے بیٹے گا۔ دو نو طرف سے بھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہیں۔ دیکھئے دلی آئیں یا نہیں۔ آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو یمن گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں نہیں۔ پنشن کا نہ کہیں ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ نومبر ۱۸۷۷ء۔

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جادوی الثانی کی ہے۔ دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے استاد حامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور اٹھوں نے تمھارا خط لکھا ہوا اور جادوی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط مرگڑ مجھ تک نہیں پہنچا۔ اور نہ یمن شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا جانتے وہ خط مسترد کیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمھارا خط آوے اور یمن پھیروں۔ تم خود کہتے ہو کہ اُس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ یمن ہوتا اور یہ لکھتا کہ یمن نہیں ہوں۔ اگر وہ اور اور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمھاری والدہ کا مرنا سن کر عجوبہ ڈراغم ہوا۔ خدا تم کو صبر دے اور اُس عقیقہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیا پنشن اور کہاں اُسکا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں ہے سوچ زن اک قلزم خوں کاش یہی ہو + آتا ہے ابھی دیکھئے کیا کیا مرے آگے اگر زندگی ہو اور بھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائے گی۔ تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹٹ کے نہ آنا۔ میرا محمد علی صاحب کو کہتے ہو کہ یہاں ہیں بلکہ نہیں معلوم کہ کہاں ہیں

میں۔ محمد حسین خاں دلی شہر رانمان کے کوچے میں۔ مصوروں کی جویلی کے پاس قیمت کتاب
 ۷۔ محصول ڈاک خریدار کے ذمے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو۔ دو چار دس پانچ جلدیں
 جس کو سنگانی ہوں۔ محمد حسین خاں کے نام پر دلی رائے مان کے کوچے مصوروں کی جویلی
 کا پتہ لکھ کر خط ڈاک میں بھجواد کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی۔ قیمت چاہو نقد چاہو
 ٹکٹ ارسال کرو محکو اور تم کو کیا جو کہے اُس کو یہ جواب دے دو۔ دیا تھی کہ اس
 جو میں لکھوں کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیا سٹھ برس کا مرد۔ ایک چوسٹھ برس
 کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مڑتا تو ہم جانتے کہ دیا آئی تھی۔ تفت بریں قبا
 پنجشنبہ ۸ راہ گشت کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں۔ کل شام کو دو دو موٹے رکھ کر
 کئی آدمی دیکھا کیئے۔ ہلال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب ۶

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے نقافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ
 پڑا ہے۔ کتاب میں سے یہ کاغذ چھا کر تم کو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر
 بھیجتا ہوں۔ نگیں نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ
 ٹکٹ سنگالوں گا۔ ۸ شنبہ ۸ روزہ صبح کا وقت ہے۔ جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں
 برسوں تمہارا خط آیا تھا۔ آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھوں ہوا سٹے یہ چند سطریں لکھیں۔
 برخوردار میر نصیر الدین برآن کی بیٹی کا قدم مبارک ہو۔ نام تاریخی توجہ سے ڈھونڈا نہ
 جائے گا۔ اہل عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے۔ کہ اس میں ایک رعایت ہے۔ شاہ محمد عظیم
 صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم ان کو
 اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے۔ یہ بے ادبی اچھی نہیں۔ میرن جہا
 کو بہت بہت دعا کہنا۔ او میری طرف سے پایہ کرنا۔ شہر کا حال میں کیسا جالوں

ایضاً۔ بر خوردار کامگار میر جہدی دہلوی۔ اردو بازار کے مولوی صاحب لڑے والے
مرتضوی پر علم عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے
انھوں نے علی علیہ السلام۔ دیکھئے اب معاودت کب کرتے ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہو کو کث
طلب کے تھے ہیں۔ کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ میں آکر اسد کو بلاؤں گا۔ البتہ اگر وہ
بلاؤں گے تو میں کیوں کر نہ جاؤں گا۔ ظاہر ہمارے مختار سے واسطے زمانہ انتہائی مصیبت
اور وقت پیش آمد دولتی ہے۔ اب مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ مقرب
نہیں گے۔ اگر میری قسمت کڑے گی تم کا میا بی کا سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو بچھیر
نہر بان کر رکھنا۔ بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب ہیں یا امیرن صاحب ہیں حضور کے
..... بڑے مصاحب ہیں۔ جس کو وہ میں سے جس کو چاہیں حضور سے ملو ادیں۔
فرقہ شعرا میں سے جس کو جو کچھ چاہیں دلو ادیں۔ اُن کو اور مجھ بہتہ العصر کو میری دعا کہنا
نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ میاں تھاری تحریر کا جواب ہے کہ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد فضل کو دی تھی
وہ انہوں نے واپس دی اور اسکی نقل کے باب میں یہ کہا کہ ابھی رتار نہیں ہے جب وہ
تیار ہو جائیگی میں اُن کو روپیہ دیکر لے لوں گا خاطر حج رکھو۔ پنشن ہر ہر سب کو ششما ہی ملے گا
حکم ہو گیا۔ ہر مہینے میں سو روپے لو اور کھاؤ۔ کشمیری کچرہ گر گیا ہے وہ اونچے اونچے در
اور وہ بڑی بڑی کوٹھریاں دوڑو یہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں۔ آہنی سڑک کا آنا اور
اس کی رگڑ کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے۔ چاروں سے پُر و ہوا چلتی ہے۔ اُڑتے
ہیں مگر صرف چٹکڑاؤ ہوتا ہے۔ مینہ نہیں برستا۔ گیہوں۔ چنا۔ لیوا۔ تینوں اناج ایک
ہیں نو میر سائے نو میر۔ میر فراخیں اور میرن صاحب کو میں چھی طرح نہیں سمجھا کہ جیند میں ہیں۔

مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے۔ میں تھنی نہیں ہوں، روپوش ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ یہ یہاں
 مگر نہ باز پرس گیر و دار میں آیا ہوں خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے! اینہما میں بھی
 نہیں ہوں دیکھئے انجام کار کیا ہے۔ شر کیا کھوں گا اور نظم کیا کہوں گا۔ وہ شر جو تم دیکھ گئے
 ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔ بھیجا مکن نہیں جب آؤ گے یا جگو جلیا باد
 تو دیکھ لو گے۔ میکش چین میں ہے بائین نا تا پھر تا ہے۔ سلطان جی میں تھا اب شہر میں
 آ گیا ہے۔ دو تین بار میرے پاس بھی آیا۔ پانچ سات دن سے نہیں آیا۔ کہتا تھا کہ بی بی
 اور رٹکے کو بہرام پور میر وزیر علی کے پاس بھیج دیا ہے۔ خود یہاں لوٹ کی کتابیں خریدتا پھر تا
 ہے۔ میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر نہ معلوم ہو کہ وہ وہاں مع قبائل میں یا تنہا
 ہیں اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں۔ مختارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں
 اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ نکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یک جا ہو۔ گو انکو
 ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خطا بھیجنے میں تردد نہ کرو۔
 اور ڈاک میں بے تاثر لکھ جا کرو۔ زیادہ زیادہ۔ غالب کتب خانہ ہنتم فروری ۱۸۵۷ء وقت رسیدن نامہ
 ایضاً۔ نور چشم میر جہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا بیچنا محکو معلوم ہوا۔ یہاں
 اس میں غلط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمہیں اور میر سر فراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور
 بھائی خدا کرے محکو بھی۔ لو صاحب! جنٹ بہادر حہبتان کا حکم اور کے اجنٹ کو آیا
 کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمہارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمہارے تحت میں
 ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیویوں کو ہم اور جائیں گے
 راجہ صاحب کو سند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ ستم رستم
 جرد و آرد داد * شنبہ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء * از غالب۔

پوچھنی اور کہہ دینا کہ میری دعا کچھ بھیجنا۔ بس تباہی ختم باقی ہو۔ کل میرن صاحبہ آئے پوچھا کہ الو سے کوئی
 خط آیا تو کیا کہ اس منہ میں کوئی خط میں نہیں پایا کیا کہوں کیا حال ہے بیش ازین پناشیر ٹپا کر اٹھا
 بس ہجوم نا اُمیدی خاک میں لجا بیٹھے گے * یہ جو اک لذت ہماری سہی بجایا حاصل میں ہے
 اب اس زمرہ کا بھی محل بند ہو۔ یعنی سہی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی۔ اناشد وانا اکتیر
 راجون ۸ مرگو ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۷ ہجری۔ *
 ایضاً۔ صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب خبی سانولے
 سلونے۔ ڈارچی منڈے۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمہارا خط دیا۔ صرف اُن کی
 ملاقات کی تقریب میں تھا۔ بارے اُن سے ام شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی۔ توفیق کا استغفار
 معلوم ہوا سید ہیں۔ بیٹہ پوچھا حکم کھلے۔ یعنی حکیم اشرف علی۔ میں اُن سے مل کر خوش ہوا۔ خوب
 آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کتنے اچھے ہو۔ مصطلحات الشعر مصطلحات الشعر۔ بھائی
 وہ کتاب تمہاری ہے میں نے غصہ نہیں کی۔ میرے پاس تھا ہے۔ کچھ چکو گنا۔ بیچو دوں گا۔
 تقاضا کیوں کرو۔ میان محمد فضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔ سر فواز حسین
 میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چہار شنبہ۔ ہفتم رمضان ہشتم مارچ *
 ایضاً میاں تگنوشن کی کیا جلدی ہو۔ ہر بار نشن کو کیوں پوچھتے ہو۔ نشن جاری ہو اور نشن کو
 اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب جیو رہتے۔ تم
 شاہ پوری تباہ ہو۔ شاید سچ یہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر برادر ابو الفضل تو تھے گود بچا چاہیے
 مدحت جگہ سے اُکھر کر بدستواری جتنا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے کہ اُب بچھڑے ہوئے یار
 کہیں قیامت ہی کو حج ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک حج ہوں گے سنی الگ۔ شیعہ الگ
 نیک جدا۔ بد جدا۔ میر سر فواز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو پہلے بدنگی۔ پھر دعا۔

یابہاں ہیں۔ میر نصیر الدین دوبارہ سیکر پاس آئے اب مجھ کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔ قاسم علی خاں قطب الاقطاب یکدن کہتے تھے کہ میراجد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں آخر وہ شادی بھی کب ہوئی ہے اور کہاں ہوئی ہو گی ہے اس خط کا جواب کچھ تو صاحبان مفضل لکھو۔ غالب صبح چار شنبہ ہنم جنوری ۱۳۳۷ ع ایضاً میاں بھٹائی خط کا جواب تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں۔ تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں۔ پہلی بات میاں محمد فضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار دوسری بات میر نصیر الدین آئے اور تینوں صاحبوں کا جیند کے جانے کا حال مفضل معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کے جب تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں گویا ان کو عاشق تمہیں ہوئے نہیں۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ غور کرو یہ مقدمہ مجھ میں نہیں کہ ان کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں۔ اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس سو پچھ ہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور دریہ اور چاٹری اور اجیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار پاتے پھر او اور بازار اور خاص بازار اور بلاق بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی جوہلی کے کھنڈر گئے پھر لے میر محمدی تو در ماندہ و عاجز پالی بت میں پڑا ہے۔ میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کریں۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے۔ اور میں ان غنہاے جانگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا سے لے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اللہ اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ۳ جمادی الثانی۔ ۱۸ دسمبر۔ *

ایضاً قرۃ العینین میر محمدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو میں خط نہیں لکھتا۔ *

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کاش پوچھو کہ ماجرا کیا ہے؟

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جب جواب لکھتا۔ میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت

عزت میں وہ پایہ جرمیں زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بابر مرہبان دستان
الغاب۔ خلعت سات پارچہ اور جعبہ و سر پہنچ و بالاسے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے
برابر پیار کرتے تھے۔ بخشی۔ ناظر۔ حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان
یہاں وہی نقشہ ہے۔ کوٹھڑی میں بیٹھا ہوں۔ ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آ رہی ہے۔ پانی کا
جھجھو دھرا ہوا ہے۔ تھکے پی رہا ہوں۔ یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یا باتیں
کر لیں۔ میر فراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور
میری دعا کہہ دینا۔ جمعہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۷ء

ایضاً۔ جو ابے حال دہلی والو سلام لو۔ مسجد جامع و اگلاشت ہو گئی۔ چلی قبر کی طرف
بیٹریوں پر کبابیوں نے دکانیں بنالیں۔ انڈامرعی کو تر کینے لگا۔ دس آدمی جہنم ٹھہرے۔
مزا الہی بخش۔ مولوی صدر الدین۔ تفضل حسین خاں تین بیات اور ۷ نومبر ۱۳۲۷ء جادی الاول
سال حال جھ کے دن ابو ظفر سراج الدین بیاد شاہ قد فرنگ قید جسم سے رہا ہو کر تائب اللہ وانا الیہ راجعون
جاڑ پڑ رہا ہے پاس شربلج کی آڑ ہے کل سے رات کو زنی نگہی پر گزارا ہے۔ بوتل گلاس موقوف
راجہ پٹیا لہ مر گیا۔ مہند سنگہ اس کے خلف پر خطاب فرزند بی اور القاب بجالا دیر قرار رہا۔ بالفصل
دیوان ہنال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہر جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے۔ وہ نواب
گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فردی جینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی رہت
کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیا لہ اور الور کے ریلج کا انتظام
اُسی وقت پر ہو گا۔ بالفصل ابھی صاحب کچھٹا لوار دہلی ہوئے ہوئے میرٹھ گئے ہیں۔ جہاں
صاحب تجارہ تک لگی شایستہ کر گئے۔ یہاں ابھی صاحب سے کوئی صاحب نگہ ٹھیکہ دار الور کی
شرک کا برائے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں پنچوں کو اختیار ہے ہم کچھ حکم

کتاب کا نام دشمن نور کھا گیا۔ اگر وہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تمہارے ماتم کے اوراق کھے لوں گا
تب ایک کتاب تم کو دوں گا۔ از غالب روز وود نامہ پنجشنبہ، ۲۷ ستمبر ۱۳۵۷ء *
ایضاً۔ میر ہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح
نامہ ہوئی ہے میں اس جہنم میں رام پور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مدد ہے اور بہت منع کرتے ہیں۔ بڑا
اکے آسمان کا لالچ دیتے ہیں۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں پہنچا
ایکشنبہ کو غورہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد میں جا کر جناب مولوی
جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں کبھی
جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جا کر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں واہ واہ
کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں انھوں نے
میرانا کی من تم کر دیا۔ تنہا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر
سے اس سبب جلد چلا آیا۔ ورد گرمی برسات وہاں کاٹنا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات
جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرار دیا ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۳۵۷ء
سے کہ جس کو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ باہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو
روپیہ مہینا نام دعوت آورد یا یعنی رام پور رہوں تو دو سو روپیہ مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو
سو روپیہ بجائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب متانہ و شاگردانہ
جیتے ہیں جگو ذکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دو متانہ رہی صافہ و تعظیم جس طرح احباب میں ہم
وہ صورت ملاقات کی ہو۔ لڑکوں سے میں نے نذر دوائی تھی۔ بس ہر حال غنیمت ہے رزق کے
اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیے۔ کمی کا شکوہ کیا۔ انگریز کی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال چھڑے
اس میں سے جگو ملے ساڑھے سات سو روپیہ سال۔ ایک صبیٹا نہ دیئے۔ مگر تین ہزار روپیہ

دیکھے کب جہا پہ شروع ہو۔ قاطع بُرہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آگئی۔ میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے۔ اب پچاس روپے بھیجوں تو ان پچاس جلدیں مل سکیں گی۔ دیکھے تو من تیل کب میسر ہو۔ اور ادھا کب ٹاچے۔ میاں کل شام کو میر سر فراز حسین میرے گھر نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے۔ میں تو آج جمعہ ۱۶ مئی صبح کے وقت یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب ہے۔

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو۔ میں تو متھے پوچھتا ہوں کہ میر سر فراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں ملتے۔ میر سر فراز حسین آئے ہیں اور میرے ہاں نہیں اُترے۔ لا حول ولا قوۃ اُترنا کیسا ملنے کو بھی نہیں آئے۔ فہوس ہے جن کو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجھ کو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا اور مجاہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیوں کر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۸ رجا دی الشانی کی اور الراجزہ کی صبح کے وقت منہ اندھیرے اُسی وقت میری آنکھ کھلی تھی لحاف میں لپٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے ہیں۔ میں سمجھا میر سر فراز حسین۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن بے پور سے آئے اور خدا جانے کہاں اُترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ بہتے مجھے غیر سمجھا یا مرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے ابنی سسرال میں رہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ میراجی اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا۔ اب اُٹھا ہن۔ سردی رفع ہو لے دھوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں۔ میں کہنت بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں۔ اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے چھانک آدمی بھیجوں گا۔ جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ میر حسن جہاں

نہیں گے۔ اسفندیار بیک متوفی کا کوئی متبنی مدعی پرورش ہوا اُس کو بھی یہی جواب ملا۔
 اب اور بولو کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ میر سنگھ بیٹھے ہیں۔
 کھانا پیتا ہوں۔ خط لکھ کر بند کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک دالاں میں دھوپ
 آتی ہے وہاں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا۔ بسن سے
 ہاتھ دھوؤں گا۔ باہر آؤں گا پھر اُس کے بعد خدا جانے کون آئے گا کیا صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر
 میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر حسین ریل فضل علی عرف میرن صاحب کو دُعا۔ شگل کل دن
 جمادی الثانی ۱۶ دسمبر پھر دن پڑے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ ذیقعدہ دہلی باہم۔ صاحب آج تھا رخصت ہو کر آیا۔ اُس میں میں نے
 سو دہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا۔ کل وہ کہتے تھے
 کہ آنتیس روپے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ میں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔
 اب سوقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھ کر کھلا رکھ چھوڑوں گا شام کو۔ مجتہد العصر
 میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تو دلچ کے اور اگر نہ جائیں گے تو
 موافق معمول گے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر
 خط بند کر کے بھیج دوں گا۔ خدا کرے اردو کی شرف کا لفظ انہوں نے ڈاک میں بھیج دیا ہو
 شام کو مجھے دے جائیں گے تو میں کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دوں۔ مہاراج
 اگر دُورہ کو گئے تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لہذا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات
 دن میں پھر آئیں گے۔ یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمھاری
 جوا چاٹی رکھنے کا مجھ میں دُم نہیں۔ تم جانو وہ جائیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو۔
 ۶۰ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی صبح بیاہ گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔ اب

میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میرا مہدی خاں ہو گا نا چار جو کچھ الورا کا لپٹا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحبِ لایحٹ سے اجازت لے کر بلایا ہے۔ کھتے ہیں کہ صاحبِ لایحٹ الورا نے راجہ کے بلوغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اُن کا راج اُن کو بلجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں بچا سناٹھ جزو کی کتاب اب میر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدح جم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے۔ شرہ بولیں بادہ ناب کی تو شک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب پکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیاتے ہیں۔

کے کیں مرادش میت بود اگر جم نباشد سکنہ بود

میرزا خیرین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں۔ ۴
ایضاً اے خباب میرن صاحب السلام علیکم۔ حضرت آداب۔ کہو صاحب آج اجازت ہی میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور میں کیا مانگ کیا کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف بچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ ہمیں میرن صاحب اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہو گا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے۔ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو۔ بھان اللہ لے لو حضرت آپ خط نہیں لکھتے اور مجھے فراتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے۔ اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم

تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا۔ تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں
 آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو۔ تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں خاطر جمع رکھو۔ اور
 مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ بخت کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۱۱ جوزی ۱۲۸۷ھ
 ایضاً۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو اور دھڑاؤ خبریں سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا
 ولی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر ملی میرٹھ گئے۔ موافق دستور قدیم مل آئے غرض کہ
 پنجشنبہ ۱۹ دسمبر کو پیردن چرٹھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی تفصیل کے تیلے
 ڈیرے ہوئے۔ اسی وقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو کر گیا میرٹھ سے بلا اُن کے حمیمہ
 میں بیٹھ کر صاحب سکریٹری کو خبر کروائی جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سن کر نو میدی کی بوٹ
 باندھ کر لے آیا۔ ہر چند نشن کے باب میں ہنوز لاؤنٹین نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا
 ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں یہاں کچھ کلام و پیام نہیں۔ ممکن نہیں
 ٹاک میں بھیجی جائے گی دیکھئے کیا صورت درپیش آئے گی۔ مسلمانوں کی املاک کے واکزرا
 کا حکم عام ہو گیا ہے جن کو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے آج یکشنبہ یکم جوزی ۱۲۸۷ھ
 ہے پیردن چرٹھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک پر قبضہ پاؤ
 چاہو یہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میرسرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب میری
 دعائیں کہنا اور حکیم میر شرف علی کو بعد اعلیٰ کے یہ کہدینا کہ وہ جو بوجہ تم نے مجھ کو دی تھیں۔
 اُن کا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو۔ واللہ موجود ماسواہ معدوم اپنی مرگ کا طالب غالب۔
 ایضاً۔ برخوردار تختار اخطا آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الود کا کچھ حال معلوم
 کر لوں اور کپستان الگنڈر کا خط آئے اور میں اُس کو میرسرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو
 اُس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آج تک اُن کا خط نہ آیا۔ میں سوچتا کہ اگر یہی تھا

نام ہے بے شبہ چشمہ آبِ حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی اچھا
عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تھارا خط پہنچا تو دو عبت۔ میرا مکان ڈاک گھر کے
قرب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عرف لکھنے کی حاجت۔ نہ محلے کی حاجت۔ بے وسو اس
خط بھیج دیا کیجئے۔ اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے
اس وقت جہاں ہوں دیکھوں کہا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گزشت نہیں ہے
لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ ہر وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

ایضاً او میاں سید زادہ آزادہ ولی کے عاشق و لداوہ۔ ڈھٹے ہوئے اردو بازار کے رہنے
والے حد سے لکھنو کو برا کہنے والے۔ نہ دل میں جہر و آزر نہ آنکھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین
ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ اکبیا آرزوہ سوخا موش۔ دوسرا غالب۔ بخود
و نہ ہوش۔ نہ بخنوری رہی نہ بخندانی۔ کس برتے پرتا پانی۔ ہاے ولی واسے ولی۔ بھاڑ میں جا
ولی۔ سُنو صاحب پانی پت کے بیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں دلا سردار خاں دلا
دلا و خاں۔ اور نانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں دلا صاحب خاں۔ اس شخص کا
حال از روئے تحقیق مشرح اور مفصل لکھ۔ قوم کیا ہے۔ عمر کیا ہے۔ طریق کیا ہے۔ حسین
خان کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھ اور جلد لکھ۔

ایضاً۔ سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو
اٹھایا ہے۔ ایک غریب تہذیبِ مظلوم کے چہرہ نوزانی پر جہاں سا نکلا ہے تلو سرا یاہ آرائش گفتار ہم پہنچا
میری دعا اُن کو پہنچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے۔
سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے۔ ادا اُل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوتی تھی
آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے۔

کیوں نہیں چاہتے کہ میں جیدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط جاوے۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے میں دن بعد آپ خط شوق سے لکھنے لگا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو۔ تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ۔ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا اور آج تک اُسے خط نہیں لکھا۔ لاجل ولاقوتہ۔ سونو میر جیدی جیسا میر کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب نکھو تب تو رفع ہو گئی۔ پیش کے رفع ہونے کی خبر شتاب نکھو۔ برہنہ کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی ازبے چاوری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر شرف علی میں اور ان میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر جل نکلیں اور بیچج جائیں تو ان سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی منحل میں تمہاری کیا گت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ ذکر را گاہ خوردا کے معنی کیا ہیں پوچھو اور نہ چھوڑو جب تک نہ بتائیں۔ اس وقت پہلے تو اندھی جلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے۔ میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھ کر چھوڑ دوں گا جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا پہنچے اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلماء اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا۔

ایضاً بابا میاں بابا میر جیدی آیا۔ اُو بھائی نراج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رام پور دارالسرور ہے جو یہاں ہے وہ اور کہاں ہے۔ پانی سجان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوئی اس کا

لکھوں میری بلا لکھے۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لئے سلام تک بھی اُس میں ہو گا تو میں اُس کا جواب اُنکھوں سے لکھوں گا۔ اور ماں میاں تم نے میر شرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا زمانا ہو گا۔ اُس غریب قول ہے کہ میری دونوں بہنیں اور بایں بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو نہ معلوم ہو گا کہ کون سی لڑکی مری۔ کاش اُس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کوئی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلوں۔ اس امر میں حق بجانب اُس مظلوم کے ہے تو صریح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تھارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اس واسطے ایک لفافہ مختاری پسند کا مختاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین کو پہر کو میرے پاس آئے تھے اُن کو دیکھ کر دل خوش ہوا۔ تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سر فراز حسین الود گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک ن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے۔ میں اُدھر آیا۔ ظاہر یا رسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُنکی کتاب گئی اب اُن تک کیوں کر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سُنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین چشتی کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا۔ ہوا میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر مختارے علاقہ سے دُعا۔ صوفی صافی ہوں۔ اور صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں۔ اگر حفظ مراتب کئی زندیقی ہے یہ جواب ہو مختارے اس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اُن کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی۔ یہ بات اچھی نہیں میں تو دُرگیا کہ اگر مختارے خط میں اُنکو دُعا سلام لکھو گنا تو اُن سے تم کا ہے کو کہو گے۔

آج ۱۲ راج کی ہے پانچ چار دن جینے میں باقی ہیں۔ آج وہی ہی تیر ہے خدا نے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک خوشی کو کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہو گا کہ ایک دستبنو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نزدیکی تھی آج پانچوں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے پہلے ڈاک آیا وہی کا غذا فانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین ہر بات کی کلمات کبھی تم کو خدا یہاں لائیکا تو اس کی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے پاس بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دُعا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً بخور دار نور چشم میر جہدی کو بعد دُعا سے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تب کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو مانع نہ آئے تب بن بنکر آئی تھی جو اسکو روکتے ہوئے شرمائے۔ حکیم شرف علی ابھی آگئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھا آج ڈاک میں بھیج دیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑا متاع حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر محکوم سنائے۔ سُنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں محکوم ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال سیر کہتا ہے۔ بنیر در شکر آبت رُوبا دارو۔ پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہو محکوم کیا پیام ہے کچھ نہیں۔ شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ اُدھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب سزا میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

گئے ہوئے تھے کل آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُس کے موافق
 عمل کروں گا۔ جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو اسید اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو
 کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکھا پایا سا بھی رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا
 دہندہ ہے میرے تفتد کا حکم بھیج دیا۔ حکام سے مجھ کو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد
 ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میرے سر فراز حسین کو
 یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور رضیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دُعا کہنا۔ ۴
 ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے۔ نشر میں خود نمایاں کرنے لگو
 کئی دن سے تمہارے خط کی جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حُسن حرکت کر دیا ہے آج
 جو سبب اُبھر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر ساز
 کروں۔ بھائی تم تو اردو کے مرزا قیتل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں نہر کے کنارے دھتے بہتے
 رو و نیل بن گئے ہو۔ کیا قیتل کیا رو و نیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمہاری دلی
 کی باتیں ہیں۔ چوک میں میگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا
 اُس میں سنگ گشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں
 ڈھا کر رہتہ چڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص عام کچھ نہیں ہے۔ پنشن داروں سے
 حاکموں کا کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جواں نخت کے سالے ولایت علی بیگ
 بے پور کی زوجہ ان سب کی آلاؤں سے رہائی ہو گئی۔ دیکھئے کبپ میں رہیں! لندن جائیں
 خلق نے از روئے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑادی ہے سو
 سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۲۵۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائیں گے
 اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپیے دیئے جائیں گے۔ خیر آج بدھ کا دن ۲۲ جنوری

پیرا وہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے انکی بندگی مجھ سے کہی ہو خدا کی واسطے میری دعا ان سے کہدینا۔
 ایضا میری جان سنو ہستان صاحب کٹر بہادر پہلی یعنی جناب نڈرس صاحب بہادر نے مجھ کو بلا یا۔
 ۲۴۔ فروری کو میں گیا۔ صاحب سکار کو سوار ہو گئے تھے میں اٹا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری کو گیا۔
 ملاقات ہوئی۔ کرسی دی۔ بعد پرش مزاج کے ایک خط انکی زیری چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے۔
 جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے منگلوٹ صاحب اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باپس
 لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ منظمہ سے خلعت
 کیا مانگتے ہو۔ حقیقت کہی گئی۔ ایک کاغذ آلود لایا گیا تھا وہ پڑھو دیا پھر پوچھا تم نے
 کتاب کیسی لکھی ہے اسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منگلوٹ صاحب نے دیکھنے کو مانگتی ہے اور انکی
 میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا۔
 دیکھو میر ہدی حاکم پنجاب مقدمہ لایت کی کیا خبر۔ کتابوں سے کیا اطلاع۔ پنشن کی پرش سے
 کیا مدعا۔ یہ اتفہار یکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے۔
 غرض کہ دوسرے دن کیشبنہ یوم لتیطیل تھا۔ میں اپنے گھر آیا۔ دو شنبہ ۲۸۔ فروری کو گیا۔ باہر کے کمر
 میں بیٹھ کر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گڑھ کپتان کی چھٹی آئی۔ سواری
 مانگی۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہانشتی جیون لال کو دے جاؤ
 وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اُدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم ماسیج کو پھر گیا بہت التفات
 سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ سٹیفٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط
 منگلوٹ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ ہسند عالی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی
 بھیجا جاوے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں
 اجڑن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم ان سے ملو۔ عرض کیا بہتر۔ اجڑن صاحب یہ دیکھا کہ مکمل معلوم تھا

اُڑا ہے اُسکو دیکھ لوں پھر فطری کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد منشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد و پستور ہے گا۔ سبک سیر کیوں جاؤں کہ یہ سب موطوی جھوڑ کر نکل جاؤں۔ منشن جاری ہوئے پر بھی تو سوار ام پور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ مین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں مضطرب کی کیا وجہ چپکے ہو رہا ہو اور محکوم کسی عالم میں ملے اور مضطرب گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا اعلیٰ میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطرین دستخط خاص سے لکھی تھیں اللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ کیسے مقدمہ کا ذکر ہے ایضاً تہ صاحب۔ اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا۔ میں میر جہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مڑتا ہوں۔ میر سر فراز جیسے نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آگئے۔ کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندہ ہر وفا ہوں گرفتار نہیں تمہارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ نفل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام صلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤں گا۔ میں نے سلام پہنچے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو نہیں اُن کو دو گنا۔ محرم نام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا بتا نہیں ظاہر رسالت نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجھلا سنو ایک عذر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ اہتمام مکانات کا ایک آفت و بآ کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جطرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزار ہا مکان گر گئے۔ سینکڑوں آدمی جا بجا دہک رہے

کی ہے ایسے بننے کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آئندہ غریمت کیا ہے میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلالائے حضرت اپنے سلام علیکم۔ مزاج مبارک کیئے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر شرف علی صاحب و میر سرفراز حسین کم اور یہ ستم پیشہ میر جہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ کیا کروں میں کہیں تم کہیں وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جاہلوں کے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جاہلوں گے۔ دیکھئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے۔ اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بنیے سے سیانا سودیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم محکمو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہو گا بھائی تو میں تم پرنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزویوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا ایک حسرت کا بیان تمہانہ خواہش کا۔ دیکھا اس منہ نشن قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جینک جو اب پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنکلی خبر گرم ہے دیکھئے کب آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں کیا بیچ

میر نصیر الدین کو دُعا۔ حکیم میر شرف علی کو دُعا۔ یوسف ہفت کشور کو دُعا۔
 ایضاً۔ واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے کھنکھانے کا فائدہ۔ بات اتنی ہی ہو کہ میرا لپکا نکلا
 میرا بھونا منجھو ملا۔ میرا جام منجھو ملا۔ میرا بیت الخلا منجھو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو
 میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی۔ اکتون شب بن شب بہت روزم روز بہت
 بھی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میر خط پہنچایا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا
 اگر پہنچتا تو بیشک ہتھاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اہل حقیقت تم سے پوچھتے
 اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے منجھو وہ رواد لکھتے جو میرن
 صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو۔
 اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا
 اب اتنے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حسن بھی کیا چیز ہے۔ تاو کا اتنا
 خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو
 میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا
 جواب اُن سے لکھو اگر بھجواؤ۔ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔
 تپیں مستولی۔ اندھ مہنگا۔ بیچارہ نشی میرا حسین کا بھتیجا میرا داد علی آشوب کا بیٹا۔ محمد میر۔
 شب گزشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اُس کو دفن کرائے۔ جوان صالح۔ پہنیر گار۔ مونین کا
 پیش نماز تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مجتہد العصر کا حکم بجالاؤں گا۔ اور رئیس کو بلکہ
 مارا المہام ریاست کو لکھوں گا۔ رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائیگا اور دار المہام
 امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دُعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب
 نہیں لکھا۔ ہم بھی مختاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر شرف علی کو دُعا کہنا۔ اور کہنا کہ

گلی گلی ندی بہ رہی ہے۔ قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مہنہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ بچن کال سے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے۔ جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بوئے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال۔ اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہو۔ جناب میرن صاحب کو دغا۔

ایضاً

بے مے نہ کند رکھ من خامہ دانی نرسبت ہو آتش بے دود کجائی
میر جہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگلیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ گراے آتش سیال کہاں کہ جب دو جڑے پی لئے فوراً رگ و پنے میں دوڑ گئی مل تو انا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفسِ ناطقہ کو تو جبریم پہنچا۔ ساتی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہاے غضب ہاے غضب۔ میاں تم نشن نشن کہہ رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور نشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر۔ جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلوت کے لالے پڑے ہیں۔ تم کو نشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اہل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو گا تم کو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف دہر سہی۔ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف کشور سہی۔ انکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے۔ مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپے مہینا بھیجے جاؤ گا۔ اب انکا تقاضا ہے چم روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ چھوچھا جان کو لکھو کہ چھوچھی جان جو کی مرتی میں۔ خرچ جلد بھیج دو۔ نالش کچیا لگی اور نگو گواہ قرار دیا جائیگا۔ بہر حال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھو ادینا۔ میر سر فرارین

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیسپر کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انگو ہاری دُعا کہنا ایضاً میری جان تم کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک مثل ہے قلم و دات لے بیٹھے۔ اگر خط پہنچا کر تو جو بے روزہ شکوہ شکایت و عتاب خطاب لکھنے لگے۔ کل حکیم اشرف علی آئے تھے سرنڈ واڈا لاسے مَحَلِّقِیْن رُوئے سَکُم پر عمل کیا ہے۔ میں نے کہا سرنڈ وایا ہے۔ تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنے لگے دامن کجا آرم کہ جامہ ندارم۔ واللہ ان کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آگئے اور برقرار و بجال ہے خدا کا شکر بجالایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سنی جائے۔ میرا سلام کہنا اور مبارکباد دینا۔ خردار بھول نہ جایو۔ تمہاری شکایت تہا سے بجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خطا پانی پت سے بھیجا تھا اور کرناں کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کہ ناں سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۰ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پتھا بھی نہیں۔ تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیلہ ہے۔ ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بوو تمہارا گلہ بجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرناں نہ بچکر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ماں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے نہیں نکلتا۔ ان کی خیر و عافیت نہ ان کی بندگی بندگی لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے۔ یہ باتیں سچی نہیں۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں واللہ ان کی باتیں میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر واللہ کو وہیں بلالیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بُود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرن نشین اس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تم کو اطلاع دیجائیگی۔ شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کرایہ کو مکان ملنے لگے۔ چار پانچ گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میرا حمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی ان کو معلوم ہو کہ
خفیہ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تھار سے نہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو فیض
ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ۔

میں بھولا نہیں تھا کہ اے میری جاں کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکان
برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ تناسم جان کی گلی سعادت خاں کی ہنر ہے۔ میں جس مکان میں
رہتا ہوں۔ عالم بگیخاں کے کمرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے والاں کو جاتے ہوئے
جو دروازہ تھا گر گیا۔ ٹیرھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں
چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گڑی بھر رہے تو چھت گھٹنے بھر رہے۔ کتابیں خدا ان سب توشہ خانہ
میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا۔ کہیں چمچی دھری ہوئی۔ خط کہاں بٹھکے کھوں۔ پانچ چار دن
سے فرصت ہے۔ مالک مکان کو فکر مرت ہے۔ آج ایک من کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میری
کے خط کا جواب لکھوں۔ آلو کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یہاں
حالم کثرت اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال جو کچھ کہو
کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نو مبر میں ہمارا جہ کو خستہ مارے گا۔
اگر وہ اختیار لیا ہو گا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا۔
آدمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رخص کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی
حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں تندرستی ہزار نعمت ہے + ہائے پیش مصرع
مرزا قربان علی ہگب ساک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجھ کو پسند آیا ہے
تنگدستی اگر نہ ہو ساک تندرستی ہزار نعمت ہے
مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دُعا۔ آہا ہا ہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں۔ حضرت

حاکم صدر محکوم پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دُعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی تبری جواب عربی لبربی جواب انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دُعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دُعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دُعا۔

ایضاً۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ۔ چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ بہر نفعہ سیر حنا کے پل کی۔ ہر سال سیلہ پھول الوں کا یہ پانچویں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلعہ ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب اگر نر جنرل بہادر ۱۵۰۰ دسمبر کو یہاں داخل ہو گئے دیکھئے کہاں اترتے ہیں اور کیونکر دیا کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ جھج۔ بہادر گڑھ۔ فخر نگر۔ دو جانہ۔ پاٹودی۔ لومارو۔ چار معدوم محض میں جو باقی رہے۔ اس میں سے دو جانہ دلو مارو تخت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کشتہ بہادر اُن کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔

اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں میں سگے نیا موسوم اسد۔ تینوں مردود و مطرد و محروم و منعم و ٹوٹیٹھے جبکہ ہم جام و صوبہ پھر ہم کو کیا آسمان سے بارہ گلفام گر برسا کرے۔ تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خاں کے چھتے گی۔ خان چند کے کوچہ کی ٹرک دیکھ جاؤ۔ بلاتنی یکم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر بہتر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالباً فرزدہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر فرزا حسین کو دُعا۔ حکیم الملک حکیم میر شرف علی کو دُعا۔ قطب میر نصیر الدین کو دُعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دُعا۔ غالب۔

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے۔ آئندہ کیا ہوگا۔ سلطانِ اعلیٰ مجتہدِ مصر مولوی سید سر فرز حسین کو اگرچہ نظر ان کے دلچ علم و عمل پر بندگی چاہیئے مگر خیریتیں غیز و ادا کی گئی کی؟ سے دعا لکھتا ہوں۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین کو دعا۔ زیادہ کیسا لکھوں۔ ❖

ایضاً۔ میاں کیوں ناپاسی و ناقش شناسی کرتے ہو۔ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں۔ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر مہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم زحیر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارض چشم سے تم کو کیا علاقہ۔ میرے چشم کی آنکھ کیوں دکھتی۔ میں نے خط تھیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں دہاں آؤنگا مجھ کو خط بھیجنے میں تاہل ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کر لے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار سو پچاس روپے ہوئے۔ سو دھڑ خراج کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں اٹھ گئے۔ مختار کار دو ہزار لایا۔ چونکہ میں اس کا قرضدار ہوں روپیہ اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حاب کیجئے۔ حاب کیا۔ سو دو ٹول سات کم پندرہ سو ہوئے۔ میں نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حاب کر۔ کچھ اوپر گیارہ سو روپے نکلے۔ میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے۔ نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجھ کو دو۔ بانسواں تم لو۔ یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتہ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا تو انھیں پھوٹیں بات رہ گئی پتہ رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے میں جیسا رنگا جھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ میرا دار و گیر سے بچنا کرامتِ اسد اللہی ہے ان میوں کا ہاتہ آنا عیضہ یا اللہی ہے۔ حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانیا کا مستحق نہیں

جسٹا نہیں دیکھو خط لکھتا رہتا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دُعا۔
 ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود منوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اُٹ بچھا
 ہوں۔ تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۳۸۵ء تک کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ کے
 نصیر الدین لائے کئی بار میں نے اُن کو دیکھا نہیں اب کی بار درو میں مجکو غفلت بہت رہی کتر جا
 آنے کی خبر نہیں ہوئی جب اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں لائے۔ تمھاری آنکھوں کے غبار کی وجہ سے
 کہ جو مکان دلی میں ڈھلے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اُس کو آپ نے
 ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین
 کا خط آیا تھا۔ میں نے میرن صاحب کی آزدگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا۔
 یہ رقمہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید
 مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس اُلفت پر اطلاع پائیں۔
 ایضاً۔ سید صاحب کل پہر دہرے تمھارا خط پہنچا یقین ہے کہ اُسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین
 تمھارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سُن لو گے میں کیا لکھوں میں
 بھی جو کچھ سنا ہو انہیں سے سنا ہے اُن کا اس طرح ناکام بھڑانا میری تمنا اور میرے مقصود کے
 خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہی میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہو گا۔
 سو روپیہ کی ناحق زیر باری ہوئی چونکہ یہ زیر باری میرے جوہ سے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی
 میں نے اس جھپٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور ویسا ہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں
 ہزار داغ ہیں ایکہرا ایکہرا سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیر باری سے دل گڑھا ہو۔ وہاں کو کیا چھتہ
 ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام۔ ٹوٹ ایسی سخت۔ کال لیا
 بڑا۔ وہاں کیوں نہ ہو۔ سان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔

انصاف۔ جان غالب مختار خطیہ پنچاغل صلاح کے بعد پہنچتی ہے۔ ہر اکے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے؟ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس تہ کا ہو گیا۔ ای میر ہندی تجھے شرم نہیں آتی میاں یہ اہل دہلی کی زبان ہے۔ ارے اب اہل دہلی ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں جس کی ٹٹی پروا ہو اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ حجت اوسمت بدلی ہوئی ہے بہر حال میگزد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا۔ لال ڈنگی کے کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوا ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا۔ مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک ہے۔ مہاراجہ ایک صحرائی ووق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جوڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہو کا مکان ہو جائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغچے کے اس جانب کو کئی باغیں نشیب آتے ہیں وہ باغچے کے صحیح کے برابر ہو گیا یہاں تک راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فیصل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا۔ کشمیر دروازہ کا حال تم چمکے ہو اب ہنی سڑک کی واسطے کلکتہ دروازہ سے کابل دروازہ تک میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ۔ دھوبی واڑہ۔ راجی گج۔ سعادت خاں کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ راجی داس گودام کے مکانات۔ صابرا رام کا باغ حویلی۔ انیس سے کسی کا پتہ نہیں ملتا۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جگ کنوئیں جاتے ہیں اور پانی گوہر نایاب ہو گیا۔ تو یہ صحرا صحرا کر بلا ہوا۔ اللہ اللہ ولی کے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہہ جاتے ہیں واہ رے خن عمقاداری بندہ خدا۔ اردو بازار نہ رہا اردو کہاں ملی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہو کیسے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہرو اور کا حال کچھ اوسے مجھے اور انقلاب سے کیا کام۔ الگنڈر مدنی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہر انکی

یوں نہ لکھو وہ خط نہیں ہے۔ چاہے آج۔ آج بے باران ہی۔ نخل بے ثمر ہے۔ خانہ بے چراغ ہے۔ چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امضوری لکھ لیا۔ زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی سارے تین طریقوں میں بھی میں نے لکھ دیں کیا قصا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی۔ خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصو عارف کرو خانہ ہو۔ میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا تمکو بھیج دوں نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علی خاں مرگئے۔ حامد علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلوداروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اُس نے غسل صحت کیا۔ باقر علی خاں کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے۔ حسین علی خاں کے گلے میں دو غدد ہو گئے ہیں۔ شہر چپ چاپ۔ نہ کہیں بھاڑا نہ بجتا ہے نہ شہرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے۔ نہ آہنی سڑک آتی ہو کہیں دودھ بنتا ہے دلی شہر خوشاں ہے۔ کاغذ بڑ گیا ورنہ تمہاری دل کی خوشی کیو سٹے ابھی اوکھٹا۔ ایضاً سید صاحب تمہارے خط کے آئینے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن نہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں حظ سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو روپے ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے۔ سبحان اللہ باوجود اس سہید کی پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلاتے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ انور چلے جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجھو لکھیں۔ نیشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں۔ حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عہد میں ہر خدہ شخص کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں بتانا۔ بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگِ ناگہانی آؤ رہے
 میانِ شہ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اس میں میری
 کسرِ شان تھی بعدِ رفعِ فناء ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اُردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب اسی ہفتہ میں غایت
 اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیاتِ نظم فارسی کے چھاپہ کی بھی تدبیر ہو رہی ہے
 اگر ڈول بندہ کیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائدِ طبھائی گئے ہیں
 اگر مقدورِ مساعدت کرے گا تو میں نے شرکتِ خیر اُسکو چھوڑ دینا۔ مگر یہ خیال محال ہے۔ میرے مقدور
 کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام۔
 میرا خدا اکرم۔ میرا خداوند مہربان علی دارم چہ غم دارم۔ وبائی آج بدم ہو گئی ہے۔ پان سات دن
 بڑا زور شور رہا۔ پر رسولِ خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو
 اُس کا نو برس کا بیٹا بیضہ کر کے مر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ الوریس بھی وہاں۔ الگ نڈر مرنے
 مشہور الگ صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں دھچھے میں متوسط
 تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہلکوا گیا۔
 ایضاً۔ ماں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیج دیا۔ اب کیا لکھوں
 تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں۔ فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے لغافہ کو گریڈ
 کرو۔ مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤ گے کیا۔ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں
 خیریت ہو وہاں کی خیر غایت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہو
 مسودہ بعدِ اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میرے سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ماں حکیم
 میرا شرف علی اور میرا فضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہو کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتو
 رہو۔ کیوں سچ کہو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ مایو کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرف بننے دیا۔ نہ اپنا ہم نخلص ہم پہنچایا۔ فقط نشن کی صورت یہ ہو کہ کو تو اس کیفیت طلب ہوئی اُس نے اچھی لکھی۔ کل ہفتہ کا دن ساتویں گت کی محکمو ابرٹن صاحب بہا نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے گئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے۔

تو دگر ہے تو اس میں ہے کہ ہم نے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آئندہ کو مقرر ہوتی ہے غلام فخر الدین خاں کی دو ایک روکاریاں ہوئی ہیں۔ صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو رمانی ہو صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ ذکر بند کیا۔ اور یہ لکھ دیا کہ یکم گت ۱۵۰۰ تک میں نے ۱۵۔ جینے کا حال لکھا اور آئندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھجو۔ اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ میں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں۔ ہاں صاحب میرا شرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میرے فرزند حسین باپنی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائیں تو محکمہ اطلاع کرنا۔ *

ایضاً۔ مارٹو الا یا تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج زقار کا برا ہو ہننے اسکا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و گوشہ تھا۔ چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے۔

سوچتی تو کوئی دم دیکھ سکا اور فلک۔ اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک لکڑی دیکھنا

یا در ہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہو۔ کل سے محکمے کش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں و صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ نہیں آتی مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤں سے پاس نہیں بچھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کر سکتی۔ بہر حال کچھ لکھتا ہوں۔ سنو نشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم۔ دیر آید درست آید۔ بھیجیں تم کو بہت آرزو ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کچھ بیان میں اتھار مسرت نہ محکمو تنہیت بلکہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی راسے میں نشن پائے کا استحقاق رکھتا ہوں پس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہ کسی کو ضرر میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں۔ جاڑے آتے ہیں محاف تو شک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا۔ منشی امیدنگہ اندر والے دلی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دکھایا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ اگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُس کو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ سودہ بھیجا گیا۔ رنی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگہ نے لیں۔ پچیس روپیہ بچا بے خانہ میں بطریق ہندوی بھجوا دئے جس طرح نے بشمول سنی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا اگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیے ہو۔ حکام نے بحال خوشی اجازت دی پان سو جلد چھاپی جاتی ہے اُس پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی امید سنگہ محکمو دیں گے۔ بین عزیزوں کو بانٹ دوں گا۔ برسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرسہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۵ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۵ء تک محال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ اُن کو جاگیر گسٹ میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگہ اندر جانے والے تھے اگر ختم کر کے سودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔ *
ایضاً خوبی دین و دنیا روزی باد۔ میرا شرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاف قصور تھا رہا کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو۔ جہاں دوسرا میر جہدی بھی ہو محکمو دیکھو کہ میں کیسے دلی میں رہا ہوں نہ کوئی اپنا ہنام

روپیہ کے کیشت پانے کی اور آئندہ ماہ باہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیج دیں سو یہاں اُس کی تعمیل بطور مستجاب ہوگی۔ کم و بیش دو مہینہ میں سب پہل جائیگا اور ہاں صاحب کشر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو تنور و پیہ خزانہ سے منگوالو۔ میں نے کہا صاحب کیسی بات ہے کہ اوروں کو سب دن کاروپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ و اجرا کا حکم مل جائیگا۔ اوروں کو یہ بات برسوں میں میری آئیگی۔ میں چپ ہو رہا۔ آج دو شنبہ یکم شعبان ۱۲۸۷ ہجری بمقام ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر تنور و پیہ منگالوں۔ پر یار دلائی کے انعام فی حق خدا ہنی سے ہو حکم تو ہی کے حکم کے ساتھ اُس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستینو منگا کر اور تم دیکھ کر ہوا کھو کہ وہ کیسی ہے اور انہیں کیا لکھا ہو چاہے حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی لکھ کر مجھ سے مانگی اور میں نے دی۔ اب انہوں نے حاکم پنجاب کیا لکھا ہو سوقت مختار الیک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجھ کو باتیں کر نیکام ملا تو دونوں کا جواب بھی لکھ کر روانہ کیا۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میرے فرزند حسین۔ میرن صاحب میر نصیر الدین کو دے جا۔ ایضاً۔ یہ صاحب تم مجرم نہ میں گنہگار۔ تم مجبور ہیں لاچار۔ لو اب کہانی سنو۔ میری سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفیٰ خاں بیجا دسات برس کے قید ہو گئے تھے سو ان کی تفصیر معاف ہوئی۔ اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور نیشن کے باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میر ٹھہری میں ایک دست کے مکان میں ٹھہرے ہیں۔ میں بجز دلتاح اس خبر کے ڈاک میں ٹھیکر میرٹھ گیا ان کو دیکھا۔ چار دن ہاں رہا۔ پھر ڈاک میں میرٹھ تاج آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا۔ منگل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے مجھ کو آئی ہوئے

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا انکا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب نے یہی ہو گئے جیسے آگے تھے اچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہو کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمھاری ہلکوپسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا بغیر الفاظ لکھتا ہوں۔ کیوں نہ میرن کو مختتم جانوں؟ دلی والوں میں اک بچا ہریش میر تقی کا مقطع یوں ہے۔ میر کو کیوں نہ مختتم جانیں؟ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے۔ میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ آئے میاں تم نے کچھ اور بھی سنا کل یوسف مرزا کا خط لکھتے سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد ان کا دائم تحسب ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کا ہے کو کچھ کا خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو۔ لو بھی اب تم چاہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ خور ہیں۔ وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے منگا دو۔ میں بھی بجا جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا برخوار میر نصیر الدین کو دُعا پہنچے۔

ایضاً۔ میر مہدی جتھے رہو۔ آفرین صد آفرین۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجبور شک آنے لگا۔ سُنو دلی کے تمام مال و متاع وزر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے حملہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر میں نے اُس کو پہل کیا۔ اللہ برکت دے۔ میری نیشن اور اُن کے انعام کا حال کما ہوا حقہ سمجھ لو وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ الْكَافَّةُ ایک طرز خاص پر تحریر ہوئی۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلاں شخص کی نیشن کے پڑھے ہوئے

ایضاً میری جانِ حیات کو ایک سو بیس برس کی عمر دے۔ بڑھا ہونے آیا۔ ڈاکٹر صاحبی میں
 بال سفید آ گئے۔ مگر بات سمجھنی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بچا اُلجھے ہو۔
 یہ تو جانتے ہو کہ وائی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۹۷۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ یہ
 فروری ۱۹۷۷ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا
 روپیہ بطریق مددِ خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہِ جمادی
 الثانی کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُسکو
 کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انٹی ہے چل بسوال لے گئی
 تو کا ہے سے پٹھکوں راب پد علی بخش خاں چپان شروپیہ مہینا پاتے تھے بائیس
 مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آئندہ ملنے
 میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خاں سو روپیہ مہینہ کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو
 روپیے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے
 کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اس کو اٹھارہ سو ملے۔ مٹا جمدار دس روپیہ مہینے کا
 سیکھ لمبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سو لہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آئندہ
 کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ محکو پھر مددِ خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو
 اخیر خط پر صاحب کشنز بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مددِ خرچ سو روپیہ بلجاویں
 میں نے وہ سو روپیے نہ لئے۔ اور پھر صاحب کشنز بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ
 مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیے ہوتے ہیں۔ سب
 پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجھ کو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے
 مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے۔ ابھی اس میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے

نوان نہ ہو۔ انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے کچھ صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو
 میں جواب لکھتا ہوں۔ روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے
 میرے گھر سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہو اور حالت یہ کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے بلکہ
 دروازہ کا تھانہ دار موڑ جا چکا کر ٹرک پر بیٹھتا ہے جو باہر کے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر آٹا
 میں بھیج دیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید
 رہتا ہے اس سے علاوہ سبکدوشوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ کھتا ہے
 تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جھدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی تو
 مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسدا اللہ خاں پنشن دار شدہ
 حکیم شیلے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں
 کے زمانہ میں نکلا اور نکلا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار
 اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت جھدار نے
 محلہ کے نقشے کے ساتھ کوٹوالی میں بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر نکلیں
 کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں انہیں ٹھا دو۔ اور آئندہ کو مخالفت کا حکم نہ دو۔ اور
 بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر
 مقدور نذرانہ دے۔ اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے
 گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بسنے کی
 کون جہورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
 شہر میں آتے ہیں الْمَلِکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نور چشم میرزا حسین اور برنخدار میر نصیر الدین کو دعا
 اور خباب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی۔ اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

تائیں کی بُرائی اوروں میں سرت نہ کرے ٹوکرے میں سے پھینک دیئے۔ میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے
مگر میں تمہاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ تمہارے پاس وہ یہ کہاں جو تم نے آم خریدے
خانہ آباد دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی
بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام تپلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرور میں
ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میر شرف علی کو کہ وہ ان کے علم کی کنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں
چالیس چالیس روپیہ کو لے گئے ہیں۔ میری دُعا کہہ دینا۔

ایضاً۔ کیوں یا کیا کہتے ہو۔ ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں۔ تمہارا خط پڑھ کر دو
بار یہ شعر پڑھا۔ وعدہ وصل چوں شود نزدیک بد آتش شوق تیز تر گرد و پد کلو کو
مولوی منظر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیے گا نہیں میں آتا ہوں۔ جہلا
بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں ان کو بلاتا۔ انھوں نے جواب میں کہلا
بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں۔ دو گھنٹی کے بعد وہ آئے۔ ادھر کی بات
ادھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اچی کیوں حضرت آپ
میرن صاحب کو نہیں بلاتے۔ صاحب میں تو ان کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام
کا ان کو بتا لکھا ہے کہ وہاں پھٹ کر محجو اطلاع کرو میں شہر میں بلا لوں گا۔ صاحب اب وہ
ضرور آئیں گے۔ آخر کار ان سے اجازت لے کر اب تک لکھتا ہوں کہ ان سے مختصر یہ کہہ دو کہ
بھائی یہ تو بالآخر ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو
باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجھ کو آگیا ہے۔ اس طرف سے
خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا روزہ کھا کھا کر کاٹا۔ آئندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے
نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

دھندھورا پٹوا کر ٹکٹ چھپو اگر جرٹن صاحب ہاں و بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلی کے حقا جو باہر
پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جبہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی
اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کے دعائیں نہیں۔ بنو خدا
کا مگر میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا بیچ بیچ میرا جلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جو وقت میں یہ
قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں ٹکڑوں نے ستیا کہ دادا جان چلو کھانا
تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین غلہ اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو
لفافے میں لٹکا کر ٹکٹ لگا کر سزا مہکھ کر کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھپر بھی تھی کہ
دیکھوں میرا میر مہدی خطا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا۔ تم نے جلے پھپھو لے پھوڑے۔ لو اب
تباؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا مگر وہ جو کچھ تم
سنا ہو گا بے اہل باتیں ہیں۔ پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل آباد کے پیش نظر۔ یہاں کے
حاکم نے اگر ایک رو بکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اس میں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو
ایک آدمی آگئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے کبس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ
روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف سوٹھے پر بیٹھے ہیں۔ میں پلنگ پر لیٹا ہوا
ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دو دمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک
آدمی ساتھ۔ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اسپر گھاس ہری پتھی ہوئی۔ میں نے کہا انا بابا سلطان العلام
مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے
فیض خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے۔
ایک ایک آم کو ایک ایک نر نر گلاس سمجھا یا وہ انگوڑے بھرا ہوا مگر وہ کس حکمت سے بھر ہے کہ
پنیتھ گلاس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے عیاں کہتا تھا کہ یہ اتنی تھ پندرہ گر گئے بلکہ سڑ گئے۔

چھپ چکا ہے۔ کل اتوار تعطیل ہے پرسوں دو شنبہ سے دیکھے یہ کافذ کیوں کر تقسیم ہوں پتہ
 کیفیت عموماً شہر کی ہے۔ خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کو تو اں کو
 حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خاں نیشن دار کی کیفیت لکھو کہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کو تو اں
 موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کو تو اں چوتھے جائیں گے اور
 میری بے مقدوری ظاہر آئیں گے۔ تم کہیں نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی پڑھا ہوا روپیہ مل جائے گا
 اور آئندہ کو نیشن جاری ہو جائیگا۔ نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرے گا
 چھ مہینے یا برس دن کاروبار علی الحساب پانے کا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اُن طلب
 کے جواب میں بھی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیج دو تو میں آؤں۔
 دیکھو اب اس پانچ دن میں سب حال ٹھکلا جاتا ہے۔ میرسرفراز جین کو دوا کھنا اور میری طرف
 سے گلے لگانا اور پیا کرنا۔ میر نصیر الدین کو دوا کھنا اور میرن صاحب کو مبارکیا دیکھنا۔ غالب

پنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زاوۃ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دوعاے درویشانہ قبول فرماویں آپ کا مع الخیر
 وطن پہنچنا اور بزرگوں کے قدموں اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو
 یوسف از مصر بکھان آمد بفرقہ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ
 ہنوز تمھارے مسودات دیکھے نہیں گئے۔ تا نزل باران رحمت الہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو
 اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیے گا اور اپنے والد ماجد
 یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت پٹکے اور اشتیاق برے پہنچائیے گا
 اور عرض کیجیے گا کہ آرزو سے دیدار حد سے گزر گئی۔ یارب جب تک حضرت صاحب عالم کو مبارک
 میں اور انوار الدولہ کو کاپلی میں نہ دیکھ لوں اور اُن سے ہم کلام نہ ہو لوں میری رُوح کو

میر سر فرزا حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کے
اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دُعا۔ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ
کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر پھٹریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ
دیکھیں۔ شکرم میں۔ کراچی میں چوپہٹے میں یعنی ڈاک میں آئیں۔ بلی ماروں کے محلہ میں میر
سکان پڑا تریں۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی منظر علی بستے ہیں میر ان کے
سکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زہار کوئی نہیں روکتا یہ اصلاح تو ایسی
ہے کہ اگر اس خط کے پتھتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔ *

ایضاً۔ میاں کیوں تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے۔ وہ وہاں اچھی طرح ہے
حاکموں کے ہاں آنا جانا نوکری کی تلاش میں۔ حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں۔ وہاں کے
حکام سے ملتے ہیں وہاں نشین کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ
میں ایک دو خط مچکواتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ

ہندوستانی علداری میں ایسا امن و امان ہو گا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی علداری میں چین
ہو گا۔ امرا اور شرفاء کی حکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و تفضیل توقیر۔ نشین کی تقسیم علی العموم آبادی کا
حکم عام لوگوں کو کمال نطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک نقل سنو وہاں کے
صاحب کشنر بہادر عظم نے جو دیکھا کہ غلام میں ہنود بھرے ہوئے ہیں۔ اہل اسلام نہیں ہیں۔ ہنود کو
اور علاقوں پر بھیج دیا اور ان کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ
پڑی ہے۔ لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں علداری کی وہ صورت ہو جو غدر سے پہلے تھی۔ اب
یہاں ٹکٹ بچا پے گئے ہیں۔ مین نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی
درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی راے پر ہو۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

تو مجھے اطلاع دیجیے۔ ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر رُوئے سخن آپ کی طرف سے ایک خط میرا نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میرویز علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا۔ جو آدمی خط لکھا گیا تھا وہ دوبار جواب بنا گئے گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل میوہ دوسری بار حضرت نے لے۔ میں نے اُس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمتگزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یاے تختانی گھوڑا تھا کہ ایک چیرا سی یا اور اُس نے خط تھارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا۔ اور کہا کہ ڈپٹی صاحب سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا سح اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکٹ بنہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہر ڈپٹی صاحب پانڈی چوک حافظ قطب الدین سج و اگر کی جولی میں رہتے ہیں باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچا ہے گا۔ والسلام -

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مُشد اس مطلع و سُن مطلع کو کیا تجھوں اور اُس کا شکر کو بکھولاؤں۔ خدا کی بندہ نوازیان میں کہ مجھ تنگ فریش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا ہوا ہے۔ ظاہر میرے مُقدّر میں یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ میں اُس قلم میں جتنا رہا اللہ شایع کھنتی۔ سو خوشی کو بوں بچایا۔ اور پھر اُس تہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا شہمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اور شمار نہ فرما ہے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے میں مخایا نہ کرے گا۔ کتا با فادت مآب و بیچ آہنگ نسخہ لطیف شریعت تالیف اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر جو ہری صاحب اور حضرت سید شاہ ایدم صاحب دروہوی فیض اُمّ صاحب تین اہم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم میں متروک ہوں کہ آیا میرا قیاس مطالع

قبض کا حکم ہو۔ لیکن شہادہ میں دو مہینے باقی ہیں ان کے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے۔ شفقتی گرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہئے گا اور یہ پیام پہنچا گا کہ حضرت صاحب عالم کی تنہاے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اگر کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے خواہش وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں ہے اُن کے اُس خط کا جواب جو پرسوں محکوم پہنچا ہے موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا ان شاء اللہ العزیز۔ ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر رُوئے سخن آپ کی طرف ہے۔ جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی میاں تشریف لائے اور میرے سکن سے ایک تیر تپا کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں قطب الدین کی حویلی میں اترے ہیں۔ مرنی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں۔ لیکن قائم مقام ہیں۔ وہ صاحب جن کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے۔ ایک دن فقیر بھی اُن کے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اُن میں جم ہیں انھیں اُن کے حسن صورت سے روشن ہو گئیں اور دل اُن کی سیرت سے خوش ہو گیا۔ واہ خاک پاک بلگرام میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا۔

ایضاً۔ مخدوم زادہ عالی شان مقدس دو دماں حضرت شاہ عالم اسرارِ امان و عزو شان و علم و عمر سے برخوردار ہیں۔ ہمارے حضرت حکو بھول گئے۔ ہاں سچ ہے اُن کا لطف چودھری عبدالغفور صاحب کے جوہرِ مہر و محبت کا عوض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عوض کہاں ہر حال جناب حضرت شاہ عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائیں۔ چودھری عبدالغفور خاں صاحب کو سلام کہئے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچا میرا گناہ ہے یا اُس کے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجئے۔ اگر کوئی جرم

آج لکھ رکھو۔ اٹھے کون کس کھولے کون۔ لڑکوں کی دات قلم موٹ سے پر لپٹا کے باپس لکھ لی۔
 اوتب مقصی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام قدس ہو۔ حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظریں
 مکمل ہو کر مسودات کا مکتبہ حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو کھچے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں۔ پرسوں
 تک آجائیں گے بعد اس کے انطباع کی فکر ہوگی۔ جب وہ غربت امضا پذیر ہو جائے گی۔
 حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید عالم کو سلام۔
 چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز۔ صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو منفی روح سمجھتے تھے
 باتوں کا مزمل تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ روحانی منقطع کیوں ہوا۔
 صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنا رہے۔ ۴۔

بنام مولوی عبدالغفور خاں بہادر نساخ

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ سدا اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرست
 حال کا شاکر اور آئندہ افزائش عنایت کا طالب ہے ذکر بے مثال کو عطیہ کبریٰ اور بہت
 عطیہ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے
 اس سچ میرزا پچاں کو قابل خطاب و لائق عطائے کتاب جانا۔ یتن دروغل و نہیں۔ خوشا
 میری خوش نہیں۔ دیوان فیض عثمان اسم با سسے ہو۔ ذکر بے مثال اس کل نام تجا ہے۔ الفاظ
 متین۔ معانی بلند۔ مضمون عمدہ۔ ہندش پسند۔ ہم فقیر لوگ۔ اعلان کلمۃ الحق میں کیا
 وگستخ ہیں۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ آج
 بڑھ کر بصیرتہ مبالغۃ نساخ ہیں۔ تم دانائے نمودار و زبان ہو۔ سرمایہ نازش قلم و ہندوستان
 ہو۔ خاکسار نے ابتدا سے سن تیر میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہ

واقع ہے یا نہیں۔ ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونوں میں تردد ہوتا ہے نہیں
 معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر بیچ آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک سببی
 بھائی ہے۔ نواب حنیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ میری نظم و شعر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ
 مجموعہ شعر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ میں تھے۔ وہ
 کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہوں جتنے ہزار روپیہ کی مالیت کا ہو گا لٹ گیا۔ ایک ورق نہیں رہا
 ہاں چھاپے کی بیچ آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور میوب بہ دو عیب ہیں۔ ایک تو یہ جو بلبلطباع
 از قلم شتر تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں۔ دوسرے کا پی نوپس نے وہ اصلاح میری شکر کو دی
 ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اس واقع سے بے مبالغہ یہ ہے
 کوئی مصنفہ اغلاط سے خالی نہیں۔ بہر حال اگر فرمائیے تو لے کر بھیج دوں۔ مخدوم زادہ کا
 والاتبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر پہلے ان کی خدمت میں اور پھر تیرہ مقبول عالم
 کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں *
 ایضاً بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قلمہ روح و روان خاں صاحب عالم صاحب
 ہنگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے ضحلاں ثوی کا
 حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تعلق کی ملاقات ہے آجائے تو اٹھ بیٹھتا
 ہوں درختہ پڑتا رہتا ہوں۔ جو کچھ لکھتا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ آج دوپہر
 میر عبد الغفر صاحب آئے ہیں بے کلاہ و پیر بن پنگٹ لیتا ہوا تھا ان کو دیکھ کر اٹھا مصحف
 کیا انھوں نے خباب شاہ عالم کا خط مع مسوات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا
 عرض کیا کہ کل آخر روز آپ نشر لائف لائیں خط کا جواب اور اصطلاحی مسودہ لیجائیں وہ تشریف لے
 یں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے۔ جی میں کہا آؤ میکا کیوں رہو۔ خط کا جواب

ہندی فارسی نظم و نثر کے سوادات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو ان دونوں گھروں پر
 جھاڑو بھر گئی نہ کتاب ہی نہ اسباب ہا پھرا بے یمن بنا کلام کہاں سے لاؤں۔ ماں تکو اطلاع
 دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں ۱۳۵۷ء سے جولائی کی اکیسویں ۱۳۵۷ء تک پندرہ مہینے کا بیٹا
 حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ شرفارسی زبان قدیم میں ہے۔ کہ جس میں کوئی لفظ عربی
 نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک فحرت
 جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی تائیش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے۔ یہ کتاب مطبع خلافت
 اگرہ میں منشی بنی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ نوشی ہر گوپال تفتہ کے اہتمام میں
 چھاپی گئی ہے۔ فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُس کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب
 منشی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع
 سفید خلافت سے منگالیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

بنام قاضی عبدالجلیل صاحب

مخدوم مکرم و منظم جناب مولوی عبدالجلیل صاحب کی خدمت میں ابلاغ سلام منون الاسلام کے
 بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی اراوت میں ازلیعہ فخر و سعادت ہو۔ دو غایت نامے آپ کے اوقات
 مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیارہی طرح
 کی ہیکلی کہ حروف و جہتی طرح پڑے نہیں جاتے۔ اگرچہ مبنائی میری اچھی ہے اور من عینک کا
 محتاج نہیں لیکن با اینہہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے جگہ
 اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ
 جانیں کہ میرا خط چھاڑ کر پھینک دیا ہو گا اور مہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے

کا تو کہ جو کہ چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے نظم و نثر فارسی کا عاشق و مائل ہوں۔ ہندوستان میں بتا ہوں گرتیج مہنائی کا گھائل ہوں جہاں تک میں سکا فارسی زیاں میں بہت کچھ بکا۔
اب فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دینا میں توقع نہ بھٹی کی اُمید۔ میں ہوں ورنہ وہ ناکامی جاوید
جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں ۵

چشم کشودہ اندکروار ہائے من زائندہ نا اُمیدم و از رفتہ شرمسار
ایک کم ستر بریں نیامیں ہا اُج کہاں تک ہوں گا۔ ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک
فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا۔ تین سالے نشر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اُن
اُردو کیا ہو گا۔ بیچ کا صلہ نہ ملا۔ غل کی داو نہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول
طالبہ اعلیٰ علیہ الرحمۃ ۵ لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ۶ دہن پر چہرہ زخمی بود بہ شد
بیچ توئیوں ہو کہ قوتِ ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مزہ ستر میں
شور نہ رہا۔ پچاسن بچپن برس کی مشق کا ملکہ۔ کچھ باتیں یہ گیا ہے اسی سبب سے فنِ کلام میں کھینچو
کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ مقررہ گفتار میں موافق سوال جواب دیتا
ہوں۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھئے وہاں پیش کیا آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ
کیوں کو بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ الناس ہے کہ آپ جو یاد کی آبادی اور محکوار سال
نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں جب تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد۔ اور بعد
میرے مرنے کے دُعا سے مغفرت سے یاد فرماتے رہے گا۔ والسلام بالوفی الاحقر

بنام مرزا یوسف علی خاں صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجہ کہ اُن جان بنے جاتے ہو۔ واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لگا لگا ہوا
کلام میرے پاس کب تک نہ لٹا۔ ہاں بھائی ضیاء الدین خان صاحب نے مناظر حسین مرزا صاحب

آپے ملیں تو میرا سلام کہیے گا۔ اور میرا مال اُن سے بیان کیجیے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہر امر مولوی صاحب ل روزائے ہوں گے۔ جبکہ ہو جاتا ہوں تب بھی وچار آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب سے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہرہ زن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا کچھٹا ایضاً۔ پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ غار گویا اس دُر کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مرشدینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۲ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا۔ نائیش گاہ بریلی کی سیر کہاں۔ خود اس نائیش گاہ کی سیر میں جس کو دُنیا کہتے ہیں دل بھر گیا۔ اب عالم سیرنگی کا شائق ہوں لا اَکْلا اللہ لا موجد الا اللہ لا موشرفی الوجو الا اللہ ایضاً۔ قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلیں اور چھٹا تک بھر سیاہی اکہار کے حوالے کر دی ہے۔ خدا کرے بچھا ملت آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں ٹوڑھا ہوں اور ناتوان۔ گویا نیم جاں رُو گیا ہوں۔ ایک کم شربس دیتا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی۔ جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔ * ایضاً۔ خاتبا صنی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھے قوتِ ناطقہ برتھرت باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اب رنجور نہیں۔ تندرست ہوں مگر ٹوڑھا ہوں۔ جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں نازل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے رُوح متحرک ہوں۔ یکے مُردہ شخصم بر مردی رواں * اس مہینے میں رجب ۱۲۷۷ھ سے سترواں برس شروع ہوا اور اس مقام و آلام کا آغاز ہے۔ *

آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اُس میں ^{الاف}بہن
 و بین المصرین فاصلہ زیادہ چھوڑ سیئے۔ آپ کے خط میں جو کاغذ اشار کا ہے حروف اس کے
 روشن میں مگر بین السطور مفقود۔ اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے پنج کتاب اٹھاتا
 ہوں اور اُس دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ سو وہ تو آپ کے پاس ہو گا اُس
 مقابلہ کے معلوم کر لیجئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت
 موقوف ہوئی یا شاعر یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزاد گاہاں تیوریہ جمع ہو کر کچھ غزل
 خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجئے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں۔ پڑھے گا۔
 میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں۔ اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو
 دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے آپ کے نہ ہو۔ اور آپ کے ہوتو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔
 ایضاً۔ قبل آپ کے خط کے بھیجنے میں تر دو کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے
 آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہر کارے بھی میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا
 آشنایو محکوم دوست خط بھیجتا ہے۔ وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں۔
 آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لکھناں لکھتے رہے اور محکوبی ماروں میں پہنچا رہا۔ خلاصہ یہ خط
 آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جواب ہے بھیجا وہ محکوم پہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوقہ خطوط کا جواب کیا ہنسک
 لکھوں میں نے آئیں نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب مطلب ضروری التحریر
 نہ ہو تو کیا لکھوں۔ آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رہا ہی جو
 آپ نے ہنسنگ فرینش کی مع میں لکھی ہے اُس کا جواب بندگی ہے۔ اور کورنش اور آداب۔
 دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا و سو سو اُس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر خباب مولوی ایتیار خاں
 صاحب کا میرے ہاں آنا۔ اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ و اشہد محکوم بزار پنج ہوا۔ مگر

کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں کتاب سے نفرت - شعر سے نفرت - جسم سے نفرت - روح سے نفرت
یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع سے ختم آن روز کزیں منزل ویراں بروم چاہیے
مخلصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر ہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا - میں اس نادر دعا کے
قابل نہیں مگر اچھوت کا شیوہ ہے - بروں کو اچھا کہنا اس طرح کستری عوض میں طاب بجالاتا ہوں +
ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے - غایت نامہ کے درود نے شادماں کیا مگر مہینہ جو
نگارش پذیر تھی انھوں نے حیران کیا - ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں
آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا - اہل اکو دوام کیا ضرور ہے - خصوصاً جبکہ بذات خود شاہ
ہو - حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک بے مزہ ہے - آم کہاں سے
ہو نہ ہواوٹ نہ برسات - دریا پایاب ہو گئے - کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں
سے ہو - جناب ہکا خیال نفراویں اپنی کشت کو غلط کر دو نگاہ بیکار آئندہ تک جو نگاہ آپ کے مہر پر آم کھاؤنگا
ایضاً - حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا - سال گزشتہ ان دنوں میں میں رام پور تھا
پانچ شائع میں یہاں آگیا ہوں - اب یہیں ہوں - میں نے آپ کا خط پایا ہے - آپ نے
سرنامہ پر رام پور کا نام ناحق لکھا - حق تعالیٰ والی رام پور کو صدوسی سال سلامت رکھے اُن کا
عطیہ ہماہر مجھ کو پہنچتا ہے - گرم کستری اور استاد پروری کر رہے ہیں - میرے بیچ سفر اٹھانے
کی اور رام پور جانے کی حاجت نہیں - خلیفہ حسین علی صاحب رام پور میں مجھے ملے ہوں گے
مگر واللہ مجھ کو یاد نہیں - لیان کا مرض لاحق ہے - حافظہ گویا نہ رہا - شامہ ضعیف - سامہ
باطل - باصرہ میں نقصان نہیں - البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے - پیری و صد عیب
جنین گفہ اندہ بہر حال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رام پور گئے ہیں تو البتہ وہ آپ کے
پیام جو انکی زبان کے محل تھے بدستوران کی تخیل میں رہے - اور مجھ تک نہ پہنچے - یہ شہر

کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا۔ کوئی حکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانہ شلاٹ جائے
آپ کا عہد آپ کو مبارک آپ کا دولتخانہ سلامت۔ ہاں وہ جو اپنے ابن النحال کا اس حکمہ
میں وکیل ہونے کا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپ کو اس کا انشائیہ
کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ وکیل میں حکمہ منصفی میں نہ رہیں گے مگر صدر میں اور شنہ ج
کریں گے۔ میں تندرست ہوں نہ رنجور ہوں نہ بدستور ہوں دیکھیے کب بھلاتے ہیں اور جب
جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں والسلام بالوف الاحرام۔ +

ایضاً جناب کا صنی صاحب کو میری ہندگی پہنچے۔ مگر می مولوی غلام غوث خاں صاحب
بہادر میرنشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں پھر اچھنسی کہیں نہیں۔ مگر ضعف
کی شدت ہے کہ خدا کا پناہ۔ ضعف کیوں کرنے ہو۔ برس دن صاحب فراش رہا ہوں
ستر برس کی عمر جتنا خون بدن میں تھا بے بالغہ آدھا اس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا
میں کہاں جوان پھر تولید دم صالح ہو۔ بہر حال زندہ ہوں اور ناقان اور آپ کی
پرسشہاے دوستانہ کا ممنوں احسان۔ والسلام مع الاکرام۔ +

ایضاً جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔
آٹھ پہر بڑا ہوتا ہوں۔ مہل صاحب فراش میں ہوں۔ بیش دن سے پاؤں پر دم ہو گیا ہے۔ کھٹ پا
وشت پا سے نوبت گذر نہ پڑی تکتا ماس ہے۔ جوتی میں پاؤں ساما نہیں۔ بول وبرانہ کے
واسطے اٹھنا دشوار۔ یہ سب باتیں ایک طرف درد مطلق رُوح ہے۔ مسئلہ صمد میں میرا نہ
مرنا صرف میری گزیر کے واسطے تھا۔ مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ نو کا خراچ چھٹا
رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زبست کی نہیں۔ پھر میں کیوں جیتا ہوں۔ یوح
میرا اب جسم میں اس طرح گھبراتا ہے جس طرح طائر قفس میں۔ کوئی شغل۔ کوئی اختلاط

ایضاً آداب بجالاتا ہوں آپ کو نوازش نامہ پہنچا۔ غزلیں دیکھی گئیں۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و اسقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں۔ سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمرائے بیش رس کا پہنچنا نذیر ہزار گوشتِ میمنت اور شادمانی ہے۔ یہ ثمر رب النوع ائمہ ہے اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اہل اکا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو بایں ہمہ رُواں پروری اور گرم گُٹری دیا و آوری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دوپہر کے وقت کہا رہنچا۔ اور اُسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکے خالی دے کر روانہ کیا۔ یہاں سے اُس کو حسبِ الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے۔ *

بنام مرزدان علی خان رعنا

خانصاحب علی شان مردان علیخان صاحب کو فقیر غالباً سلام۔ نظم و شعر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا راج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدام کو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہو نہیں اہلِ دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا۔ ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتھی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر۔ اور جفا مؤنث ہے بے شبہ و شک۔ والسلام مع الاکرام۔ *

ایضاً خانصاحب شفیق عالی شان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفظ آج رام پور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ درالخ شعر رعنا

بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ اکمنہ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا اگر میری نظم
 شرکے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیج دیا جائے گا
 دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت و رد سے بھر نہ آئے کیوں نہ ایک دوست کے
 پاس بقیۃ النہیب و الغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا۔
 ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمتگاری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے
 اُس کو بجا لاتا ہوں۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اُس میں
 میں کہ جس کا آپ نے قافیہ رد و دل لکھا ہے میں کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی
 درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لے کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ ہر چند
 میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں
 کہیں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اُس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی مُنیئے
 اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں
 دونوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجئے اُس
 لینے کے دینے پڑے ہیں نہ کہا لا حول و لا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت
 اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا
 اَسَد اس جہاں پر توں سے وفا کی میرے شیر شاہ جت حذا کی
 میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اُس کے جت
 حذا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اَسَد اور شیر اور بُت اور خدا اور جہاں اور وفا میری نظر
 نہیں ہے۔ بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا
 اللہ باشد وہ شعر خدنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں۔ *

کو زوال ہے اور یہ حال ہے

مضمحل ہو گئے قومی غالب * وہ عناصر میں امتداد کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز تاج لکھا
 کرنا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے تھے
 ان میں سے جو صاحب نے آں موجود ہیں ان سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں کتابت
 و مراسلت کا اتفاق ہو کر رہا ہے۔ پارسی کتبوں اور رسالوں اور نسخوں اور کتابوں کے مجموع
 اجڑا چھا پا ہو کر اطراف واقصاے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی شروں کو کون فراہم کرے جو شریں کہ
 مجموع دیکھا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آئندہ ہوں انہیں کو جناب اخذیت جلت عظمت
 مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور میں انہیں تہا سے عمر ناپائدار کو پہنچ کر
 آفتاب لبیام اور نجوم ارض جہانی والام رحمانی سے زندہ درگوبھوں کچھ یاد خدا بھی جا ہے
 نظم و شری قلم و کا انتظام ایزد وانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا۔ اگر اس
 چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم ہے گا۔ پس امیدوار ہوں کہ آپ انہیں
 نذر محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اردو سے سادہ و سہل سہری کو غنیمت جان کر قبول فرمائے
 رہیں و دریش و فرزندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہو نیکی دعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوی ہوس۔
 ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر باد رکا ہے۔ شنبہ چار شنبہ ان دونوں نوں میں سے ایک دن لازم رکجہ
 ہو چکا۔ تقریباً ان کے جانیکی رئیس مرحوم کی تعزیت و رئیس حال کی نہایت دو چار جینیے وہاں رہنا ہو گا
 اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو راسو بھیجیں مکان کا پتا لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے
 مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اٹھاتا ہوں
 حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست نگار یار و فاشعار علامہ روزگار خرم العلماء المتبحرین

گزر رہے مرانا لہ دل چرخ کہن سے | تھاروچ کا ہدم نہ پھرا جا کے وطن سے

نالہ دل بنا دیا۔ نواب صاحب ردو کا تذکرہ لکھتے ہیں۔ فارسی غزل تم نے بیفائدہ لکھی دیکھو صاحب
تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا۔ سو میں نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا۔ منشی
نول کشور صاحب یہاں آئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند
اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے وہ مدارج اور یکتا اُن کا ثنا خواں +

بنام مولوی عبدالرزاق شاگر

جناب مولیٰ صاحب محترم مولوی عبدالرزاق شاگر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی
صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچائیے۔
میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ جگہ یاد وجود شدت لیاں آپ کا
تشریف لانا یا دے۔ چھاپے کے اجراء اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی بھی
مفتی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں

خود را بخاک رہ گزر چہ در افکندم +

آوازہ آنا اسد اللہ در افکندم

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست

منصور فرقتہ علی اللہ یاں منم

خدا کرے حضرت کو ابھی وقفہ یاد ہو۔ اتحاد اسی دلیل موت روحانی ہے۔ انجی تکریمی میر تقی
علی خاں کو سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آکر مجھ سے ملے نہ چلو جائیگا پھر حضرت
مکتوب الیہ سے کلام ہوا اشار بعد حکایت اصلاح کے پہنچتے ہیں یہ مرتبہ میری ارزش کی فوق ہے کہ
میں آپ کے کلام میں خلل تصرف کروں۔ بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سو مرتبہ
پیرانہ سری و نصف کے صدوں سے محنت پڑھنی جگر کا دی کی قوت مجھ میں نہیں ہی حرات غیری

بنام مفتی سید محمد عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نواز شام آیا۔ میں نے اُس کو حزر باز و بنایا۔ آپ کی تحین میرے واسطے سراپہ عزت و افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ قریبے معنی سرسبز دیکھا جائے نہ پیش نظر دھرا ہے بلکہ اکثر دیکھا جائے۔ میں نے جو نسخہ بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ و ہرم ہوش مجھے اپنی بات کی نیچ ہے دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد چاہتا ہوں۔ طرہ عبارت کی داد چاہتا ہوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش نفاذ سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن بچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں مبداء فیاض کا مجھ پر احسانِ عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک نسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں۔ مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ نہایت حذا داد۔ تربیت استاد۔ حسن و قبح۔ ترکیب بچانے فارسی کے غومض جاننے لگا۔ بعد اس تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے۔ گویا باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہے کہ یہ تنک یا یہ معارض اکابر سلفت ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع برہان کی ایک غلط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لٹھا۔ نینو۔ نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اُس کو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے کیونکہ برہان قاطع نام پائے گی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہونے کے کام آئے گی۔ قطع تاریخ کیا کہنا گویا یہ کتاب مشوق اور یہ قطع اُس کا کہنا ہے خلب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندہ فرمانبردار ہوں۔ بعد عرض سلام کے شعر کے پند آنے کا شکر گزار ہوں۔ آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے

مولوی مفتی صدر الدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص آزرہ دام بقاؤہ
 وزاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا
 حضور کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مرے لوٹے اور
 آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تاویر عذاب لیلان اور طب اللسان ہے اور مجھ سے بعد میرے
 معلوم اور بیان کے آپ کے صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خوش رہے ہوئے نایاب
 و غائبانہ یعنی محض شتا فائدہ تبتائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں کھتا ہوں قبول فرمایا

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو دیا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ تمام
 اکی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں
 اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خان کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے
 میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب علی شان
 انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔ ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل اور عشائر
 لوہارو ہیں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں۔ تمہارے مکان میں جو
 چھوٹی سلیم ہستی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے۔ کبھی کئی کان میں کتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدر الدین
 خان لاہور میں ایندو بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ ہر کوئی حکیم حسان
 خان اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور بنی بخش خاں ساکن دریاہ نکی نہیں ہو گئیں۔ محض ایک پاس
 بھیجتا ہوں خط از روئے احتیاط یہ رنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ
 قاضی عبد الجلیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھیں چھوٹ جائیں اگر میں نے
 دیکھا ہو۔ آپ ان سے میرا سلام نیاز کیئے۔ اور خط کے پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیے

نشوونش ہے خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے
 پہر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکے ہیں۔ شام کا کھانا بھی سیدھے آتا۔
 کئی طرح کے سالن پلاؤ تینچن پسندے دونوں وقت روٹیاں نمجری۔ چیتاں۔ مٹھے۔
 میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلو اچھا ہو گیا ہے۔ سقا۔ شعلی۔ خاکروب۔ سرکارے مٹھے۔
 تھام اور دھوبی نوکر کھو لیا ہے۔ آجکے ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ تنظیم تو وضع اخلاق کسی باب
 کی نہیں۔ ظہیر الدین خاں بہادر کو دُعائے نیچے۔ یہ خط لے کر تم اپنی داوی صاحب کے
 پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ۔ اور اُن سے یہ کہدو کہ وہ بات جو میں نے تم سے
 کہی تھی وہ غلط ہے۔ اُس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت۔
 ایضاً۔ میاں تھارا حظ پہنچا۔ آج میں نے اُس کو اپنے حظ میں ملوف کر کے آگرہ کو روانہ
 کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجھ کو حظ نہیں کھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب
 بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو لکھوں تو کیا لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں۔ کچھ قابل لکھنے کے ہر تم نے جو مجھ
 لکھا تو کیا لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں بس تناہی ہو کہ اب تک ہم تم جیسے ہیں زیادہ
 اس سے تم لکھو گے نہ میں لکھوں گا۔ ظہیر الدین کو دُعائے کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ کلو اور ظہیر الدین۔
 اُسکی ماں کو اور اُسکی بہن کو اور اُسکی لڑکی کو تمھاری ماں دُعائے کہتی ہے اور دُعائیں دیتی ہے
 یہ رقعہ حیدر حسن خاں کے نام کا ہے اُنکو حوالہ کر دینا اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۰۵۷۔
 ایضاً میاں تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سچوہ سپاہی جو اُن کے اوپر متحین تھا اٹھ گیا اور اُن کو حکم
 ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو۔ مگر شہر میں رہو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتہ میں
 ایک بار کچہری میں حاضر ہو کر۔ چنانچہ وہ کچے باغ کے پچھراٹے مرزا جاگن کے مکان میں
 آکر ہے۔ صفدر میرے پاس آیا تھا۔ یہ اُسکی زبانی ہے۔ جی اُن کے دیکھنے کو جا ہتا ہے مگر ازراہ

لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری و مکان بے رونق ہے۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعاد و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہ۔ تمھارا رقمہ پہنچا۔ جو دم ہے غنیمت ہے اس وقت تک مع عیال و اطفال جیتا ہوں۔ بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں۔ قلم ہاتھ میں لیے پرچی بہت لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لیں گے درہ انا لکھو انا لکھو۔ غمناکی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اُس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوڑ کر قسمت والی اور رحمت والی تھی۔ تمھاری آستانی نکلو اور ظہیر الدین کو اور اُس کی ماں کو اور اُس کی بہن کو دُعا کہتی ہیں اور میں پاب کر تا ہوں اور دُعا دیتا ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۵ جنوری ۱۲۸۷ ع ۴

ایضاً۔ میاں حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جیتا ہوں۔ بھاگ نہیں گیا نکلا نہیں گیا۔ لٹا نہیں۔ کسی حکمہ میں اب تک بلایا نہیں گیا۔ معرض باز پرس میں نہیں آیا آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیرزاں خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا اُس میں ایک رقمہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے۔ اب مجھ کو ضرور آ پڑا کہ اُس کو تمھارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا۔ ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہوں اگر نہ پہنچ جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا۔ ۴

غالب۔ مرسلہ دو شنبہ۔ چارم جمادی الاول ۱۲۸۷ ع۔ جواب طلب۔ ۴

ایضاً صبح شنبہ ۱۲ مارچ ۱۲۸۷ ع۔ اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب کو علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے

کرو۔ بھائی انصاف کرو اُس نے اگر حکیم حسن اللہ خاں سے جمع کی اور وہ تمہارے بھائی بھی
 ہیں اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہے اگر گھر کر حکیم محمود خاں کے پاس گیا تو اُن کے باپ
 تم کو نسبت تندرستی ہے ابتدا میں اُن سے پڑے ہو۔ پس یہ غریب سولے تمہارے اگر گیا تو
 یہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھر کر۔ اور خقان سے تنگ آکر۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے
 اُس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بدل اُس کا مطالبہ کرو۔ التفات کا طالب۔ غالب۔
 لکھنا۔ میاں پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو۔ کہیں اور جائیں
 یا یہاں آئیں گے اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو کہ
 لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام
 اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں۔ خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے۔ نجات
 خدا سے اور تم سے اس رقمہ کے جواب کا طالب۔ غالب +

ایضاً بھائی میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیا ہوں۔ طاقت یک ظلم جاتی رہی ہے۔ چھڑا بدستور
 رہتا ہے۔ خیر محل اندیشہ نہیں ہے ریس ریس کر مادہ نکل جائیگا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و فرسودہ
 ہوں قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے۔ بہر حال سہ کر کے
 ہمارا اندگانہ حضرت غور کی جگہ ہے۔ ایک مکان دلکشا۔ کوچہ کی سر۔ بازار کا تاشہ۔ دو کمر۔
 دو کوٹھریاں۔ آٹھ ان۔ صحن وسیع اس کو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے
 دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے۔ اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوروں
 گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلال خوروں کا بچہ ہلکا رہا ہے۔ کہیں بیل بندھا ہوا ہے۔ کہیں
 پڑا ہوا ہے۔ عیاذ باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں۔ تم نے وہ سودہ کیوں نہیں بھجوا۔
 میں خدمتگزار ہی کو آمادہ ہوں۔ نجات کا طالب۔ غالب +

احتیاط جانیں سکتا۔ مرزا بہادر بیگ نے بھی رہائی پائی۔ اب اس وقت سنا ہے کہ وہ خاں صاحب کے پاس آئے ہیں یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے یہاں نہ رہیں گے۔ قدم شریف میں وہ رہتے ہیں آج پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قبائل اور عشائر ٹپاکہ کو گئے ہیں بمقتضاے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آ رہا ہوں اس طرح کہ مجلس اس زمانہ اور دیوان خانہ میں مردانہ۔ نشین کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے دیکھیں بعد کیفیت کے جانے کے نشین ملتا ہی یا جواب پختہ ۱۹ رشتہ بان شدہ مطابق حکم مئی ۱۸۵۷ء ایضاً۔ بھائی ہوش میں آؤ میں نے تلو خط کب بھیجا اور رقم میں کب لکھا کہ شیرزاں کا خط تھا ہے پاس بھیجتا ہوں میں نے ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیرزاں خاں نے میرے خط میں بندگی لکھی تھی اور وہ بندگی اس رقم میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں۔ بس بات اتنی ہی تھی۔ وہ ہی بندگی لکھی ہوئی گئی لپیٹی ہوئی تھی سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خاطر عاظر جمع رہے۔ غالب *

ایضاً۔ میاں چاول دے۔ بڑھتے نہیں۔ لمبے نہیں۔ پتلے نہیں۔ اب زیادہ قصہ کرو پڑنے اور پتلے چاول آئیں۔ ایک پیہ کے خرید کر کے بھیج دو۔ یاد رہے نئے چاول قابض ہوئے ہیں اور پڑنے چاول قابض نہیں ہوتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ شام کو میر محمد والدین صاحب کہتے تھے کہ حکیم غلام نجف خاں کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی و تن باہر جزو کی ایک کتاب شرکی حکموں کو لکھائی ہے یہ معلوم کر لو کہ وہ صاحب روپیہ کے کئے جزو لکھیں گے اور رو بہ کس قدر لکھ سکتے ہیں یہ تو ان کو لکھو اور پھر دو پہر کے بعد ان کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ کر دوں۔ ظہیر الدین کو دے گا کہ او اس کا حال لکھو۔ غالب *

ایضاً حکیم غلام نجف خاں سنا اگر تم نے مجھے بنایا ہے یعنی استاد اور باپ کہتے ہو۔ یہ امر از رو سے تسخیر ہے تو خیر اور اگر از رو سے عقاد ہے تو میری عرض مانو۔ اور میرا سنگد کی تفصیل

ایسا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ معلوم ہو گیا ہو تو مجھ کو ضرور خبر دو۔ زیادہ کہ لکھوں۔ کیوں طے نہ لگے
کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجھ کو لکھتا یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا جس کا
غلام نجف خاں خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھ دی۔ تیرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں اس بندگی کے
آگے آنے کی مجھے کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ۔ المدحوری سنہ ۱۲۸۷ ع۔ ۴

ایضاً بھائی میرا ذکر سنو۔ ہر شخص کو غم موافق اُس کی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی ہے
ہے ایک کو تنہائی منظور ہے۔ تامل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گنہگاری سے خوش نہیں
پٹیلے جاننے میں ایک شبکی اور ذلت تھی اگرچہ مجھ کو دولت تنہائی میرا جاتی لیکن اس تنہائی چند
اور تجربہ دستکاری کیا خوشی۔ خدا نے لا ولد رکھا تھا شک بجالاتا تھا خدا نے میرا شکر مقبول منظور

یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے۔ یعنی جس لمحے کا طوق اُسی لمحے کی دو تھکڑیاں
پر گئیں خیر اس کا کیا رونا ہے یہ قید جاودانی ہے۔ جاب حکیم صاحب ایک روز ازراہ عنایت یہاں
آئے کیا کہوں کہ اُن کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے خدا اُن کو زندہ رکھے میاں میں

کیونکہ الاجاب شخص تھیں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس یا سٹھ برس میں مر گئے۔ خصوصاً
اس فقہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا۔ اس راہ سے مجھ کو دوست
باقی میں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اہل انجاریں سے کوئی میرے سامنے نہ

کیا معنی کہ جو مین مروں کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دنیا میں ہو۔
مصطفیٰ خاں کا حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مراحہ میں چھوٹ جائے ورنہ جہنم مفت نہ

کی تاب اُس ناز پروردہ میں کہاں۔ احمد حسین نے کش کا حال کچھ تم کو معلوم ہو چکا ہے
مغفوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھاری نہیں۔ پنشن کی درخواست دے رہی
ہے بشرط ابراہیم میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میری صفائی

ایضاً صاحب تمیح کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غنچاری اور دو گاری کیا کہنا ہے۔ ہر ایک کو
 کھانا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بغرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ
 سٹوہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے۔ ان کا قرض ادا ہو جائے گا۔ اچانک اگر خدا
 میرے عقیدے کے پان سو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو یا
 فضل کو دیکر محبو لکھنا۔ باقی کے واسطے میں جس طرح لکھوں اُس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ جلی بنا خیا
 پلاؤ پچالیا۔ اب روواؤ سنو۔ نواب صاحب اخلاص التفات روضہ افزوں ہے۔ آج منگل کا دن۔
 ہر عادی الشانی کی اور ۲ اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی اور گھوٹوں اور سیلوں کو کھانے والے کی
 نقدی ہو گئی لیکن اس میں میرا فائدہ ہے نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہو گا
 ہفتہ دو ہفتہ کے مدت اُس کی ہے۔ بعد جشن کے ختم ہوں گا۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تک
 تم کو آدیکھتا ہوں۔ ظہیر الدین خاں کو دُعا۔

ایضاً۔ صاحب کل آخر روزِ تمہارا خط آیا میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی صبا اللہ
 خاں صاحب کے پاس بھیجا۔ یقین ہے کہ انہوں نے پڑھ لیا ہو گا مکتب فیہ معلوم کیا ہو گا۔
 تمہارے یہاں ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہو۔ کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہو۔ کہو بے خبر سے کہ
 کے برس کے چھینے کے دن راہ دکھاؤ گے۔ یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے
 زمین سخت ہے آسمان دُور ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ تو اگر غور سے غفلت
 سدی سے اکر رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھینچنے کی قیہ شدہ
 نے مارا۔ دھرا اندا و دروازہ آبکاری ہے۔ اُدھر ولایتی عرق کی قیمت جاری ہے۔ انا اللہ
 وانا الیہ راجعون۔ مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید آگے سو
 وہاں میں محی الدولہ محمد یار خاں مورتی نے ان صورتوں کو وہاں بلایا ہے یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو

ایضاً بھائی تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیرزاں خاں نے دیا ہو گا۔ پھر ظہیر الدین خاں نے تم سے کہا ہو گا۔ کہو کوئی طرح شہر میں تمہارے آنے کی بھی بھڑی یا نہیں۔ بقیہ کوسوں اور آدھ کوس کا برابر ہے۔ میری جان تم ہنوز دو جانے میں ہو چکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں ہنا باجائزت سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر میں کیا کروں کیوں کرواں آؤں شہر میں تم ہوتے تو جرات کر کے تمہارے پاس چلا آتا۔ شیرزاں خاں صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤں گا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا نہیں۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور انکو میرے پاس بھج دینا۔ اور تم کو اُنکے والد کا جو حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجھ کو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دُعا۔ از غالب۔

ایضاً بھائی ہاں غلام فخر الدین خاں کی رہائی زندگی دوبارہ ہی خدائے کو مبارک کرے سنا ہے کہ لوہار و بھی اُن دنوں صاحبوں کو مل گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے۔ خدا سب کا بھلا کرے۔ مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا صرف اتنا ہی پوچھا کہ عذریں تم کہاں تھے جو مناسب وہ کہا گیا دو ایک خط آمد ولایت میں نے پڑھائے تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ اندازاً اسے نشن کا حال برقرار نہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پندرہ مہینے بچھلے ملتے نظر نہیں آتے۔ میان بہالور میں کیا فساد برپا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو اور جو ہو جائے اُس سے مجھ کو بھی اطلاع دینا۔ غالب۔

ایضاً بخرودار سادات و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری دُعا پہنچے۔ تمہاری تحریر پہنچی تم جہاں کہہ خط کیوں لکھا کرو۔ خط لکھا اور بی رنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا اپنے آدمی کے ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتا ضرور نہیں۔ ڈاک گھر میرے گھر کے پاس۔ ڈاک منشی اب تم ایک کام کرو آج یا کل ڈیڑھ بجے پر جاؤ اور جسے خط جمع ہیں وہ لو مان سنگی مضبوط کاغذ لکھو۔

اور بے گناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ موافق قول غلام چاہے ولد نہ ہوگا۔ تجکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا قارغ البال اور خوش حال رہتا یہ بھی خطبہ جو میں کہہ رہا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہو گا یا نہ ہوگا۔ احتمال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجرا پنشن میں سنجھا ہوں اور وہ مبہوم ہے۔ بیدل کا شعر مجکو مزدا دیتا ہے ۵ نہ شام مارا سحر وید نہ صبح مارا دم سپیدی پد جو حاصل است نا آمیدی غبار دنیا بفرق عجبے ۶ اس وقت جی تم سے باتیں کرنے کو چاہا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

پشام حکیم غلام نجف خاں

جان جانان از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دہل آدمی کے کہ دو اس میں عزیز بھی تھے یہ سب وہاں سے لٹکائے گئے مگر صورت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے۔ پایہ یا سوار تھی تگائیت یا مالدار۔ مستویات کو تو تھیں دے دی تھیں۔ ذکر کا حال کیا ہوا۔ اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں رہے اور کہاں نہیں گئے۔ سرکار انگیزی کی طرف سے مورد تفضیل و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں۔ تفضل حسین خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا منگل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین علی مرحوم کا خویش ہے اُس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں او غانی ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بافرا د لکھئے۔ خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضروری فرمائی اور ماں صاحب آپ جانتے ہوں گے۔ علی محمد خاں کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے اگر کچھ اُس کا بھی کر سنا ہو تو میں اُس کا خیر طلب ہوں۔ غالب۔ جواب طلب۔ ۷

اگر مراد آباد آیا چلتے ہیں۔ مراد آباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحبے چار دن
 پھر آئیں گے اگر ان کی ملاقات کو مراد آباد جائیں گے۔ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ اگرچہ گورنر
 غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیاں آتی ہے جو واقعہ ہوگا
 ہمیں لکھوں گا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تم کو جو خط لکھتا ہوں گا
 آسانی کو لکھتا ہوں کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ اب ان کو خیال ہوگا
 انگریزی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لئے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سناؤ
 لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں۔ کبھی میرا دل ہلاتے ہیں۔ کبھی جھکواتے ہیں۔ بکریاں۔ بکرو
 بیٹریں۔ مکمل۔ کنگوآ۔ سب سامان درست ہے۔ فروری چھینے کے دو دو روپے کیلئے
 دس دن میں اٹھا ڈالے۔ پھر برسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جاں کچھ ہم کو قرض سنہ دو
 ایک روپیہ دونوں کو قرض سنہ دیا گیا آج ۱۴ ہے ہینا دڑ ہے دیکھئے کئے بار قرض لیں گے
 یہاں کارنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تم کو لکھوں
 اور تم اپنے والد کو سنا دینا۔ اور ماں بھائی یہ بھی گھر میں بچے لینا کہ اراتھ نے اندر باہر کی خبر
 بانٹ دی تیں تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیج دی ہو غالب شنبہ ۱۴ فروری سنہ
 ایضاً صاحب تمہارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین خاں کا اگرہ جانا میرا خط اس کا روپیہ
 تمہارے پاس پہنچا اور اس کا اگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی وادی کا بارضہ شرف و سماں بخیر
 کدرا تھ کا جو سے خفا ہوا مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا۔ فضل حسن سے میرے واسطے
 دریوزہ تفعہ کرنایہ مراج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تم نے کیوں کھولا وہ غلطی ہے
 تم پر خفا ہوگا اس کی وادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک تنخواہ اس کے
 پاس عام لکم کا ہے وہ کچھ ادا و اور ذرا خیر لیتے رہو۔ کدرا تھ لڑکا ہو وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا

اور بزرگ کہہ کر کلیاں کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں ہو وہ
 مفصل لکھو۔ خباب حکیم صاحب سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خاں کو دُعا کہنا۔ اب میرا حال سُنو
 تعظیم و توقیر بہت ملاقاتیں تین ہوئی ہیں ایک مکان کہ وہ میں مکانوں پر مشتمل ہے رہنے کو ملا
 یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں اور کچھ ترل
 سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے مجھ کو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ
 گفتگو درمیان نہیں آئی میں خود اُن سے ابتداء نہ کروں گا وہ بھی مجھ سے بالمشافہ
 نہ کہیں گے مگر بواسطہ کارپردازان سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں میں
 سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی لیکن آج تک کہ مجھ آٹھواں دن
 میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے سادہ وہ سب
 کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کروں۔
 ایک دیا ہے کو سی سبجان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا لگان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے
 صاف جنگ گوارا سرب النغزو۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمہ سے محفوظ ہوں
 صبح کو جھوک خوب لگتی ہے۔ رط کے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک عنایت
 دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ واللہ عا۔ جمعہ۔ ۳ فروری سنہ ۱۲۸۶ء۔
 ایضاً یہاں تم نے بڑا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج شنبہ ۴ فروری صبح
 وقت یہ لفافہ پُچھا۔ اور اسی وقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹ گورنر بہادر کا نہیں خط نواب
 گورنر جنرل بہادر کے چیف سکریٹری کا ہے ترجمہ اس کا یہ ہے۔ ازوقرغناہ سکریٹری اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے
 عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد
 فرمائیں گے۔ ازیکریوہ حیوانہ۔ ۲۸ جنوری سنہ ۱۲۸۶ء یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹ گورنر بہادر

خطہ پہنچا ہوا ایسے وقت تھا اخطار کیا۔ میں نے لٹے لٹے یہ سطر لکھیں۔ آپ عنایت اللہ کو تھما دے
 گھر بھرتا ہوں اور بھجوا سکتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت اللہ! یہ
 یہ پرزہ لایا ہے تہہ سزا پر لکھتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیجوں گا۔ حکیم علی
 خاں کو دو عایشیا ہوا وقت مجھ میں دم نہیں دُعا پر قناعت کر۔ میرے خط کا جواب جیسا کہ آپ
 آیا ہوں بھیج چکا ہوں۔ جھوٹے پر عنایت تو بھی کہہ بیش باد۔ غالب مصطفیٰ خاں کل شہر میں
 صبح قبائل لئے ہیں۔ ذی قعدہ میں چھوٹے لڑکوں کے ختمہ اور ذی الحجہ میں محمد علی خاں کی
 کریں گے۔ آج ہانچوان دن ہے شہر میں مرغ کے انڈے برابر اگلے پڑے کہیں کہیں اس سے
 بھی۔ نواب نقشبٹ گورنر بہادر جدید آئے۔ مبارک کیا۔ میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری۔
 زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل سن لو گے۔ نجات کا طالب۔ غالب۔
 ایضاً یہاں آج صبح کو تم آئے تھے۔ میں اس ٹکٹ کے قصیدے لکھا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔
 میر عنایت حسین صاحب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ جن امر میں یہ تم سے کوشش جا میں تم کو
 میری جان کی قسم بدل متوجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر در صورت
 سنی خدا کے اس سے تم کو بڑا اجر ملے گا۔ اور میں تمہارا منوں ہوں گا۔ نجات کا طالب غالب
 ایضاً یہاں میں تم سے خدمت ہو کر اس میں مراونگر میں ہا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرے
 نواب مصطفیٰ خاں نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ امر جڑی یہاں مقام ہے۔ فوج گئے۔
 بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ کل شاہجہان
 برسوں کے مکینہ میں ہوں گا۔ مراد آباد سے پھر ٹکو خط لکھو گا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے۔
 انکی وادی کو بھجوا دے میں تم اس بچے نام کے خط کو لیکر ڈیڑھی پر جانا اور اُستانی جی کو ملو
 شادینا اور خیر و عافیت کہدینا۔ جناب نصیب کو میرا سلام پہناؤ اور ظہیر الدین احمد کو دعا کا

جو خزانہ میں حج ہوگا آخر وہی لایگا۔ خدائیں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میری شہنشاہی اور چھاپے کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کس طرح نکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھا۔
 شہنشاہ علی بیگ کو لکھا۔ اب تم کو لکھتا ہوں۔ ستمبر کے چہرے آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر۔
 چہرے اگر دوں گا۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہیہ یہاں سے بطریق ہندوئی حج دوں گا۔ امیل خاں
 صاحب کو میری دعا کہو اور یہ کہ ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوادیں اور جوہلی کے پائے خانہ کی صورت درست
 کروادیں۔ ہائے قسمت اس قسمت پر امنت کہ میاں فضل حسن میرے مربی و محسن بنیں اور پھر والے
 محمودی کہ مطلب آری نہ ہو۔ خدا کرے نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان نہ ہر قاتل ہے۔ فضل اللہ خاں
 میرا بھائی ہے اس کا احسان مجھ کو گوارا۔ سو بار اس سے کہا اور نہ بار بار کہوں گا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔
 اب آپ اس سے زہار نہ کہئے گا اور نہ لکھئے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو۔ والا لا۔ نواب صاحب
 دوسرے سے آج شام کو یا کل آجائیں گے جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نجات کا

تب۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۲ نومبر ۱۲۷۸ ع۔ صبح کا وقت۔ *

یضاً۔ شنبہ ۱۳ ذیقعد۔ یکم اپریل۔ میاں تمھارا لکھ میرے سر و چشم پر۔ لیکن میرا حال سن لو اور
 اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر الدین کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اس کا جواب لکھ رکھا۔ دوسرے
 دن ڈاک میں بھیجا۔ مضمون بہ تغیر الفاظ یہ تم جو بھڑے بھنسی میں مبتلا رہتے ہو اس کا سبب کہ
 میں تمھارا ہوتا ہے اور میں احرار خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمھارا خط آیا۔ تیسرے دن اس کا
 جواب بھیجا۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جانتے وقت مجھ سے مل گیا
 اور وہاں پہنچتے ہی مجھ کو خط لکھا۔ رید ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں پڑھتے۔ یہاں تک
 تک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط ہ گئے ہوں۔ شیخو کی ڈاک کے ہر کلوں نے
 نہ پہنچا یا میرا کیا قصور۔ البتہ مزامہ پر صرف ایسی کا نام اور تمھارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس

جناب فیض آب چچا صاحب قلمہ و کعبہ دو جہاں کے حضور میں کوئی فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ زبان سے اس توپ کے رحمت فرمانے کا شکر بجاتا ہوں۔ بھان اللہ کیا توپ جس کی آواز سے روح کا دم بند۔ اور رنجک کمر شک سے بجلی کو بیچ۔ گولہ اس کا خدا کا قہر۔ دھواں اس کا۔ عشق کی لہر استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جوٹ سے دفر بھرتا ہوں کیسی رنجک کی دھواں۔ کیسا گرات۔ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اس کی آواز سے رتم کا ہر ہر ہو جا۔ اب بارود ہو تو رنجک اڑے۔ آگ دہکائیں تو دھواں ہو۔ گولہ چھڑا کر اس میں بھریں۔ ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اس کی آواز پر مدار ہے۔ نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے۔ ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے۔ دشمن کو توہین۔ اس کا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدا سے صور سے دونا ہو مگر ہمیں ہی کہتے ہیں آتا ہے کہ صور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہو دیکھو تو کیسی مدت ہو توپ کا گولہ توپ ہی میں ہ جائے اور جو قلعہ روبرو آئے وہ ڈھ جائے۔ دانا آدمی اسے نہ بخیر گی گولا کہتا ہو کہ توپ سے نکل کر پھو میں کچھ رہتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی اور تمہارے ہاتھ کیسا سے آئی جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالیٰ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے۔

بنام نواب میرابراہیم علیخان صاحبہا المتخلص بقفا

ولی نعمت کو غاب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خود شکاری میں درگاہ قاف ہو جائے تو معاف رہوں۔ قاصر کبھی نہ ہو گا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے۔ دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں پہنچ جائے گی۔ خدمت۔ اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہو

بھائی میں از روئے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہوں اب جو شخص تم سے پوچھا کریں اس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہہ دینا کہ رام پور کو گیا ہے یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور کوئی تذبذب میں نہ رہے۔ مرقومہ چاشت گاہ شنبہ ۲۲ جنوری - *

ایضاً۔ برخوردار حکیم غلام بخش خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ بدھ کا دن پہر بھر دو پڑھا ہو گا کہ میں فقط پانچویں پر مراد آباد پہنچا۔ ۲۰ رجادی الاول کی اور اکتوبر کی ہے۔ دونوں لڑکے دونوں گاڑیاں اور تھ اور آدمی سب پیچھے ہیں اب آئے جاتے ہیں۔ رات بخیر گزری بشرط حاجات کل رام پور پہنچ جائیں گے گھبرا یا ہوا ہوں میرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں اپنی آستانی سے کہہ دینا۔ مرزا شہاب الدین خاں کو نواب ضیاء الدین کو سلام۔ میرا مرقومہ دونوں صاحب کو پڑھا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین عاے خدا ہو گا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب - *

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۲۸۷ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ کہو میاں تمہارا مزاج کیسا ہے اور تمہارے بھائی مرزا افضل حسین خاں کیسے ہیں اگر لو تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا کہ تمہارا خط میرے خط کے جواب تھا اس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ سو میاں ظہیر الدین تم اپنی دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ اور ان سے میری اور دونوں لڑکوں کی خبر و عافیت کہو اور پوچھو کہ شہاب الدین خاں نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیئے یا نہیں۔ کدرا ناتھ ڈیوڑھی پر اگر جعفر بیگ وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھ کر حسلہ مجھ کو لکھو ورنہ کچھو۔ خط کے جواب کا طالب غالب - *

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں بنام نجم الدین حیدر صاحب عم الباشا

رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

ایضاً پیر و مرشد خاں سید ابراہیم علی خاں صاحبِ ہند کی غزل پہنچی ہے خط اندوہی و احتیاط
 پر نگ مچا ہے۔ قبلہ آپ کے بھائی صاحب میر عالم علی خاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہے کہ۔
 غزل نہیں بھیجے۔ یا مرآن کے خاطر نشان ہو جائے کہ غالب آپ کے دادا کا غلام اور خدمت
 بجالانے کو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب۔ ہم ربیع الثانی سترہ ہجریء
 ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ و جناب میر ابراہیم علی خاں بہادر
 مقبول یاد تصویر مہر تنویر مجھے پہنچی۔ اور میں نے زید لکھ بھیجی۔ عجب ہے کہ آپ کو اس کی
 میں تر دے۔ اس سال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا یعنی تصویر میان داد خاں کی معرفت
 کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہوگی۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں۔ اپنی خواہ
 ہے دیں اور سید صاحب کی غزل اُن کو حوالہ کر دیں۔ نجات کا طالب غالب جوہر اگست سترہ
 ایضاً۔ جناب تقدس متا سید صاحب قبلہ والا مناقب الی شان نواب سید ابراہیم علی خاں بہادر
 مظہر العالی۔ بعد ہند کی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خاں صاحب مظہر العالی کی تحریر۔
 معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود پیدا ہوا۔ ایک عبارت رنگین مرتب کر کے اکل الاخبار میں بین۔
 چھوڑ دی ہے۔ اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب مودود کا جو انہوں
 یہاں بھیجا تھا وہ بھی چھوڑ دیا۔ اور تین قطعے تاریخی بیاری لال مستظم اور میر فتح الدین مہتمم
 مطبع نے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی
 قطعہ عرض کرتا ہوں رباعی

فرخ پسرے کہ وہیب ست اکرامش
 رشا حسین خاں کہ باشد نامش

حق داوہر سید زبے انعامش
 تاریخ ولادتش بود بے کم ویش

ملکہ و کبیر میر عالم علی خاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آئندہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی
 ہیں۔ دیکھئے اس پہلو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں۔ مزا اس میں ہے کہ اب یہ بھی
 نہیں آتا کہ آئندہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے۔ شاید اس بندہ خدا
 نے حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گے۔ خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب
 میرے پاس بھیج دے تو میر صاحب کی خدمت میں بھیج دوں۔ اگر ایسا نہ ہو اتو ان غزلوں
 جو اب آئی ہیں انہیں گاہ یہ اکثر برس کی عمر کی خوبی ہے اب میر صاحب قبلہ کو خط
 پڑھاؤ دیجئے گا۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲ اکتوبر ۱۸۶۲ء ع۔ ۶۔

ایضاً۔ سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر غالب علی شاہ کا سلام۔
 غزل جن کا مطلع یہ ہے بس شوقِ قتل سے ہے الخ گم ہو گئی ہے پھر کھ کر نیچے۔
 اور قصورِ صاف کیجئے یہ غزل جو اس غزل کے بند بھی ہے فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے
 صاحب قبلہ سید عالم علی خاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں جب کہنے پہنچے
 میں ملن کو جاؤنگا اور دناں سے تیرے پاس آؤں گا آج بحباب جنتری ۲۷۔ اور از روِ حریت
 ہر جب کی ہے۔ غزلیں ان کی موجود گز بھیج نہیں سکتا۔ آپ میری بیگناہی کے گواہ میں
 قبلہ صفت نے مضحک کر دیا ہے۔ حواس تبجا نہیں۔ اس پہنچنے یعنی جب کی آٹھویں تاریخ سے
 تیرا ان برس شروع ہو گیا ہے۔ غذا اعتباراً رد و برج منقود محض۔ صبح کو پان سات بادام کا
 شیر ۱۲ بچے آب گوشت۔ شام کو چاکر کباب تلے ہوئے۔ بس آگے خدا کا نام۔ ماں حضرت
 علیہ السلام صاحب کی تحریروں سے کچھ حال سازی کا احوال جواب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث توجہ
 پر متوجہ ہوئی کہ اس فساد کے نفع ہونیسے اور اپنی طاینت خاطر سے فقیر کھ گئی بخشیتے۔
 بس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائے گا آمد بے دستگاہ پنجم دسمبر ۱۸۶۲ء ع۔

شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے۔ خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر ہوا شاعر بھی ہو مخلص کیا ہے نامہ نگار کا حال سبیل اجل یہ کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں۔ یوفانی کا داغ نہیں لگا ہے نشین قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ چھا دیکھتا ہوں۔ دیکھنے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ یہ کرم مخدوم آپ کے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب علیہم السلام ظاہر بیت درویش نواز ہیں کہ اس گناہ گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے سلام بابتیاق تمام پہنچائیے۔ والسلام۔ راقم جواب کا طالب۔ والسلام۔ المتخلص بہ غالب۔

ایضاً مخدوم کرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب باور کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعا گو ہو۔ تمہاری شرکی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمت نگاری منظور ہے۔

عشق نے غالب بھکت کر دیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۶۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قوی۔ ضعف داغ۔ فکر مرگ۔ غم عقیقی جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اس سے وہ نہیں ہوں۔ نظم و شعر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہو ورنہ جو ہر فکر کی زندگی کہاں۔ بوڑھا پہلوان بیچ بتاتا ہے زور نہیں دلا سکتا۔ بہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ نے مختلف اپنا کلام بھیج دیا کریں یہاں بعد حکم اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کریگا۔ غالب ۱۰ ستمبر ۱۳۲۷ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب ہودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صبیح النستبام انت مرحومہ محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ۔ جب آپ مجھ کو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر میں آپ کو کیا لکھوں۔ خدا کی واسطے غور کیجیے کہ قبلہ قبلہ اور کعبہ کعبہ یہ کیا ترکیب ہے چونکہ آپ نے مجھے اُستاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیے زہار قبلہ قبلہ کبھی نہ لکھئے یہ سواد ہے بہ نسبت قبلہ عیاذا باللہ۔ آپ کا عطف نامہ پہنچا۔ میرے پہلے خط کا بدیر پہنچا اور اس کی دیر سی کا سبب مجھ کو معلوم ہوا۔ اب اس کا خیال رکھوں یہ آپ کو

معلوم کن فرجستہ فرزند	غالب حال سنین ہجری	قطعہ
این ست شمار عمر و بسند	چوں کبید و بست و چاراند	

یہ تو ظاہر ہے کہ ششہ ۱۳۰۰ھ میں جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے ششہ ۱۳۰۰ لے لئے تو ایک سو چوبیس بچے ہیں اُن کو میں نے دعائے عمر مولود قرار دیا۔ حق تعالیٰ اس مولود کو تمہارے سامنے عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب۔ *

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یارب یہ ایک خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہارِ آشنائی ہو۔ میری طرف سے یہ بھیجائی ہے کہ مجھ کو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی۔ سو نہ چتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی۔ خانہ نیان خراب۔ عشرۃ قتالہ کے مرحلہ کارہ پیمائش ہوں شاید اگر جیوں گا تو اس کا بھی مجھ کو علم نہ رہے گا۔ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ ۶۵۔ جس کی عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل۔ حواس باطنی میں سے حافظہ و اہل سبب بیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا کیا اس عمر میں سبب محی ایسے ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپ کو تید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھ دو گنگا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور فقیر معاف ہے۔ حضرت کا دل عبادت کے صاف ہے۔ مولوی عبد الجلیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ اُن کا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر اُن کے خطوط آتے دیتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھ کو یاد دلاتے رہتے ہیں۔ نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد لائیں بہر حال تمہارا دُعا گو ہوں۔ خیر میں جو ہوں۔ اس خط کے جواب میں ایسا کچھ لکھو کہ تم کو پہچان جاؤں۔ کہ بٹے تھے۔ کئے ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ یہ سب مراجع جان جاؤں شر کے

بادشاہ کے دم نکلتے باتیں تھیں۔ خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھڑا س طرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزاسوئے کا تار پشینیہ کا بال باقی نہ رہا شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا کیا ایک اچھے گانوی آبادی تھی اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر۔ اسکے سوا کچھ نہیں۔ وہاں کے رہنے والے اگر کوئی سوچے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں۔ اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں۔ کیا کروں کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکے گا یہ صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی ہے تو اتنا خاف و اہل تکلف محض ہے۔ فقیر نے سوال میں اگر کچھ بھیج دیں گے رُوند نہ کرونگا۔ کم و بیش پر نظر نہ کریں جتنے کا چاہیں نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیج دیں۔ والسلام از اسد اللہ۔ روزِ شنبہ۔ یکم ستمبر ۱۳۶۷ء۔

ایضاً پیر و مرشد۔ تین برس عوارض خرق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوان یا کثودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفیٰ خاں کا آنا محکوم یا وہ ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ اُنھوں نے از دوسے مشاہدہ میری خشکی تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدعواس۔ ناتوان۔ فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپ کا خط آئے گا اُس کا جواب لکھوں گا۔ جب غزل آئیگی اُس کو دیکھ کر پھر پھر بھگنا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفیٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپ کو بھجوا دیں گے۔ آئندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۴۔ جولائی ۱۳۶۷ء۔

ایضاً حضرت پیر و مرشدان دونوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے

معلوم ہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہے۔ دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا
اسکو سمجھیے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے۔ بہاگلستان احمد حسن +
یہ سچ کیا بُرا ہے۔ دل حیدر و جان احمد حسن + یہ اُس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے
ایک سچ مہر پرکھ دالیں۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غالب - ۱۹ - ذی الحجہ -
ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہوں۔ دونوں میں
پہنچتی ہیں۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجھ کو تعارف اسی ہے اُن کو میرا سلام کہیئے اور کہیئے کہ
حضرت جامع لوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات میں ہو۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا روبرو بکاریاں
ہوئیں۔ آخر صاحبان کورٹ نے بجان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائدا وضبط۔ ناچار خستہ و تباہ
لاہور گئے۔ فائنل کیشنر اور لفٹنٹ گورنر نے اذراۃ رحم نصف جاداد و اگلاشت کی۔ اب نصف جاداد
پر قابض ہیں۔ اپنی جو ملی میں رہتے ہیں۔ کرایہ پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ امداد انکی گزارے کو کافی
ہے۔ کسواسطے کہ ایک پ و ایک بی بی تیس چالیس روپے مہینے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش جیسے اسی کی
اولاد اُن کی عزت ہو اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغ مالی سے نہیں گزرتی۔ نصف پیری نے
بہت گھیر لیا ہو۔ عشرہ نامہ کے آخر میں میں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں۔ غالب - یکشنبہ ۱۹ جنوری
ایضاً سید صاحب قبلہ غایت نامہ ص ۱۰ قیصہ پہنچا۔ پس و پیش ایک وقت نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیہ السلام
بہادر اور ایک عطف نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیہاں بہادر کا پہنچا میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خاندان
لیکن بوڑھا و ناتوان اور سلوب الحواس اور بے سروسامان۔ خدمت بجالانے میں عذر کروں تو گنہگار
درنگ توقف کا مضائقہ نہیں لا یتکلف النفس الا وسعہا۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد و قلعہ کو سمو
اور سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو۔ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن ابی لانا
فخر الدین علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو۔ ابن دفتر راگا و خورد و گا و راقصاب بُرد و قصاب در راہ

ایضاً پیر دُرشد یکم محرم کا خط کل ۱۸۔ محرم کو پہنچا۔ آج ۱۹۔ کو جواب لکھتا ہوں۔ آپ پر فہمیر علی
 اور میر عالم علیخاں پر میری جان تار ہے۔ یعنی نامضیٰ۔ اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب مجیدیا
 کیجئے۔ اسی طرح میں فردہ فرداً بعد اصلاح بھیج دیا کرونگا۔ مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرہ و مس
 ار سال فرمائیے گا۔ اسکی اصلاح میری حدود سے باہر ہے۔ میرا بیوہ نہیں ہے خط نیزنگ بھیج دیا۔ یہ خط
 عمداً نیزنگ بھیجتا ہوں کہتے ہیں کہ پٹیکے تلف ہوئیگا احتمال ہے اور نیزنگ کا نہیں اسلئے شنبہ دوم جون ۱۸۶۶
 ایضاً قبلہ ڈاک کے ہر کارہ نے کل و خط ایک بار پہنچائے ایک کچھ خط مع غزل در ایک نایت ابرہیم علی
 کا خط مع غزل۔ آج تین باتیں ضروری لکھتی تھیں۔ اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں۔ ایک بات یہ غزل کا
 کاغذ و پس بھیجتا ہوں نہ اسکو بچاڑ سکوں پانی میں دھو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں تغیر
 ردیف ایسی ہے کہ اب ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہئے آپ در غزل لکھے اسکو ہرگز دیوان میں
 رکھئے۔ یہ بھی اس ضمن میں مناسب ہے کہ میرا براہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی سیدل کے
 خط میں لکھ اپنے خط میں کس راہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی سمجھتے ہیں۔ اسی فصل میں
 یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل سلا کر سوئے اور نہا کر سوئے اور تار پختا ہے بنائے مسجد بکھر
 اور اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید
 صاحب کا حال مفصل لکھئے۔ ایسا کئے لاکھ کا لاک ٹرو وہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو بلا کر کہ ان سے
 دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے۔ آگے اس آج میں حسام الدین حسین خان بڑے معزز اور مہتمم
 متوسل تھے اور سیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے۔ سید براہیم علیخان صاحب اسی خاندان میں ہیں
 اور ان یہ بھی لکھئے کہ میر عالم علیخاں کو ان سے اور آپ کو ان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت
 قریبات یہ ہو کہ جنے ٹ بھیجئے تو اہل کلکتہ کی طرح ادھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجئے گا۔ میرے نام کا
 لغاؤ جس شہر سے چلے اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہجائے تو رہجائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں

جواب نہ ہوئے ہوں تو موجب ملام خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر اُفتادہ بہ پیری غالب انچہ از پائے نیامد ز عصا سے آمد

راپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار و زینہ خوار ہوں۔ رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دُعا گوے دولت کو در دولت پر جانا و جب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سے راپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل تہ و ماں پہنچا۔ بعد اختتام ہرم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ غرض راہ میں بیمار ہوا پانچ دن مراد آباد میں صاحب فراش رہا اب جیسا فرسودہ رواں ناتواں تھا ویسا ہوں۔ جواب خطوطِ مجتمہ کچھ سکتا ہوں۔ نواب میر جعفر علی خان مہرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ

ایں سلسلہ از طلائے ناب ست ایں خانہ تمام آقاب ست

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں۔ راہِ ویرانہ نامہ پیامِ دلت سے باہر گر جاری ہے آپکا حکم نے تکلف مانو نگا۔ جناب میرا بہیم علی خاں صاحب اور حضرت میر علی خاں صاحب کی خدمت گزاری کو اپنا فخر و شرف جانو نگا۔ اس وقت کس کھولا ہے خطوط اطراف و جواب کچھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب آئے گا تب فقیر حکم بجالاے گا۔ اسد اللہ۔ چار شنبہ۔ ۱۷۔ جنوری ۱۳۷۶ ع

ایضاً پروم شد۔ آپ کو میرے حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ ریشہ پیدا ہو گیا بنیائی میں بڑا فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا اجاب کی خدمت بجالایا۔ اوراقِ شہا لٹے لٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا اب آنکھ سے اچھی طرح سوچے نہ ہاتھ سے اچھی طرح دکھ جائے کہتے ہیں کہ شاہ شرف بوعلی قلندر کو سببِ کبر سن کے خدا تعالیٰ نے فرضِ و سیر نے سنتِ معانی کر دی تھی یمن متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمتِ اصلاحِ اشعار معاف کریں خطوطِ شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھ دیا کرونگا زیادہ خدا و اب۔ راقم اسد اللہ خان غالب۔ ۸۔ اپریل ۱۳۷۶ ع

اور بزرگ ہیں میرے حق میں دعا کریں کہ اب تہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور توجہ تھی تو
 تھوڑی صحت اور طاق غایت کرتے تاکہ دوستوں کی خدمت بجالا سکیں۔ غالب۔ ۳۔ جولائی ۱۳۶۵ء
 ایضاً جناب سید صاحب قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیجاں کی بندگی مقبول ہوا دیر
 بھی قبول ہو کہ جناب علی القاب نواب براہیم علیخان بہادر کی خدمت میں میری بندگی عرض کریں
 بارے بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچنا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت
 میں چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر ہوں گا عنایت کی
 نظر ہے میرے حال پر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا
 ہونے والا ہے مجکو تاریخ تولد کا خیال ہے گا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کر لوں گا
 تب قطعہ یارباعی جو کچھ ہو گئی ہوگی وہ بھیجد ونگا اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی
 غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل بدل منظور ہے۔ جس مہینے تک
 میں زندہ ہوں اس مہینے تک خدمت بجالاؤں گا۔ ۱۷۔ جولائی ۱۳۶۵ء۔

بنام تفضل حسین خاں صاحب

میں صاحب یہ چاہتیجا ہونا اور شاگردی و استادی سب پر پانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز
 ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سو
 وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجکو دے ڈالو مگر مبارک ہے مجکو مستعار دو۔ میں اس کو دیکھ لوں جو میرے
 پاس نہیں ہے اسکی نقل کر لوں پھر تم کو واپس بھیج دوں۔ اس طرح طلب پر نہ دینا دلیل اس کی ہے
 کہ مجکو جھوٹا جانتا ہو۔ میرا اعتبار نہیں یا کہ مجکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب بھی میرے
 آدمی کو دیدو۔ باللہ واللہ میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کر کے تمکو بھیج دوں۔ اگر تمکو واپس نہ
 تو مجھے لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب بدل قہ کو نہ دو تو تمکو آفریں۔ غالب۔

پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔ اسد اللہ - ۲۵ - ستمبر ۱۸۶۶ء کے
ایضاً حضرت یہ آپ کچھ امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تو اترو دو اشعار پھر یہ ہنجا کہ سوئے
کچے رسید سو بار مانگتے ہو۔ میرا براہیم علیخاں صاحب کی غزل جن کا ایک شعر یہ ہے

علی علی جو کہا تا سحر تو یوں سمجھے | کہ ذوالفقار سے کشتی ہے اب ہاری رت

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپس کا تقاضا کیے جاتے ہیں۔ غزلیں آپ کی برستی ہیں کہاں تک
دیکھوں۔ آپ کی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں۔ بہتر برس کا آدمی پھر بخود داعی
غذا کی قلم مفقود۔ آٹھ پہر میں ایک بار آب گوشت پی لیتا ہوں۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشک۔
آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں فرق۔ رعشہ ستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کا غزل
وہ وہیں رہا۔ میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں کھکھ بھول گیا ہوں خلاصہ یہ
نوٹ عطیہ سید صاحب آپ کے خط میں پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا۔ معاً خرچ ہوا۔ ان کی ایک غزل ساری رات
ہماری رات۔ جس کا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل ان کی اب میرا
ہنیں۔ اور جناب میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہیں اگر لطائف کی تو بعد اصلاح
بھیجوں گا۔ آپ کی غزلیں شمار سے باہر ہیں کس میں دیکھوں گا کتابوں میں ڈھونڈھوں گا۔ مدعا یہ آپ اور
دونوں سید صاحب اس کا التزام کریں کہ ایک غزل اپنے خط میں بھیجیں جیسے غزل اور اس کا جواب بھیج جائے
تب دوسری غزل خط میں ملوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو۔ آپ یہ میرا خط غور سے پڑھیں
اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھو ادیں از روئے احتیاط بیزنگ بھیجتا ہوں۔ اسد یزنگ ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء
ایضاً سید صاحب قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیجاں کا سلام پہنچے۔ وہ جو اپنے سنا ہے کہ
اب غالب کو مرض سے آفات ہے سو محض غلط ہے۔ آگے نا تو اس تھا اب نیجاں ہوں۔ خط نہیں لکھ سکتا
ایک لڑکے سے یہ چند سطر لکھوا دیں ہیں جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہو۔ آپ سید ہیں

اور وہ دو ہزار روپیہ مہینہ جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے کچھ نہیں کھاتا کہ اُس ہارستان پر کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے۔ خاندان شجاع الدولہ کے زن مرد کا انجام کیا ہوا۔ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میر تحریر کو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر چھل نہ رہے۔ پتا مسکن مبارک کاکشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم۔ ظاہر اسی قدر کافی ہو گا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دُعا کہیے گا اور اُن کی اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی اُنہوں نے نوید لکھی تھی۔ والسلام۔

ایضاً بھائی صاحب از روئے تحریر مرزا تفتہ آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی بنی بخش نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علیصا نے لکھا ہو گا۔ یاریاں کے دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہو گا تو اُن کا خط کیوں نہ آتا۔ اپنے حسن اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بقضاسے یکدلی ہے جبنا کا کام سمجھ لیے تو محکو لکھنا کیا ضرور مگر اسکو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں مطیع اخبار آقا باجمال کتاب میں یکم ستمبر شہد ع حال سے حکیم حسن الدخاں کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا اخبار اکیسا بھجوا دینا۔ اور آئندہ ہر ہفتہ کے ارسال کا طو بھرا دینا۔ کیوں صاحب امر کیا و شوا تھا کہ آپ نے کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ متوقعی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں قصہ لکھا ہوا ہے۔ کیا اُنہوں نے بھی خط لکھو نہیں پڑھایا ہر چند عقل و ذرا نی کوئی دنگ کی وجہ خیال میں آئی اب حصول دعا سے قطع نظر میں سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آ جاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
سخن کو خامہ غالب کی تشافشانی

غلام ساقی کو ترہوں مجکو غم کیا ہے
یقین ہے بلکو بھی لیکن ابس میں دم کیا ہے

علامہ محبت ازلی کو برحق مان کر اور پویند غلامی جناب رضی علی کو بیچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ
بنیائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ انا کہ روشنائی اُس کے اجارے میں
آئی ہے یہ بھی دلیل شنائی ہے کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہو لے اپنے کو ریگانہ کد گز بھیں
البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے
خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہوا چانا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا
سے لیکر پڑھ لیجئے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجے گا
اے میجر جان جا کو ب کیا جوان مارا گیا ہے۔ بیچ اُس کا یہ شیوہ تھا کہ اُردو کے فکر کو مانع آتا
اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا۔ یہ بھی نہیں میں ہے کہ جن کائیں ماتمی ہوں۔
ہزار ہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں۔ جیوں تو کوئی غمخوار نہیں۔
مروں تو کوئی غمخوار نہیں۔ غزلیں آپ کی دیکھیں۔ سبحان اللہ۔ چشم بدوور۔ اُردو کی راہ کے
تو سا لک ہو گیا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی میں کم نہیں مشق شرط ہے اگر کہے جاوے
لطف پاؤ گے۔ میرا تو گویا بقول طالب ملی اب یہ حال ہے۔

لباز گفتن چنان بستم کہ گوئی | دہن بر چہرہ ز رخے بود بہر شد

جب اپنے بغیر خط کے بھیجے خط مجکو لکھا ہو تو کیوں کر مجکو اپنے خط کے جواب کی تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا
حال لکھئے کہ میں نے سنا تھا کہ اب کہیں کے صدرا میں ہیں۔ پھر اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس
ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی راجہ بلوان سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں

اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں سفرت کرے۔
چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے۔ با آنکہ یہ کوچہ چھٹ کیا۔ اس فن سے میں بیگانہ محض ہو گیا ہوں
لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اُس کا مرزا زندگی بھر بھولوں گا۔ جانتا ہوں کہ تمہارے
دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامہ عشق مجازی چھوڑو۔ سعدی اگر عاشقی کنی جوانی
عشق محمد بس ست و آل محمد و اللہ بس ماسوی ہوئیں۔

ایضاً شرط اسلام بود و زرش ایماں بالغیب و لے تو غائب ز نظر ہر تو ایمان من ست
حلیہ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخاں خیر نے جو کچھ تم سے کہا اُس کا منشا کیا ہے
کبھی میں نے بزم اجاب میں کہا ہو گا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سننا ہوں کہ وہ
طرداری کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس مادہ میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کے نوکر تھے
اور اُس میں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہرہوں احتلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمہارے
اپنی تعریف کے بھی مجھ کو کھائے۔ بہر حال تمہارا حیلہ کچھ تمہارے کفیدہ قامت ہونے پر مجبور شک آیا
کسو اٹے میرا قد بھی دوازی میں گشت نا ہے۔ تمہارے گندمی نگ پر رشک آیا کسو اٹے کہ جب میں
جیتا تھا تو میسرانگ چنپی تھا اور دیدہ وریوگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ
آتا ہے تو چھاتی پر سانپا پھر جاتا ہے اس مجبور شک آیا اور میں نے خون جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈار
گٹھی ہوئی ہے وہ مرے یاد آگئے۔ کیا کہوں جی پر گیا گزری۔ بقول شیخ علی خریں

تادترسم بود ز دم چاک گریباں	شہر مندی از غرقہ پشیمند دارم
-----------------------------	------------------------------

جب ڈارھی موچہ میں بال سفید آگئے تیسرے دن چوٹی کے انڈے گالوں پر نظر کرنے لگا اس سے
بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دودانت ٹوٹ گئے ناچار سستی بھٹی چھوڑ دی اور ڈارھی بھی مگر یاد رکھئے کہ
جو ہڈے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ ملا۔ حافظ۔ باطلی۔ پنہ بند۔ دھوبی۔ ستھ۔ بھٹارہ۔ جولاہ۔ گنڈا۔

ایضاً صاحب سیر۔ عہد و کات مبارک ہو۔ موکلوں گم لیا کیجئے۔ پروں کو تسخیر کیا کیجئے۔ ثنوی پہنچی۔
 جھوٹ بولنا میر شاعر نہیں۔ کیا خوب ل چال ہے۔ انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ جیشوں
 کا استغناء کیا ہوں کیا مزدے رہا ہے۔ اس ثنوی نے اگلی ثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ بیان بخششیں
 ہم گنہگاروں تک کیوں پہنچے گا گمراہ اس راہ سے کہ مستحق کرامت گنہگار اندہ بخشش کا
 متوقع ہوں۔ میں ابھی تک بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا کہ شریعہ۔ اور مضمون اسکا کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخان
 آٹھ دس مہینے سے مع عیال اطفال ہی شہر میں مقیم ہیں میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایو لیلیا
 انہیں بہتے ہیں ان کو خط بھیجتو میرے مکان کا پتا لکھ دینا۔ اور یہ بھی آج کو معلوم ہے کہ میرے خط کے
 سزا مہ پر مجلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میر نام قصہ تمام۔ ہاں یا عزیز کے خط پر میرے مکان
 کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ سو روز سے شماع ہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تھارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو ابنا
 ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پھر چھ گھڑی کی نشست رہتی ہے ابھی یہیں سے اٹھ کر
 گئے ہیں۔ تھکوا سلام کہتے ہیں اور شماع ہر کے مداح اور بیان بخششیں کے مشتاق ہیں +
 ایضاً جناب مرزا صاحب پکا غم زمانہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھوایا۔ پھر
 جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اس کی طاعت اور تمھاری اس سے محبت
 سخت مال ہوا اور بچ کمال ہوا۔ سنا صاحب شعرا میں فردوسی اور قمر امین حسن بصری اور عشاق میں مجنوں
 یہ تین آدمی تین فن میں سر فخر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا
 یہ ہے کہ حسن بصری سے مل کر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو۔ بلی اس کے
 سامنے مری تھی۔ تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری بلکہ تم اس سے بڑھ کر ہوئے کہ بلی اپنے گھر میں
 تمھاری معشوقہ تمھاری گھر میں مری۔ بھی مثل پہنچے بھی غضب ہوتے ہیں جبر فرماتے ہیں اسکو مار کھینچتے
 ہیں۔ میں بھی مثل پہنچ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو مین نے بھی مار کھا ہے۔ خدا

آتا ہے۔ ہے ہے وہ خوراجین ہو جائیگی۔ طبیعت کیوں نہ گھبرا ئیگی۔ وہی زمردیں کاخ اور مٹی مٹی کی ایک شاخ۔ چشم بد دور۔ وہی ایک خور۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ کہیں اور دل لگاؤ۔
 زن تو کن لے دوست در نو بہار کہ تقویم پارسہ ناید یہ کار
 مرزا منظر کے اشعار کی تفسیر کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند۔ ذکر ہمہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مرزا
 ان اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالہ کیا۔ مگر مئی نواب محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں
 سلام عرض کرتا ہوں پروردگار ان کو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام۔ ہم
 دیکے مجھ سے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قلم کعبہ
 دکھائی گئے ان کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجبور تم فرمائینگے۔ میں کیا جانوں کہ حضرت میر طہن میں
 جلوہ افروز ہیں۔ بار درخانہ ومن گرد جہاں میگردم۔ اب مجھے ان سے یہ استدعا ہو کہ وہ خط
 سے مجھ کو خط لکھیں اور لکھنو نہ جانیکا سبب جناب قلم کعبہ حال چو کچھ معلوم ہو وہ سبب خط میں درج کریں۔
 ایضاً مرزا سادہ ولیہاے من تو ان بخشید خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم +
 کل دو شنبہ کا دن ۱۰ ستمبر کی ہفتی۔ صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیج دیا
 دوپہر کو ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ
 لکھا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر
 ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ڈاکٹ لکھانے لگا۔ کس میں سے وہ تمہارے نام کا خط لکھ کر
 بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لغت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا
 معاف ہو۔ بعد چاہئے عفو کرم کے آپ کے کل خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آراش
 باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاع شاہ
 ہو جائینگے۔ اہل مہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اس کا خیال ان چار جلدوں میں ہے۔

مُنہ پر ڈاڑھی سر پہ پال۔ فقیر نے جس دن ڈاڑھی کھتی اُسی دن سُر مُنڈا یا۔ لاولح لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
کیا بک اہوں۔ صاحب بندہ نے دستِ بنو جناب شرف الامر ارجل فرید کا ایڈمنٹن صاحب فٹنٹ گورنر
بہادر غربہ شمال کی نذر بھیجی تھی۔ سوان کا فارسی خط محترہ وہم ہاج مشعل تحسین وافرین اظہار
خوشنودی بطریق ڈاک آگیا۔ پھر میں نے تہنیت میں فٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا
اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل فراموش چاہا وہم
آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مرح و تہنیت میں جناب یابرٹ منگلری صاحب فٹنٹ گورنر بہادر پنجاب
کے خدمت میں بوسطہ صاحب شہر بہادر دہلی بھیجا تھا کل ان کا مہری خط بندیدہ صاحب کشنر بہادر دہلی
آگیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں۔ ویراید درست آئے
اناج کھانا بھی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور پاد بھر شراب رات کو لے جاتی ہے۔
ہر ایک بات میں کہتے تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکڑا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے
بجھج گئی ہوگی رہا سلام وہ آپ پہنچا دیں گے۔

ایضاً مرزا صاحب ہکو یہ باتیں پسند نہیں پسینہ بھر س کی عمر ہے۔ بچاں برس عالم رنگ بونکی
سیر کی۔ ابتدا سے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہکو زہد و ورع منظور نہیں۔ ہم مانع فتن
و غرور نہیں۔ پیو۔ کھاؤ۔ مزے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی کتھی بنو شہد کی کتھی نہ بنو۔ سو میرا
نصیحت پر عمل ہے۔ کسی کے مرنے کا غم کرے جو آپ نہ مرے کیسی ایشیا فی کہاں کی مہینہ خانی
آزادی کا شکر بجالاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر ایشیا فی گرنقاری سے خوش ہو تو چاہا جان ہسی متا جان ہسی
میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا۔ اور ایک حمد ملی
اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکیخت کے ساتھ زندگی ہے۔ اس تصور سے جی گھبرا ہوا اور کلیجہ منہ

ہم تم ایک قافے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری نگہ ساری میں محبت کرو گے کیا تم کو غیر جانوں
جو تمہارا احسان مانوں۔ تم سر یا مہر و وفا ہو۔ واللہ ہم باہمی ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کے تصحیح میں اس واسطے
کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہو صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت
بڑی خرافات ہے۔ بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہو متوقع ہوں
کہ وہ تکلیف نہیں اور ختم کتاب متوجہ ہیں۔ منشی نزیرین صاحب نے میری کاپی دیکھنے کو بھیجی تھی۔ سب طرح
میرے پسند آئی۔ چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سپاہی خدا اور بھی رنگت کی اچھتی ہو ۱۲ حضرت چا
جلدیں یہاں کے حکام کو دے دینا اور دو جلدیں لایٹ کو بھیجوں گا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے
زندگی پر۔ بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدیں کی کچھ ترنیں اور آرائش کیا دے تاکہ
بھائی صاحب ورن کا قلم زندہ شد منشی عبداللطیف و منشی شیونزیرین یہ چاروں صاحبزادے ہیں اور صاحبزادے
کونسل پر تھوڑا کیا جاوے مہنڈا دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں روپیہ
میں دو جلدیں چھ روپیہ میں تار ہوں پھر سوچنا ہوں کیا آرائش کی گنجائش کہہ لے نا چار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی
اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہ کہہ دیا جائے کہ تیری رائے
کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ پیچیدہ ۱۲ مطالب مقاصد تمام ہوئے
اور ہم تم بزبان قلم باہد گر ہم کلام ہوئے۔

الایضاً مرزا صاحب میں لکھو اندازہ تقریر ایجاد ہو کہ مراسلہ کو مکالمہ بنادیا ہے ہزار کہیں سے بزبان قلم باتیں کیا
کرو۔ ہجر میں وصال کے فرے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات
تمہارے جی میں آئی ہے۔ برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا
بجھوایا۔ ہاں مرزا غفرتے یا تھر سے یہ خبر دی ہے کہ پلنچ و برق پانچوں کتابوں کے آغاز کے انکو دے آیا
ہوں اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے جھگڑا خبر دی ہے کہ دو کتابوں

رہی بارہ روپیہ کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے محلو اطلاع دیجئے گا ورنہ میں شوش رہو گا حضرت
یہاں دو خیریں مشہور ہیں ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر
میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈو راپٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندو
میں ہو گیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جناب ڈنٹن صاحب درگورنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹری آف
لفٹ گورنر ہو گئے۔ خیریں دونوں اچھی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپ کے کچھ منجھڑ
ہاں صاحب ایک بات تو ہے اور وہ محل غریب ہے۔ میں نے حضرت ملکہ مظہر انگلستان کی طرح میں ایک
قصیدان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح اور عمارت شاہی ساٹھ بیت ہے منظوم تھا کہ کتاب کے ساتھ
قصید ایک درکا غنڈہ تپ پر لکھ کر بھجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب بھی لکھی ہے
یہ یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی
ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا نقیہ منشی شیونریاں صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر
محلو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے وہاں
ہیں ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے کے اس کی سیاہ قلم کی لوح
اور پہلے صفحہ پر طبع کتاب کا نام چاہئے میں اس طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ قصیدہ درج جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہ میرا
کچھ ضرور نہیں کہ پہلے صفحہ پر ہو گا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب کا جواب صوبہ یعنی نوید قبول جلد لکھے۔
ایضا بندہ پرورد اپکا مہربانی نام لیا۔ آپ کی مہر انگیز و محبت خیر باتوں نے غم بکسی ٹھلایا۔ کہاں حیاں ٹرے
کہاں سے دستہ کی نسبت کے واسطے یہ ریاضہ صوفیہ نکالا ہے آفرین آفرین ہزار آفرین۔ تیسرے صر اگر کوئی
توفیق کے نزدیک بہت مناسب ہے نامہ خود سال خویش و انشاں مرزا نقیہ کا خط ہاتھ سے آیا ان کے لڑکے
چھپے ہیں آپ گھبراہٹ نہیں آئے کو آئے ہیں۔ اگر تھیں دنوں کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تھارے چین کہاں جیسا
بندہ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر یاد کا ہند کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲

ایضاً بھائی صاحب آپ کے خامہ مشکبار کے صریح کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا بلکہ محکو اُنکی لوحوں کا خط طلائی مانند شمع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے محکو تو جواب اس مصرعہ کے سے خاموشی از شنائے توحید ثنائے تست بدول میں خوش ہو کر چپ رہنا ہے۔ حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ محکو آپ کے حکم کا بجالانا منظور ہے۔ اس نذر کے بعد جب کوئی اُن کا عنایت نامہ لے گا تو بندہ درگاہ مدح گشتری کا جوہر دکھائیگا اُس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائیگا اب تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور کتابوں کی روانگی کی خبر محکو کب آئیگی آپ کے فرط توجہ کا سبب طبع یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو عجب نہیں ہے۔ جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر متوقف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھائی بنی بخش صاحب درہماری شفیق منشی شیونزین صاحب کی ہمت اُسکے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے۔ یاریا ہی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے۔ مرزا تقیہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں۔ مگر دُعا دوں اور دُعا لکھوں صاحب بڑھیل نہ کرو کام میں تعجیل کر دے اے زفر صفت بخیر درہم چہ باشی زود باش بد خدا کرے شر کی تحریر انجام پاگئی ہو۔ اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو۔ قصیدہ کا شر سے پہلے لگانا از ماہ اکرام و اعزاز ہے ورنہ شر میں صنعت اور نظم کا اور انداز ہے۔ یہ اُس کا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سرکشۂ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور متنبو کے بیچ میں ایک فرق سادہ چھوڑ دیا جائے۔ سائے امید سنگہ کا کوئی خط اگر اندر سے آیا ہو تو محکو بھی آگئی دو۔ چاہو تھیں ابتدا کرو اور ایک خط اُنکو لکھو اور اسکا پردا زبانت پر رکھو کہ اب کتابیں تیار ہونیکو آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہان بھی جائیں اور کیا پتا لکھا جاے۔ یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور اُنکو جواب لکھنا پڑیگا۔ ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں اور پس پیش ست

کی حلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر آپ کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں دہنگ کس قدر ہے۔ ہستم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمہاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے ہی ہفتہ میں تمہارے پاس پہنچ جائیں گی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئیں گی۔ ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ انگوٹھی نگرانی اور دل کی پریشانی دُور ہو خدا کرے اُن مینتیں جلدوں کے ساتھ یا دہرین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں تا خاص عام جا بجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں ہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو میں نے کہا اُنہوں نے لکھ لیا۔ اُن دنوں کے لٹ گئے۔ ہزاروں روپیہ کی کتاب خانے برباد ہو گئے اُن میں نے اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمرزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھو الایا اُس نے وہ کاغذ جو محکود کھایا یقین سمجھنا کہ محکور و نا آیا۔ غزل تمکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں۔ غزل

در دمنت کشش دوانہ ہوا	میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں قیہوں کو	اک تماشا ہوا رگلا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دلتانی ہے	لے کے دل دلتاں روانہ ہوا
زخم گردب گیا اہونہ تھا	کام گر رک گیا روانہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیرے لب رقیب	کالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا
کیا وہ غمزدگی حسدائی تھی	بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دینی دینی ہوئی اُسی کی تھی	حق تو یوں ہے کہ حق آدا نہ ہوا
کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہیں	آج غالب غزل سزا نہ ہوا

جناب نیشن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں کبھی میں نے اُن کو دیکھا نہیں غلطوں کی میری انکی ملاقات ہے اور نامہ پیام کی یوں بات ہو کہ جب کئی نواب گورنر جنرل ہاؤس آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قیصلہ بطریق تدرج جاتا ہے نے ذریعہ جناب صاحب جنٹ بہادر ملی۔ اور نواب لغٹ گورنر بہادر اگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب سکرٹری بہادر گورنمنٹ کا خط اسکی رسید میں بسیل ڈاک پاتا ہوں۔ جب جناب لاڈ کینگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قیصلہ ڈاک بھجویا۔ اور نیشن صاحب بہادر حریف سکرٹری کا جو محکو خط آیا تو انھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا۔ قبل ازیں خالصا جیسے یا مہر باد و شان میرا القاب تھا۔ اس قدر شناساں نے ازراہ قدر افزائی جسے شفق بسیار مہربان مخلصان لکھا۔ اب فرمائیے انکو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ انوں۔ برخوردار مرزا تفتہ کو دُعا کہتا ہوں۔ بھائی اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں تم اور مرزا صاحب محکو لکھو کہ لو صاحب دستبنو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قیصلہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا۔ مادہ تیغ میں کیا بڑائی ہے جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ یہ دونوں قطعے رہیں۔ اور اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں۔ اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ نوے سخن ساری دعائی کی طرف ہے بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیئے۔ اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ میرے شفق منشی شبیر ترائن صاحب کا خط لایا۔ بارے قیصلہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اُسکا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی رفع ہو گئی۔ اب اُن سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے گا کہ شکر تیرا تو چنداں نہ یافتہ ہے تو وہ اور یہ اُن کو اطلاع دیجیگا کہ اخبار کا فہرگز محکو نہیں پہنچا درہ کیا امکان کہ میں اُس کی رسید نہ لکھتا۔

جلدیں آپ کی بڑائی ہوئی تھیں بالفعل ایک دھندلے سرشتہ خیال میں پڑا ہے یعنی از روئے اخبار مفید
 خلائق ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جوائنٹ منشن صاحبہ در اگرہ آئیں گے اور سائڈ لفٹنگ گورنری
 پر اجلاس فرمائیں گے۔ اس صورت میں غلبہ ہے کہ ولیم میور صاحبہ در ان کی جگہ چیف سکریٹری جنرل
 بھروہ لکھئے کہ یہ جوائنٹ گورنری میں اپنا سکریٹری کس کو بنائیں گے۔ میشری اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام
 غوث خاں بہادر ہیں گے۔ ہمارے منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے۔ بہر حال آپ سے یہ سیدھا
 کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھئے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھئے جب تک جوائنٹ منشن صاحبہ جوائنٹ سکریٹری
 تو یہ خیال میں تھا کہ انکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے ان کے پاس
 بھیج دوں گا اب حیران کہ کیا کروں۔ آیا ان کی جگہ سکریٹری کون ہو اور جوائنٹ گورنر میور کے تو انھوں نے سکریٹری
 کس کو کیا میشری لفٹنگ گورنر کا کون رہا اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو گا جو معلوم
 ہو وہ دریافت کر کے لکھئے۔ قمر الدین خاں کا حال ضرور۔ منشی غلام غوث خاں کا حال پُر ضرور۔
 بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کٹھن ذہن

اجتی طرح اُس کو سمجھ لے نہادہ کیا لکھوں۔ مخالف

ایضاً بھائی صاحبہ تم کو دولت اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا
 کرے قیصد کے چھاپے کی منظوری اور ہندوئی کی رسید آئے گو یا صفر کے مہینے میں عید آئے۔ ہندوئی
 کا روپیہ جب چاہو منگو آؤ۔ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی راے کے بنالو۔ اب آپ دفعہ کا
 ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں۔ قیصد کے مسودہ کا ورق
 مرزا آفندہ کے خط میں پہنچ گیا ہو گا آپ نے اور مرزا آفندہ نے اور بھائی منشی بنی بخش صاحبہ قیصد کو
 دیکھا ہو گا قیصد کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہئے کہ صاحبہ مطلع ہو گیا منظور ہے۔
 اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم بائج سات روپیہ سے اور بھی اُن کا بھرنہ بھریں گے۔

کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ کھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان بکیرہ
مضامین اچھوتے۔ معافی نازک۔ مطالب کج بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جواب نے
نقل کر کے بھیجا ہے۔ میں نے منشی شیونزین کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناجبات
تو ایک بات میری مانو۔ رقیات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت میں سے
پسند آیا کرے وہ خط میں لکھ دیا کرو خط مفت میں تمام ہو جایا کرے گا اور تمہارے خط کے آنے کا
نام ہو جایا کرے گا اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا ہے برات
عاشقان بر شلخ آہو بد واقعی جو اخبار گاہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑے جاتے ہیں
صاحب ہوش میں آؤ اور محکو بتاؤ کہ یہاں جواہریوں کی دُکاتوں میں فریخ اور شام بین کے
دربن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں اور جوہریوں کے رویہ اور جواہر سے بھر ہوئے ہیں
میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیونکر اٹھاؤں گا۔ بس زیادہ باتیں نہ بنائیے اور
قصیدہ محکو بھجوائیے۔ میں نے کتا میں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر
پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے۔ رات دن گردش میں ہیں سات کسا
ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھرائیں کیا۔ دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے۔

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا	کہتے ہیں ہم تجکو منہ دکھلائیں کیا
سوج خون مرے گزر ہی کیوں جانے	آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا
لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھائیں لگاؤ	جب کچھ بھی ہو تو دھوکا کھائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل نام نام ہے

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آثار بس است آید بزبان ہر پنجہ از دل برود *

بندہ پرور فقیر شکوہ سے بُرا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہِ رست سے مُنہ نہ موڑے اور مہنذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ آٹے پھرتے آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ کل آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آج میں نے اُس کا جواب بھجوا دیا کہیئے پانے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں۔ پس مرد مندوں کو زیادہ شانا اچھا نہیں۔ مرزا آفتہ سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج تو کلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں دیکھوں کیا دیکھتا ہوں۔

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اوقیصہ پہنچا۔ صل خط تمہارا الفاظ میں لپیٹ کر مرزا آفتہ کو بھیج دیتا کہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے۔ بعد اس پورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بصدق ائمہ اطہار یہ پیش آد اقبال تکو مبارک کرے۔ اور منصب ہائے خطیر اور مراجع عظیم کو پہنچا دے وقعی کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردی مردگی دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دُنیا میں کوئی بات نہیں اب یقین ہے کہ خدمتِ منصفی ملے اور جلد ترقی کرو البسا کہ سال آئندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک ذرا نہ تھا کہ منحل نہ تھا را ذکرِ حج سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حُسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے تھے مجھ کو دکھائے تھے۔ اب ایک نہ مانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ جو بھی آجائے گا کہ ہم تم بٹھیں اور باتیں کریں۔ قلم بیکار ہو جائے۔ زبان بر سرِ گُفتار آئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

دو پارسلوں کا محصول۔ دو جیڑیوں کا معمول۔ تین کتابوں کی لویس طلائی۔ یہ ساری بات اس میں
 میں کیونکر بن آئی۔ اور کیونکر معلوم کروں۔ کس سے پوچھوں۔ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس خبر کے
 اظہار میں توقف نہ کرو۔ حقیقی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہاں تھیں وہیں
 رہنا چاہیے وہاں تکلف نہیں آتا۔ زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں اور شکر سارہوں۔ کیا لکھوں۔
 ایضاً بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ داد و نیا کتنا شتاب لکھتا ہوں مگر
 مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ بابر کئی خطوں میں مکتوم و اندر
 کا شکوہ گزارا پایا ہے۔ پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجائش ہے بلکہ غم تو
 نصیب دوستان درخور اغراض بقول غالب علیہ الرحمۃ

کسی کو دے کے دل کوئی نسیخ فانی ہو * نہ جو بے دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

ہے حسن مطلع

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے * ہوا تو دوست جس کا دشمن اسکا آسمان کیوں ہو
 انہوں ہے کہ اس غزل کے اور ہتھار یاد نہ آئے۔ اگر خدا نخواستہ بند غم دینا ہو تو بھائی ہمارے ہمدرد
 ہم اس بوجہ کو قرآن اٹھا رہے ہیں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم

دلایہ درد و الم ہے تو مغنم ہے کہ آخر * نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

سحر ہوگی۔ خبر ہوگی۔ اس میں میں نہ شعر یعنی

تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر * جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈنبا ہوں نظر ہوگی
 کتنا خوب ہو اور اردو کا کیا اچھا سلوب ہے۔ قصیدہ کا شائق ہوں خدا کرے جلد چھاپا جاوے تو
 ہمارے دیکھنے میں بھی جائے۔ کیا کہیے بھلا کہیے۔ یہ زمین ایک بار جہاں طرح ہوئی تھی مگر بحرام ہی تھی
 کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے * تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

<p>ہے بسکہ ہر اک ان کچ اشارے میں نشان اُور تم شہر میں ہوتو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے لوگوں کو ہے خود شید جہاں تاب کا دھوکا اُبرو سے ہے کیا اُس ننگہ ناز کو پیوند یارب وہ سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے جری بات ہر چند سبک ست ہوئے بُت شکنی میں پائے نہیں جب راہ چڑھ جاتے ہیں نالے مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے</p>	<p>کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گساں اُور لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اُور ہر روز دکھاتا ہوں میں ایک داغ نہاں اُور ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کہاں اُور دے اور دل اُن کو جو نہ دے محبو زباں اُور ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اُور مرکتی ہے جری طبع تو ہوتی ہے رواں اُور جلا دے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اُور کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اُور</p>
--	---

دوشنبہ کا دن ۲۰۔ دسمبر کی۔ صبح کا وقت ہے۔ اکیسویں رکھی ہوئی ہے۔ آگ
تاب رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں یہ اشارہ یاد آگئے تم کو لکھ بیجھے۔ والسلام۔
ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک سید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی
دکن نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب
بر محل پہنچا۔ آدمی کو موافق اُس کی تمنا کے آرزو برآئی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی برآئی کہ
بزرگ و ہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اس قدر خیال کرتا
کہ جلد میں بندھی ہوئی۔ دو کی لوجیں زیریں اور پانچ لوجیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ والد اگر تصور میں
بھی گزرتا ہو کتابیں اس رقم کی ہوں گی جب تک جہاں ہے تم جہان میں رہو۔ ائمہ اطہار علیہم السلام
ان میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بنجائے نہ کہ دو کتابوں کا
رنگ دکھلائے اب پن حیران ہوں کیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ

ایضاً جناب مرزا صاحب دلی کا حال تو یہ ہے

گھر میں تھا کیا جو تراغم اُسے غارت کرتا وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سوئے یہاں دھر کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بیس منطہ ہو کہ چند روز گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا۔ اہل قلم اور اہل فرج نے باتفاق اسے ہمدردیسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب ان مان ہے ناخ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے مگر یک فن تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے ان کو کچھ علاقہ نہ تھا۔ بھان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اٹھایا

خدا سے میں بھی چاہوں ازہ ہر فروغ میسر نہا حاتم علی قہر اگر اسی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کا رنامہ اردو کہلائیگی خدا تم کو جتیار رکھے تمہارا دشمن ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی بنی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کا غنہ مقبول و سبوح حق تعالیٰ ان کو نازند اور نذرست اور خوش و خرم رکھا اور دولت و اقبال عطا کرے بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا انہوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرائش کی جس تفریق سے ٹھہرائی ہے وہ محکومہ آئی ہے کل میں نے ان کو اجازت اُسی طرح کی تزیین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا تیصر آپ کو لکھ چکا ہوں اُسی پر عمل ہے۔ میں نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت متعقد میں اس امر کی اطلاع کر دی ہے۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ جناب ملک مستزاد انگلستان کی طرح میں لکھا ہے

رہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجے	کٹے زبان تو خنجر کو مرجا کہئے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب	خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے

اور جو فلاتن فلاتن فلاتن فلاتن یہ بحر ہے۔ اس میں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کیا تھا تقریب یہ کہ مولوی کریم حسین ایک میرے دوست تھے انھوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجئے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے تو دس شعر کا قطعہ لکھ کر اُن کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں قطعہ

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی	زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہئے
خاتمہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے	ناطقہ سر بگیاں کہ اسے کیا کہئے
آخر سوختہ تیس سے نسبت دیجے	خالِ مشکینِ رُخ و لکشمی لیلیٰ کہئے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجئے فرض	نافہ آہوئے سیا بانِ حقن کا کہئے
صومعہ میں اسے ٹھہرائے گر مہربان	میسکہ میں اسے خشتِ خم صہبا کہئے
مسی آلودہ رنگشتِ حینیاں لکھئے	سر پستانِ پرزادے مانا کہئے

غرض کہ میں بائیس بھیتیاں ہیں۔ ہندو سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے

اپنے حضرت کے کف دست کو دل کیجئے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہئے

لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا درودِ دل سُنو بر خور وارشِ شیو زاین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دعا کہو اور کہو میاں میرا کلام بند ہے۔ اُس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد اور اگر اُس کے پہنچنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔ + -

دوسرا بھی یقینی پہنچ کیا ہو خاطر جمع رکھو جناب ارشد صاحب آج تشریف لے گئے سنتا ہوں کہ کلکتے جائینگے۔ میم اور بچوں کو ولایت بھیج کر پھر آئیں گے۔ مجھے وہ سلوک کر گئے میں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک انکا شکر گزار رہوں گا مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو انکو میرا کہنا مرزا تفسہ کو اگر کبھی خط لکھو میری ٹانگہ ازا غالب۔ مرقومہ دو شنبہ۔ ہفتدہم جنوری ۱۹۵۹ء

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی بخش

صاحب اگے تمہارا ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اُس کے کل ایک خط اور آیا۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا۔ آج ۶ دسمبر کی ہے۔ ۷۔ کو بوجہ تمہارے کہنے کے وہ وہاں سے جانے والے ہیں اور محکو معلوم ہے کہ میرے ٹھہرائیں گے۔ دو دن کے بعد بمقام میرے ٹھہر خط روانہ کرو گنا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب مہر جیسا لکھیں محکو اطلاع دینا۔ رہی تمہاری مہر اُس کا کچھ خیال نہ کرو وہ جس طرح تم نے لکھا ہے بنجائیگی۔ مگر بھائی ۱۵۵۷ء میں دن کے باقی ہے ہیں۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ۲۲ و ۲۵ دن باقی ہے ہیں۔ ۱۵۵۹ء جنوری مہینے میں خدا چاہے تو کھد جانی تم میرے بجائے فرزند ہو۔ میرے بھتیجے ہو۔ جو تمہارا کام ہونے تکلف کہو شرم کیا اور تکلف کیوں یہ مہر کا کھدنا کو سا کام ہے۔ میرزا حاتم علی صاحب میں تو میرا سلام کہنا اور مرزا تفسہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھ سے خواہو گئے ہیں اور خط نہیں لکھتے۔ غالب۔ ۶ دسمبر ۱۵۵۷ء

بنام خواجہ غلام غوث خاں صاحب میرٹھی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو بارہ ابرکت خشک سے کرے۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اُس سے خیر یا کو نخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں۔ یہ تو حضرت کو کچھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط مٹا اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توجہ کا خیال اُسی پارسل پر ہے کسوٹے کہ اُس خط میں حاکم اعظم کے نام عرضی مہفوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک

ساتھ شعر ہیں چھ صفحہ یعنی تین ورق پچھپ کر دستنبہ سے پہلے شیرازہ میں شامل کر دیئے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائیگی۔ کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا آفستہ اور منشی شیونز این صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کریں گے اور جیسا اتفاق تم چاروں صاحبان پر ہو گئے تو گویا باجلاس کو نسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور امید وہاں ہوں کہ اجرا سے قانون سے پہلے مجھ کو منظوری کی اطلاع ہو جائے تاکہ مسودہ اس قصیدہ کا بھیج دوں۔ بہتم مطبع کو اگر کچھ تاخیر ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے منشی عبداللطیف کو دُعا کہنا۔ اور ان کے عذر مقبول ہونے کی اُن کو اطلاع دینا۔ بیگم کو دُعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی تکو بندگی اور اپنے بھائی بیہوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دُعا کہتے ہیں ہاں حضرت اب ایک مرتبہ کے واسطے جداگانہ خط مرزا آفستہ کو کیا لکھوں۔ میری طرف سے دُعا کہہ کر اُن کو کہیئے گا کہ اخبار گزشتہ کے اوراق مع خط بہتم مطبع آفتاب عالم کتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور اُن کے خط کا جواب روانہ کریں گے۔ آپ چتر بھیج سہاے سے کہہ دیجئے گا اور تاکید کر دیجئے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کتاب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں۔ بھائی مجھ کو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم اور مرزا آفستہ میں مرسلت گویا مکالمات ہو گئی ہے روز باتیں کرتے ہیں۔ اللہ اللہ یہ دن بھی یاد رہیں گے خط سے خط لکھے گئے ہیں مجھ کو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤ غنیمت ہے کہ محصول آدھا آنہ ہے ورنہ باتیں کرنے کا فرما معلوم ہوتا۔ چارشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۲۵۵ ش۔ جو باتیں جواب طلب ہیں اُن کا جواب طلب ہے۔ - -

ایضاً بھائی میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرا پاس لکھنؤ کے ایک پارسل کی رسید آگئی۔

ہاں اندوے قیاس جانتا ہوں کہ آپ سی منصب درستی قرین شاد و شادماں ہیں جو اب غلطی کے سڑکی
 ہوئے ہونگے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میو صاحبیہ در سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا لیفٹنٹ گورنری
 اور صدر بڑیہ دونوں محکمہ آباد آگئے یا آئیں گے ہر حال اب کیوں آگرہ کو جائیں گے۔ نواب گورنر
 بہار کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری میں
 فرمائیں گے۔ میں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں کہ
 واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہوتا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب مجھ بلکہ
 مفصل نہ دیر بلکہ جلد رحمت کیجے گا تو مجھ کو مول لے لیجے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔
 ایضاً جابغالی تاج و شنبہ ۳۔ جنوری ۱۲۵۹ ع کی ہے۔ پیردن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رہا ہو
 ترشح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ تیر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے۔

افق باہر از ابر بہمن مہی سفالینہ جسام من بازئے تہی

غمر و درمند بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہر کارہ تھا را خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط حاصل
 لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا خط کو پڑھ کر اس سے کہ حصول عاکے ذکر پر حاوی تھا افسردگی حال ہوئی

ماخانہ رسیدگان ظلمیم پیغام خوش ازدیاریانست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں با آنکہ خط جواب طلب تھا جواب کھنے لگا۔ پہلے
 یہ سنئے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا مگر وہ دوبار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب میں کا نشان مرقوم
 لغافہ کیطابق ٹوک میں بھیج چکا ہوں۔ جواب بجا اب منتظر ہوں آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقضی
 استغنا ہے۔ بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ ماسید مرگ جیتا ہوں۔ اس راہ سے کچھ مستغنی
 چلا ہوں۔ دو ڈوھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گزر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئیگی کہ کیا بجا
 مر نکا نانہ کون تبا سکتا ہے چاہیے الہام سمجھئے۔ چاہیے ادا سمجھئے۔ میں اس سے قطعہ لکھ چکا ہے قطعہ

دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایکٹن پچھے ہوں گے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانو گناہ کیلئے
حضرت اُس ہر شے سے معلوم کر کے نہ لکھیں گے۔ اب آپ جانئے اور یہ دل سودا زہ میں سکی سفارش
کر یو الا اور اس کے دعا کا گزارش کر یو الا کون۔ ماں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ
مجھ پر جالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں۔ میرے جگر کا دی کی قدر
ہوئی یا نہیں۔ پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خط کا امیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسن طبع کا
شکر گزار ہوں یا نہیں۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا جگو جلا لیجیے گا۔ لو مارو کا خط
ایک مہر کے ہاتھ بھیج دیا گیا۔

ایضاً قبلہ بھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہو وہ کیا کھاتا
پیتا ہے اور کیونکر جیتا ہے۔ پنشن قدیم الکیس مہینے سے بند۔ میں ساؤ ول فوج جدید کا آئندہ
پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو انکا پیشہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب دہ رہتی نہ
عتاب۔ خیر اُس سے قطع نظر کی۔ اب مہینے اودھ کی شہنشاہ سے موجب تحریر وزیر علی شاہی کا
امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرمناؤں اگر گنگا ٹھہرتا تو گولی یا بچاسنی سے تر اس بات پر
کہ میں بے گناہ ہوں مقبلاً و معقول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں۔ پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ میں
کوئی کاغذ بھجوا یا ہے بطور چیف سکریٹری بہادر اور اس کا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پنشن
گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ اسکے قبول کی اطلاع نہ اسکے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم مورس
بہادر نے بھی غایت نغمائی اُن کی بھی کوئی تحریر جگو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں مختلف۔ کہتو
ہیں کہ چیف سکریٹری بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُنکی جگہ کون سے صاحب عالی شان
چیف سکریٹری ہوئے۔ مشہور جناب ولیم مورس صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ
لفٹنٹ گورنری کے سکریٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپ کا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں

کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے۔ یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لو مارو کی رودہ لگی کا خط آئے گا۔ لو مارو کو بھیجا جائے گا۔ جناب نشی نواب جان صاحب و جناب نشی انظار حسین صاحب اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیا نہ پہنچانے میں تو قہر ہو

تم سلامت رہو قیامت تک +

ایضاً مولانا بندگی۔ آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار نہریل غ ڈاک۔ تو سن ہمت پر سوار چل دیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا اتنا بیخود ہوں کہ جب تک تم جواب دو گے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا۔ آپ کا پہلا خط راہ سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط راہ پر پہنچا میں وہاں بھی نہ تھا۔ خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا اس حال میں کہ میں بیمار تھا۔ سہذا جاڑے کی شدت مہاش کا مینہ۔ دھوپ کا پتا نہیں۔ پروے چھٹے ہوئے۔ نشیمن تدریک۔ آج تیرا عظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ خط لکھ رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں۔ اس خط کے مضامین ماندہ فراسنے دل کو مضحک کر دیا۔ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمھارے ماموں میں لگاؤں کے اور تمھارے معاملات جہود والا جیسے کہ تمھاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے۔ ایسے محب فراق اور پیغمبر دوام کیوں کر جاں گزارا نہ ہو۔ حق تعالیٰ ان کو بخشے اور تم کو صبر دے۔ حضرت میں بھی اب چراغ سحر کا ہوں۔ رجب ۱۲۸۰ء حال کی اٹھویں تاریخ سے اکبرواں سال شروع ہو گیا۔ طاقت سلب ہوئی منقود۔ امراض مستولی۔ بقول نظامی ع کے مردہ شخص ہمردی رواں + آج میں اب بھی باتیں کرتا ہوں مگر خاص تاش گیا۔ مہینا بھر سے حجامت نہیں ہوئی۔ خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں ایضاً قلم پیری و صدیباتیں دبا کے کے مہینے گن رہا ہوں۔ قونج آگے دُوری تھا۔ اب انجی ہو گیا مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتہد دفع ہو جاتے ہیں اور یہی مناسبات ہو۔ غذا کم ہونے ہوتے

میں کہ ہاشم کہ جاوہر دمان ہاشم	چوں نظیری نمائند طالب مرد
در بگویند و کہ امی سال	مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو پچتر ہیں اور غالب کے بارہ ستر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچی ہو پہنچ چکی ہو۔
ایضاً پروم شدہ خط ہے یا کہ مسرت صاف صفائی ضمیر کشفِ حجت کی علامت ہے۔ مدعا ضروری
 التحریر اور اندیشہ نشان مسکن انگیز۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان جس دن یہاں
 محکومہ مطلب خط پر پیش آیا ہے اسی دن آپ نے وہاں لکھنے کو قلم اٹھایا ہے آپ کو عارفِ کامل کیونکر نہ پتہ
 اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں۔ مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا کہ وہ نہ
 سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۸۔ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستنبو کا ایک مجلد اور ایک
 میں تین مٹا بسیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں خطوں کا جو تھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں
 پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے نمبر مندرجہ
 پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب لے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹری
 بہادری کا نام نامی ہے۔ اور ایک کتاب لے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹری دوم کا اسم سامی ہے
 آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر نہ پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے
 ہوں تو بڑا غصہ ہے۔ اگلے عرصہ کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں لکھا
 پتا آج تک نہیں۔ اب کارپردازانِ ڈاک و اکو نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں
 کو باقیات پہنچائیں۔ صرف غایت کی گنجائش تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے
 ابھی تو آپ سے مجھ کو ان کے نہ پہنچنے کا سوال ہے کہ کس واسطے کہ جب تک آپ مجھ کو اطلاع نہیں گئے ان کے
 نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچی محال ہے بہر حال یہ نیا نامہ جس دن پہنچے اس کے دوسرے دن
 جواب لکھئے۔ جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھئے۔ آپ کے غایت نامہ میں

دسویں بارہویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ میں نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اسکا جواب آیا۔ اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں لکھتا۔ دل اس فن سے نفور ہے، دو ایک دستوں کے پاس اسکی نقل انکو ہوتو کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا۔ کل اور اگر کل آگیا پرسوں بھجودنگا۔ بھائی! میں الدین خاں کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤ الدین خاں نے اسکی نقل انکو بھیج دی میں دیوان پر نہیں چڑھتا۔ مسودہ بھجتا ہوں۔ تقدیم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے عکس بچا نہیں۔ معذرا امراض جسمانی و آلام روحانی۔

ایضاً درنا امید ی بسے امیدست

پایان شب سیمہ سپید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں تو طیبہ شمع میں لاٹھیاں بہاؤنے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کشن بھادور دہلی کو ساتھ لے گئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں۔ جب لشکر میرٹھ سوار ہو گیا۔ موافق اپنے دستور کے روز درود لشکر خیم میں گیا۔ میرٹھ صاحب سے ملا۔ انکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکڑ بھادور کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غم کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں گئے میرٹھ اس حکم پر منع نہ ہوا۔ جب لاٹھ صاحب بھادور کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا۔ مع اس حکم کے واپس آیا کہ آپ یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں یوں مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقعہ آخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۵۷ء میں نواب لغٹ گورنر پنجاب دلی آئے مالی شہر چھوڑ کر ڈچی کشن بھادور صاحب کشن بھادور کے پاس بیٹھے اور اپنے نام لکھواے۔ میں تو بیگانہ شخص اور مظلوم حکام تھا جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ہلا۔ دربار ہوا ہر ایک کا مکار ہوا۔ شب ۸ فروری کو آزاد منش منشی من جھول سنگ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکڑ بھادور پاس بھیجا۔ بلا یا گیا مہربان پا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حکام جلیل القدر کی وہ غایتیں بھیجیں

اگر معدوم نہ کہو تو بزمِ لہ مغفود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارتِ غریبہ جگر میں پاتا ہوں جسکی شدت سے بہہنا جاتا ہوں۔ اگرچہ جڑ جڑ پتیا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں میرے ایک رشتہ کے بھتیجے نے بوستانِ خیال کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے ایک دور قدس کا بصورتِ پدسل بلکہ ہیئتِ خط بھیجتا ہوں۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجئے۔ میرا اس دور قدس کے ارسال سے یہ ہر کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاص خرید کر ناچا میں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول و ترخیر دلا دے۔

ایضاً بندہ گنگا شتر مسافر عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر
 مثل بآے ناگہانی نازل ہوا ہوں

بائیکہ کم ہزار نفیریں بر خویش
 آتا بہ زبانِ جادو راہِ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قربِ قرابت آپ کو اور باندازہ ہر و محبت مجکو۔ وہ مغفیر میرا
 قدردان اور مجھ پر ہر بان تھا حق تعالیٰ اسکو علیٰ علیین میں بسبیل دوامِ قیام مے۔ لا پور ہی میں تھا
 کہ اوہ اخبار میں حضرت کی غزلِ نظرفروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اسکو کہتے ہیں۔ جدت طرز اسکا نام
 ہے جو طعنت مانہ ڈایاں یا ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم بر روے کار لائے خدا تمکو
 سلامت رکھے اور میرے اور دکنی برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق
 انصاف عطا کرے۔ لو اب خط کا جواب جلد بھیجوتا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے۔

ایضاً قبل آپ کا خط پہلا آیا اور میں اسکا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو
 اسی وقت پڑھ لیا۔ آدمی کے حوالہ کیا آج صبح دم مجکو دیا۔ میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتامِ تحریر
 سنیں کہ کسے ڈکانہ میں بچو اور دکانہ۔ والی رہو کہ خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دنوں
 کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ کیسہ کار روپیہ خدا چاہتا ہے آج چھ روپے جلائی ہر معمول کی

نہیں ہو سکتا۔ جب یہ سرزمینِ مخیمِ خیام گورنری ہوئی، میں اپنی عادتِ قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا۔ مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا۔ چیف سکریٹری بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ ہر وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ آیامِ عذر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اُس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط اُن کے نام لکھ کر اُن کو بھیجا۔ مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص منقطع محض ہے امیدوار ہوں کہ اسکی تحقیقات ہوتا کہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب ہوا۔ اپنا گوشہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک کے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ طے ہوا دربارِ خلعت متوقف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولا موشرفی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۷ء میں نواب علی سیف علی شاہ بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۷ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم کو اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیس کچن پس غریب اردو کی بھیجتے ہیں اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ کچھ رویہ اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ اُن کے عطایا فتنہ گئے جاتے تھے۔ جب یہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں۔ تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا بعد فتحِ دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں راجپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررہ ۸۔ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔ - -

ایضا قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اتر شناسوں کی کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب کے میری ایک ملاقات جس وقت دلی لائے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اُترے ہوئے تھے شرفاء میں تعارف بناے محبت اور مودت سے

میرے تصویر میں بھی تھیں حکمہ مختصر میری نشی لٹٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا وہ بطریق حسن طلب
میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا جب حکام مجھ دستہ عاجمہ سے نے تکلف لے تو میں قیاس کہہ سکتا ہوں
کہ میری نشی کی سے حسن طلب پایا لے حکام ہوگی وَلَکِنْ حُجْنُ الْطَافِ حَقِیْقَۃً بقیہ رواد یہ ہے کہ شنبہ
دوم راج کو سواد شہر مخیم خیاں گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب لوی اظہار حسین خان بہادر
کے پاس گیا۔ اُنہائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار خلعت بدستور بجالاؤ برقرار ہے۔ نتیجہ نہ میں نے پوچھا
حضرت کیونکہ حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کا غذا انگریزی و
فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار اور غلبہ و خلعت بدستور بجالاؤ برقرار ہے
میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کس اصل پر متضرع ہوا فرمایا کہ کچھ معلوم نہیں میں اتنا جانتے ہیں کہ
یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۲ دن یا ۱۵ دن بعد دھر کوروانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اسد

کار ساز باغ کد کار ما شکر مادر کار ما آزار ما

شنبہ ۲۳ راج کو ۱۲ بجے نواب لٹٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لاٹ صاحب
بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بجالا ہے۔ انبالہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا
حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لاٹ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا۔ اب انبالہ کہا
جاؤں جتیار ہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا

کار دنیا کسے تمام نہ کرد ہر چہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر بھرا آپ شکر بجالاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھایا۔ بہشت حکم
نشر کا کھتی ہے اب رگ قلم کی خوانہ نشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میری طرح میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب
بہادر دہلی نے سات جاگیر داروں میں سے جو تین بقیۃ البقیہ تھے اُن کو حکم دیا اور دربار عام
سے سواے میرے کوئی نہ تھا یا چند مہاجن مجھ کو حکم نہ پہنچا جب میں نے اسد عاکی تو جواب لکھ

کمال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برمان لکھا ہوا اور ایک مجلد اس کا آپ کو بھی بھیجا یا ہے آپ اسکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں ان کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے سبھی بہ محرق قاطع برمان۔ انہوں نے اسکی توہین اور سودہ کی تفسیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے اور ایک طالب علم مسیحی بہ عبد الکیم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر اس نے نجف علی صاحب سے شہر مرتب کیا ہے۔ ایک سیکر دست نے بصرہ زر اسکو چھپوایا ہے۔ ایک نسخہ اس کا آج اسی خط کے ساتھ بیسٹل پاپل رسال کیا ہے اس شہر ایک میلہ ہوتا ہے۔ بھول والوں کا میلہ کہلاتا ہے۔ بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے اور شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں نو تین ہفتہ تک ہیں رہتے ہیں مسلمانوں ہندو دونوں کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں۔ بھائی ضیاء الدین خان اور شہاب الدین خان دیرپے ہوں ان کے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب یوان خانہ میں ایک ہیں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک تیار خدمتگار بھائی صاحب ہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اترے چوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

ایضاً قبلہ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام وح کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بیسٹل دعا ہے گراماں یہ کشف یعنی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳۰ جنوری کئے انکے جواب تم نے ۲۷۔ جنوری کو لکھ کر بھیج دیئے کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جو ان جو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ ۳۰۔ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھیج دیا اور ۳۱۔ کو ڈاک کا ہر کارہ پہر دن چڑھے تھا اخطا لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی خائبہ میں صاحب بار کی جگہ چیف سکریٹری گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں بیچ و تاب باقی رہا۔ کتاب کے

چہ جائے آنکہ مانتقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو و ملاقات سے اُس دن تک حضرت کن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس گاہ کہ مولوی صاحب آپ کے ہنشین و ہدم تھے۔ اور مجھ میں آپ میں پیوند لائے روحانی تحقیق ہے ایچنگ گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا خواستہ مجھ میں اُن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بنیں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اب سنیئے حال منشی حبیب اللہ کامیں نے اُن کو دیکھا ہوتا تو انکھیں مچھوٹیں تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدر آباد سے آیا۔ اُس میں دو غریب خط کامضوں کے میں مختار الملک کے ذکر میں نوکر ہوں۔ آپ کا ملکہ اختیار کرتا ہوں۔ ان دونوں غریبوں کو اصلاح دیجیے۔ اس امر کی فقط وہ بادی نہیں۔ بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر خط نظم و شرفاری اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ میں خدمت بجالاتا ہوں اور وہ صاحب میر حکم اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ عادات و عنایات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں۔ آدم برسر مدعا۔ منشی حبیب اللہ کا کے استعارے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل انکی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام نام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں۔ میں نے معجیل غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے بنیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی۔ اس میں سے تو میں کے معنی مستنبط ہوں تو میں اُن کا مستہن بھی۔ اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا

ایضا قبلہ میرا ایک شعر ہے **خود پیش خود کفیل گز قاری من است** ہر دم پر سرشیل
 ابوس میرسد یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے۔ خراج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو غلط برہان قاطع کے

تھا نہیں ہوا کرتے یوں سنا مجھے باور نہ آیا۔ یہاں تک تے میں مود نہیں ہو سکتا مجھ کو استعجاب پر ہے۔ محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہو کہ میری فحش نواب فحشٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اولیاء کا یہ حال ہے۔ واسے برہان ہم اشفاق کے یہ حکایت شکایت نہیں۔ میں مُنیاداری کے لباس میں نصیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ شیاد و کیا دستبرس کی عمر ہے بے سبالغہ کہتا ہوں۔ ستر نزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے۔ زمرہ خاص میں سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو مخلص صادق الولاد یکھے ایک مولوی سلج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرے منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالیٰ لیکن وہ مرحوم حُسن صورت نہیں رکھتا تھا۔ اور خلوص اخلاص اسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہ خلق۔ حُسن و جمال چشم و کمال مہر و وفا صادق صفا نوراً علی نور۔ میں آدمی نہیں۔ آدم شناس ہوں۔

نگہم نقیب ہمیز نہ نہاں خانہ دل ثر وہ باد اہل را کہ زمیہاں فرستم غایت ہر و محبت جس کے ملکہ کا نکو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوتا تھا ایک کو تو میں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا۔ دُعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اس کا دل غنہ مجھے دکھائیو۔ اس کے سامنے مڑو میاں میں تمھارا عاشق صادق ہوں۔ بھائی ابھی قطبے بند آئے۔ دفع ہدایاں دو مجلد اور پچیس گانے

بنام نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپ کو دیوان کے دینے میں تاہل کیوں ہو۔ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا بغیر اسکے دیکھے آپ کو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے۔ ایک جلد ہزار جلد بن جائے میرا کلام شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ تمھاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم و کھیں تمھارے بھائی کی تعریف کی شرب کی نظر سے گزرو۔ اتنے فوائد کیا تمھو سے ہیں۔ رہا کتاب

جو کچھ لکھا ہے وہی کہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فیض کروں لیکن اگر اجازت
 پائل تو ہی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں توسط چیف سکریٹریہا و سابق گورنمنٹ
 بہادر حال دو مجلد پیش کئے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کیواسطے یہ سوال کہ میری عزت
 بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے۔ اچھا نذر گورنمنٹ میں تو
 مولوی انہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے۔ نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے
 دو نسخے جو ان دنوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے ان میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور گورنمنٹ
 ہوئے رد و قبول۔ نفرین آفرین کچھ بھی نہیں قیاساً جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں
 ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم ذیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں منجوا آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلہ اور
 جائز کے واسطے کہ جو توسط لارڈ الن براسائل نے بھجوا یا ہے خطاب اور خلعت اور نشن کی تجویز ضرور
 ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو توسط گورنمنٹ اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء
 آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں نے پایا۔ فروری پانچ اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ء میں
 فلک نے یہ فتنہ اٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جابجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل
 محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو
 ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جائز کا
 یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہاں یہ تفرقہ اور بے اتفاقی اور یہ دشواری اور مشکل ہو۔ جی میں آتا ہو کہ
 نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لغٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھ کر
 پھر یہ سوچا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دو صورتوں میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہوا خط
 اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونو مثالیکت میں نہیں تو جو اطلب نہیں سکا جواب لکھے اور بہت تاب لکھے
 ایضاً سا دہ لے زرد گئی یا سے خوش ہوں + یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا + پروردگار

جو لکھوں۔ اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرح دعا کہہ دینا۔ اور تم کو بھی تمہاری دعا
دعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دو شنبہ در فروری ۱۲۵۷ ع۔ ۴۔

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تم نے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان
کا کیا حال کر دیا ہے یہ اشعار جو تم نے بھیجی ہیں خدا جانے کس ولد الزمان نے داخل کر دیے ہیں
دیوان تو چھاپے کا ہے تن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں
بالفرض اگر یہ شعر تن میں پائے بھی جاویں تو میں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر
یہ خرافات لکھ دیئے ہیں خلاصہ یہ کہ جس مفید کے شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت
اور وہ ہنقا و نشت پر ولد الحرام اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے کے میاں غلام نجف۔ دوسرے
میرے کہنجی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمہارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمہارا
خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجھ کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا قضا و قدر کے امور میں ممانے کی گنجائش
نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تاکہ سب یک جا بہم آرام سے رہو اپنے
کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات تن میں نہ لکھے۔ اگر لکھ دیئے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا اور حق کے
بدلے لکھو اگر لگا دینا مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے
نقل کیا ہے میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُس کو ایک نظر دیکھ کر پھر تم کو بھیج دوں۔ زیادہ زیادہ۔

آج میرے پاس کٹ ہے ورنہ دام صحاف رکھنا۔ والسلام
ایضاً بھائی تمہارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اُس کا جواب لکھتا ہوں
کہ مبادا تم آزدہ ہو اس واسطے آج یہ رقم تم کو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہیں
لکھوں اُس کے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمہارے ادب و عزم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے
ان شاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھوں گا اُس کا مضمون یہی ہو گا خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط

تلف ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ کتاب کیوں تلف ہوگی۔ اچانا اگر ایسا ہوا اور ولی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں فوراً بسیل ڈاک را پہنچاؤنگا۔ اور نواب فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان نکلا دوں گا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اب ہاں سے لیکر بھجودے۔ وہ نہ کہیں گے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں لیکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب ہمارے بھائی اور ہمارے قریب ہو کر نہیں دیتے تو میں اتنی دُور سے کیوں دوں۔ اگر تم کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھجودے وہ اگر نہ دیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے کس کام کا۔ پہلے تو نام پھر ناقص بعض بعض قصائد اس میں سے اور ان کے نام کر دے گئے ہیں اور اس میں اسی معراج سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا ہے اس میں یہ دونوں قاضی موجود۔ تیسری کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرع غلط یہ کام تمہاری دھوکے بغیر انجام نہ پائیگا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ہاں احتمال نقصان وہ بھی از روئے دست و دھم اس صوت میں میں تلافی کا فیصل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہر حال صنی ہو جاؤ اور مجھ کو لکھو تو میں طالب اطلاع دوں اور طلب اسکی جیٹ بارہ ہو تو کتاب بھجیوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب

بنام مرزا شہاب الدین احمد خاں صاحب

بھائی تمہارا خط حکیم محمد خاں صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خبر و عافیت معلوم ہوئی۔ انصاف کرو کتاب کوئی سی ہو اس کا پتہ کیونکر لگے۔ نوٹ کا مال چوری چوری کہتے گھتیر یوں میں بیکٹا اور اگر سڑک پر بچا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور جیٹ ہو رہو۔

برول نفس اندوہ گیتی بسر آید | گیرید کہ گیتی ہمیکہ بسر آید

آدمی تو اتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو۔ اگر جیتے رہے اور اپنا نصیب تو کہا جائیگا۔ ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات

گھنٹہ بھر بھاڑ کے طائفہ کا ماشہ ہے اب تم کہو استاد میر جان کو کیوں کر بھیج گئے ان کو کہاں پاؤ
 اور علاؤ الدین خاں نے حسبِ حکم تمہارے چچا کے لکھا ہے۔ لوہارو کی سواریاں آئی ہوئی شاید کل یا
 برسوں جائیں اس کی فکر آج کرو۔ امین الدین خاں بچا پہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن نیم۔ ریدد نیم
 یہ غزل علاؤ الدین کو بھیج چکا ہوں۔ تم علاؤ الدین خاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہو کہ
 ہر دم آزرگی غیر سبب راچہ علاج * اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سبب
 یہ کہاں کی بولی ہے۔ از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ * عجاؤا بآلہ امیر خسرو قرآن کو
 کہ بسکون راے فرشت والف ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پُران لکھیں گے۔ یہ دونوں غزلیں
 دو گدھوں کی ہیں۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھ دیا ہو۔ غالب
 ایضاً نو چشم شہاب الدین خاں کو دُعا کے بعد معلوم ہو یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہیں ان کا نام
 حسین علی ہے اور یہ سید ہیں۔ دوا سازی میں یگانہ۔ رکاب داری میں یکتا۔ جان محمد انکھاپ
 لازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا بچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا اور میں نوکر ہے۔ بہر حال
 ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینے لے گا اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ میں میں
 کیا کھاؤنگا۔ یہاں زن و فرزند کو کیا بچاؤں گا۔ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمہارا
 پسند آئے گا تو اضافہ ہو جائے گا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر
 دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جاسکتا۔ سُنو میاں حق بجانب اس
 غریب کے ہو روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کرو گے تو اس امر کی منظوری کا حکم
 آجائے۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہ مجھے شگی دو تا کہ کچھ کھڑا لٹا بناؤں
 اور کچھ گھوڑوں سے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب
 سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ نہیں سکتا۔ اپنی راہ سے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا

دو چار دن نہ پہنچے تو مجھ کو اُسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گانہ نہ کرنا اور ماں صاحبہ تم جو خط لکھتے
تو اُس میں احمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے۔ لازم ہے کہ اُسکی خیر و عافیت اور اُسکی بہن کی خیر و عافیت
لکھنے را کرو۔ یہاں تمھاری بھجی اور تمھارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں۔ والدہ دعا۔ از غالب۔

یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۳۵۸

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں۔ اچھی طرح ہو۔ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا
ہفتے کے دن و تین گھڑی دن چڑھے اجاب کو فرصت کر کے راہی ہوا۔ قصدیہ تھا کہ ملکنو سے
رہوں وہاں قافلے کی گنجائش نہ پائی۔ ہاپور کو روانہ ہوا۔ دونوں بنخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے
چار گھڑے دن سے میں ہاپور کی سرائے میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو
ٹہلے ہوئے پایا۔ گھڑی پھر دن رہے قافلہ آیا۔ میں نے چھٹانک پھر گھی داغ کیا۔ دوشامی
اُس میں ڈال دیئے۔ رات ہو گئی تھی شراب پی لی کباب کھائے۔ لڑکوں نے ارہری کچڑی کھوائی
خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی۔ دن کے واسطے مادہ سالن کھوایا
ترکاری نہ ڈلوائی بار آخر جبکہ دنوں بھائیوں میں موافقت ہے۔ آپس کی صلاح و مشورہ کام کرتے ہیں
اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اتر کر پاڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے دونوں بھائی
مل کر کھاتے ہیں آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجے پانچ کے عمل میں ہاپور
چل دیا۔ سوچ کھلے باوگڈھ کی سرائے پر پہنچا۔ چار بائی بچھائی۔ اسپر بچھونا بچھا کر حقہ پی رہا ہوں
اور یہ خط لکھ رہا ہوں۔ دونوں گھوڑے کو تل آگئے دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں۔ ۶۔
وہ آئے اور کھانا کھالیا اور چلے۔ تم اپنی استانی کے پاس جا کر یہ رقعہ سہ اسر ٹپھ کر
سنا دینا شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا۔ ۷۔

ایضاً میاں وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے۔ اُن کا خط دیکھ لیا۔ خیر ماں علا الدین خاں کا خط

بارہ پھوٹے ہر پھوڑہ پر ایک زخم۔ ایک غار ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پچھائے اور باؤ بھر مرہم درکا
 نو دس جینے بے خوف باہوں اور شب روز قیاب۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ
 لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس لٹھی۔ جاگ اٹھا۔ تڑپا کیا
 پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں سے تین صحتے دن یوں گزرے۔ پھر ضعف
 ہوئے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا نئے سرے روح قالب میں آئی
 اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہوں۔ لیکن ناتوان دست ہوں
 حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کو روپیٹھا اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک
 قد آدم دیوار اٹھے۔ آب کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا۔
 میری خبر نہ لی۔ میری مرگ کے خبر کی تقریر اور مثلہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ
 در صورت مرگ نیم مردہ اور در حالت حیات نیم زندہ ہوں۔

درکشاکش ضعف نگسلہ روان ارتن	ایکے من نے میرم ہم نہ تا تو اینہاست
-----------------------------	-------------------------------------

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میرنشی نقشب گورنر
 غرب و شمال کے پاس بھیج دیجئے گا تو ان کو خوش اور بکرمون کیجئے گا۔ * -
 ایضاً پیر و مرشد حضور کا توفیق خاص اور آپ کا نواز شنامہ۔ یہ دونوں حرز بازو ایک دن
 اور ایک وقت پہنچے۔ توفیق کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازی مزاج مبارک موجب
 تشویش و طال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے
 لیکن تشویش خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا
 حال پھر لکھیں مہرے کی ہندوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی ہی ہندوی کا سا ہے
 یعنی سا ہو کار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے سا ہو کار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ ہیں

اپنے نام کا علانی مولائی کو بھیج دے۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

ایضاً تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ کیلکات اُردو جو تم نے خریدے ہیں ایک ایسے چاہو اپنے چچا کی نذر کر دیا ہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اس وقت ان کے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسال خط مولوی سدید الدین خاں صاحب میرے ہاں آئے اُنہی کے حرف و حکایت میں میں نے شاہیں کی حقیقت پوچھی جو اب دیا کہ ہاں عربی میں ایک بابے کا نام شاہیں ہے۔ صورت اُسکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علانی کو خط لکھو

یہ رقعہ ملفوف کر دو۔ غالب۔ رباعی

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تھے	شاقب حرکت یہ کی ہو بیجا تھے
حاجی کلو کو دے کے بوجہ جواب	غالب کا بکا دیا کیجا تھے

ایضاً

اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں	کلتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضان
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک	سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن

بنام نواب نوار الدولہ سعد الدین خاں صاحب شفق

ہرگز نہ میر و ان کہ دلش زندہ شد بہ عشق	ثبت ست برجیدہ عسالم دوام ما
--	-----------------------------

خداوند نعمت آج دو شنبہ ۱۶ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے۔ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں۔ عطوفت نامہ پہنچا۔ ادھر پڑھا۔ ادھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں۔ کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھیجا دوں گا۔ حال گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا۔ ۱۲-۱۳۔ جیسے صاحب فرارش ہاں اٹھنا دشوار تھا۔ چلتا پھرتا کیسا۔ نہ تپ کھانسی نہ اسہال غالب نہ نقوہ ان سب سے بتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک

دہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب میں کمر خاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگیٹہ بھیجے گا یا یہاں خرید جائے گا اور نقش نگیٹہ کیا ہو گا تاکہ شمار حروف کا مجموعہ معلوم رہے اب جب آپ مجموعہ لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی ان کی طرف سے آپ نے مجموعہ سلام لکھا ہے سو میں بھی انکی خدمت میں بندگی اور جناب نادرسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حد ادب۔ *

ایضاً قبلہ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اس کو ایک اور دو ورق پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمنا سے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل خطا خوشنودی طبع اقدس ہو گئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثنا خواں رہے گویا اس مرخص میں شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرہ اضافی و ہم بطریق کسرہ توصیفی پر درود کا اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدر دان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات الکی نام موقر و معزز جیسے الفریہ خواہ مخواہ مرد آدمی آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ایک مسلم فرومایہ مامور کا رہنے والا۔ فارسی سے نا آشنا محض اور صرف و نحو میں نا تمام انشا خلیفہ و نبات مامور کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا مذہبی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مامور و غنیمت و قیل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہ سخن کے غول میں آدمی کے گمراہ کرنے والے۔ یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے۔

ہرزہ شتاب پے جاہد شناساں بردار	اسے کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت
میرادل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آزر و مند ہوں۔ میرا ایک بھائی مامول کا بیٹا کہ وہ نواب لغتار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور سند نشین حال کا چچا تھا۔ اور وہ ہمیشہ بھی تمہاری بیٹی نے اپنی مانی اور اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا۔	

اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میرے ملک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسپیل ارمیاں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اب میں حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو سزا نہ کر کے کہا کہ دیتا ہوں کہ ڈاک میں آج بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق پیرنگ روانہ کروں گا۔ پیشگاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر محمد علی صاحب کو سلام نیا اور جناب نشینی درجن صاحب کو سلام ایضاً پیر و مرشد۔ اگر میں نے اُس بدگاہ بکاف عربی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید

بود بندہ خستہ گستاخ گوے

درین تنگی پوزش ازین مجوے

اور یہ جواب فرماتے ہیں کہ ان مواقع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکتا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخن نہ کہوں۔ میں جواب اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں۔ ہاں برجان سخن گریہ سخن نہ رسد۔ افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں در نہ آپ جانیں کہ اس بے نیچے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مری ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں جناب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ روز سخن گشتری کا ایک ملک باقی ہے تے تامل اور بے فکر خیال میں آجائے وہ لکھ لوں در نہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا عبد القادر بیدل

ضعف یکہ فراغ سے خواب

جہد ہا در غور توانائی است

مہر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا کھو و اجائے گا۔ مہدی حسن خاں۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں در نہ خط لڑا کوں نے کھو دیا یا د پڑتا ہے کہ لکھ

ایضاً پروم شد۔ شب فتنہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فطرہ دوست گزند پیدا ہو گیا۔ اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بنے گزند جل رہی ہے۔ ابر تک محیط ہے۔ آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسدود و جاہ پر جانشین اور منشی نامہ حسین خاں صاحب آپکا جلیس مشاہدہ کر کے آپکی جناب میں کونش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافرت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں۔ حضرت نے۔ اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے۔ منت پریری میں سیکر شریک غالب میں فی الحان متوسط سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں۔ حضرت آپ غالب کی شرا تیں دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہوا اور اس صل کا کہ جس پر یہ رتب متفرع ہوں نہ کہ نہیں کرتا۔ فقیر کو طرز پسند نہ آئی مطلب صلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھتا تھا کہ آپکا عنایت نامہ در اسکے ساتھ نسبتاً نہ خاندان مجدد علما کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون شاکر ہوئے۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سر کا متفق نہ رہا۔ اپنے اسکو مصاحب بنا رکھا ہی اسے اٹکا داغ جل رہا ہے۔ قبلہ و کعبہ جناب مولانا اقلق میں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر بھر کہتے ہیں۔ آپکی بات سن باب میں کبھی نہ انوں کا جب تک سید صاحب کا خوشنود می نامہ نہ بھجوائے گا۔ اس سارٹیفکٹ کے حصول میں ثبوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام۔ ۴۔

ایضاً پروم شد میں آپکا بندہ فرمانبردار۔ اور آپکا حکم بطیت طر بجا لانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں۔ وہ کتب کہاں بھیجوں۔ آپکے پاس بھیج دوں یا انھیں منشی صاحب کے پاس بھیج دوں اور سیم الدین ظہیر الدین کو منشی۔ میر۔ شیخ۔ خواجہ۔ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی باخ و شمول کا قیدی اور اس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے یا انھیں منشی کو کیا اختیار

میرے باندہ بونڈیل کھنڈانے کا۔ میں نے سب سامان سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا۔
 قصہ یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں
 باندے جا کر ہفتہ بھر رو کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسیل ڈاک دلی چلا آؤں گا
 ناگاہ حضورِ الابرار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر فرزا
 اور نگہاں میرا بھائی مر گیا۔ اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ چہ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی
 استدعا سے تھا مگر نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم صاف کیجیے گا
 میراجی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا۔ ہوا سٹے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا۔
 ایضاً پیر و مرشد۔ کونش۔ مزاج اقدس۔ الحمد للہ تو اچھا ہے حضرت دُعا کرتا ہوں۔ پیوں
 آپ کا خط مع سارٹیفکیٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبداءِ قیاض سے اشرف الوکلا، خطاب ملا مختار، مختار
 ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے۔ ڈاک کا ہر کانہ جو جلی ماڑی کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں میں ایک
 بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلاں ناتھ ٹھہک داس ہے۔ میں بالاحاقہ پر رہتا ہوں جو جلی میں
 اگر اس نے داروغہ کو خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہر کارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ
 مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا اب کالپی سے خطاب کپتانی کا
 حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از ہم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔ اُس
 قلم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب
 شملہ گئے ہسٹے ہیں۔ شاید ماہِ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہِ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں
 اب کوئی تخفیف تصدیق دیتا ہوں۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اٹھائیں جس قدر
 کہ علم انکو اس خاندانِ مجددت نشان کے حال پہ چل ہو گیا ہو کافی ہے۔ مولانا طلق کے نام کی عرضی اُن کو
 پہنچا دیجئے گا اور جنابِ مادرِ حسین خان صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔ *

دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الہی کا پے پر پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ ستر ستر قلم و ہند میں قند و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ خباب میر محمد علی صاحب کو بندگی۔ جانب نشی ناد حیدر خان صاحب کو سلام۔ - -

ایضاً پیر و مرشد۔۔ بچے تھے تین نگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھہ پی رہا تھا کہ آدمی نے اگر خطبہ میں نے کھولا پڑھا۔ بھلے کو انگر کھایا گرنا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان بھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جانا میر انقصان ہوتا۔ سرے سے سنئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہنچا اسکی رسیدائی کئے کئے ہوئے شعر لٹے آئے انکی قباح ت پوچھی گئی۔ قباح بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیئے گئے۔ لو صاحب اشار بھی قصید میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب جب تک نہیں شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ ان کو دیا جواب میں جو کچھ انہوں نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا۔

پرہوں میں شکوہ سے یوں اک سے جیسے بابا | اک ذرا چھڑیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔
سوختا ہوں کہ دونوں خطیرنگ کئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت دن شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ بے ہر پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باخموں کا لشکر اُس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر خاکوں کا اُس میں جان مال ناموس و مکان و کلین و آسمان و زمین و آئینار ہستی۔ سر سر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُس میں ہزار آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہضہ کا۔ اسیں بہت سے پیٹ بھرے مرے پانچواں لشکر تپ کا اُس میں تاج طاقت پائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کچ نہیں کیا۔ میرے مرے دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک دار و غہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی جھتی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش۔

وہ چھڑ دے۔ یہ آپ کی تحریر سے ہمیں معلوم ہوتا کہ اب بھی منحصر ہیں کہ قیدی دیاے شور کو نہ جاوے اور ہیں مجبوس ہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پائے۔ خواہش کیا اور کارپرداز سے کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ پھر جو کچھ لکھوں اُسکو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں اور بعد ازاں اُس خط کے روشناس ہوں۔ میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیجوں اُنکے نزدیک حق بنوں کہ کس امر مہم محبوں میں محکوم لکھا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو یہ مکر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا جانتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ آپ کے نام کاروانہ کرتا ہوں۔ انہیں صرف ایک خط موصول منشی صاحب سے۔ کھلا ہوا اُسکو پڑھ کر میاں امیر الدین کے پاس بھیج دیا جائیگا۔ مگر گوند لگا کر۔ اور اگر منظور نہ ہو تو میری طرف منشی صاحب کے نام کا خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجئے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں۔

الرضا خداوند نعمت۔ شرف افزا نامہ بھینچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب انکی خدمت میں بھیج دیا جاب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب بھجوادیں گے تو جناب میں اس سالک کا جاگیا قصیدہ کو بار بار دیکھا اور غور کی جس طور سے اُنہیں گنجائش صلاح کی نہ پائی۔ یعنی لفظ کی جگہ لفظ مراد بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ بھیل اور بیوقوف نہیں۔ کوئی ترکیب فارسی کسا سے باہر نہیں مگر اُن طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیئے۔ دوسرا قصیدہ اُن میں میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بار ہو۔ بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی ہو۔ پس شرم کم خدائی سے دلربش اور فرط خلعت سے سرد رہش ہو کہ قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں۔ خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں۔ غلہ کی گرانی آفت آسانی امراض و موسی بلاے جانی الزاع و اقوام کے اور ام و شور شلخ۔ چارہ ناسودمند و سی ضائع۔ میں نہیں جانتا کہ اس منشی شہداء کو بہر و ن چڑھے وہ لہج باغی میرٹھی

برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں کر سکتے۔
 قاطع برہان میں برہان کا لفظ ہمیشہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رو کو قطع سمجھ کر قاطع برہان
 نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا ایراد یہ ہے **۵** بالنگلشیان ستیزہ بجا بالنگلش کا نوٹ لفظ میں
 نہیں آتا۔ میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے انگلش اور انگیزہ کا نوٹ باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی
 تو ضرورت شر کے واسطے نفاذ عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اگر انگلش کے نوٹ کو غتہ
 کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپ کے پاس بھیجا ہے اسکو غلط نامہ شاطہ کے بدل لگا کر جلد
 بندھوا لیجئے گا۔ حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا **۵** اس ہم کہ جوابے
 نوٹ جو اب است و سمجھ لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ کلمے گا کہ میں نے نکتہ پوچھا
 اس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کریں گے
 فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو۔ احمد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب میر نیرم
 یعنی خدا جاننے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبر آباد ہوئے تھے۔ کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی
 ہو گئے تھے۔ زبان آدمی اور چالاک اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے ہاں ایک
 آئے تھے پھر وہ خدا جاننے کہاں گئے میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے
 احمد علی شاہ کے عہد میں ان کا خط ناگاہ مجھ کو بسیل ڈاک آیا۔ چونکہ ان دنوں میں دماغ و دست اور فطرت
 برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرع لکھا **۵** از بخت شکر و دام
 از روزگار ہم و آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھر اے پور نوکر ہو گیا دہاں سے دو برس
 بعد کہاں گیا اور کیا کیا۔ اب لکھنویں آیا ہوں فیروزے ملا ہوں۔ بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ
 کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خاں اور بہادر کا خطاب دیا ہے
 مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہیرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے

کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا باد ہے۔ برج کی واسطے پودہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب پارت
 پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ آہا ہا خباب حافظ محمد بخش صاحب میری ہندگی منغل علیجاں عذر ہے
 کچھ دن پہلے مستحق ہو کر مر گئے۔ ہنر جو۔ کیونکہ لکھوں حکیم صنی الدین خان کو قتل عام میں ایک کی
 گولی مار دی اور احمد بن خاں اُن کے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طلحہ یار خاں کے دونوں
 بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے عذر کے سبب جان سکے ہیں ہے۔ بعد فتح دہلی دونوں
 بے گنا ہوں کو پھانسی ملی۔ طلحہ یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مُردہ سے بڑے
 ہوں گے۔ میر جھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میان نظام الدین کا یہ ہے کہ چاچا
 سب اکابر شہر کے بھاگے تھے وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں
 جید آباد میں رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے اُن کی صفائی ہو گئی
 لیکن صرف جان بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کو تو الی چوترا ہے وہ اور خواجہ قاسم کی جو
 جس میں منغل علیجاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کا تھے
 کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی توار پا کر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار
 داخل ہو گیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام کی والدہ کے نام کے ہیں وہ
 یعنی میان نظام الدین کی والدہ کو مل گئی۔ فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گڑھ میں پادریو بھی جائینگے
 ایضاً پیر و مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپ کی خیر و غایت
 مولوی حافظ غزنی الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نواز شہنشاہ پہنچا
 قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ کر کھڑے
 اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دعا عرض مجھ تک پہنچے ہیں ایک توثیق قاطع برہان غلط ہے
 یعنی ترکیب خلف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہے۔ لو صاحب

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط ہے۔ بنائی لوگ۔ کڑی۔ تختہ۔ کیڑاڑ کچھ
بعض مکانات کی جہت کا مصلح سبے گئے۔ اب ان غریبا کو وہ مکان ملے تو ان میں مرتبہ
کا مقدور کہاں۔ فرمائیے مکانات کیوں نہ گریں۔ +۔

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پینچے کا ثرہ پایا۔ اسکا جواب یہی کار پر دار
ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائیگاں نہ جانا۔ چنر روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پینچا
گو یا ساغر التفات کا دوسرا دور پینچا اب ضرور آ پڑا کہ کچھ حال سنادہ دم دار کا لکھوں چنانچہ
جس وقت وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ سبب فقداں اسباب یعنی ہم
رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آ جاتا ہے۔ **سازین**
ستارہ و نبالہ دار می ترسم + یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے۔ **ز خال گوشہ ابروی یار**
مے ترسم + کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیج میرزی میں صاحب کمال نہیں جانتے۔ اور اس
عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں مانتے۔ پیش ملا طیب و پیش طیب ملا پیش
ہیج ہر دو پیش ہر دو ہیج۔ آرائش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم نگار کھا ہے
ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے۔ بہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق
جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں
جس مروج میں یہ نظر آئے اس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں۔ ہر طرح کی چال ڈالتے ہیں تب
ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہان آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور
ان دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہر درجہ و دقیقہ
کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم ہی اب وہ دس بارہ دن
نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں جانتا ہوں

اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی طرح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جائیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس
بھیج دیجئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلا لیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے
اسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اہم یہ ہے۔

امجد علی شاہ آنکہ بہ ذوق دُعا او صدہ نماز صبح وقتا کرد و دعا

مردود تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں۔ تو کلت علی اللہ بھیجا یا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد
ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ بآئین شائستہ پیش کر نیک وعدہ
کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدالدین تھرن سے میری ہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجئے چاندی کا
نگینہ مرع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے
کی نوید۔ پس پھر دو مہینے تک ادھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اٹا پھر آیا۔ دیکھا
یہ توفیق کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک رات کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچا اور
حاضر رہنا سچ۔ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہادری کی جہرم سے بغیر حاصل کر کے
مرشد آباد کو چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلید دی کا سمجھ لو۔
حفاظ کی قدرت معضی سکے ہو کہ جو اس شہر نہا کے اندر پیدا ہوا۔ مردیاعوت بختان۔ مراق ایگی
خلقت و فطرت میں ہو۔ اٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دیر
جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ماں شہر کے باہر اکیں بجلی گری۔ دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے
مکان گرے۔ دس بیس آدمی ذبح کر مرے۔ دو تین شخص کو ٹٹے پر سے گر کر مرے۔ مراقیوں نے
غل بچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر غمہ کو لکھا۔ جا بجا اخبار نویسوں نے ان سے سن کر
خرج اخبار کیا۔ لواب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تریز ہے۔
وہی صفائی جواب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال ٹرنگا

خیر و عافیت پہ غلط لکھئے۔ اُن کو بندگی اور خیاب نشی نادر حسین صاحب کو سلام پہنچے۔
 ایضاً پیر و مرشد معاف کیجئے گا۔ میں نے جتنا کاکچہ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس مزیا
 کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے۔ پُرسش کے بعد بھی کوئی
 بات نہیں سنی۔ مَیں نے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات۔ تین فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔
 مگر ک باری علاوہ ایک بحر و ان کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ
 دلی میں تغیر نہ ہو۔ اور یورپ میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جتنا با افراد پہ رہی ہے اور وہاں نہیں
 کیں کہیں۔ اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں۔ جمعہ الجار ہے۔ حضرت نے خوب و کالت کی۔
 مولانا قلیق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی۔ کہ دو گے کہ گناہ معاف نہ کیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے
 کب مانوں گا یہ دن مجھ پر بڑے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بھینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زہان
 پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے

آتش و دوزخ میں یہ گرمی کہاں | سوز غم ہاے نہانی اور ہے

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ غایت نامہ جس میں حضرت نے فراج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بے چین
 ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ فراج کا مفصل لکھیے۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو او
 زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجئے۔ جناب منشی نادر حسین صاحب کا
 کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میرا مجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان
 دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں۔ کہ تو
 نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنیہ ارسال کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ میرا صاحب نے
 انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب
 سید العلماء نقشب گلیں۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔

کہ یہ صورتیں قہر الہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قرآن الخس بھر کسوف۔ پھر خسوف۔ پھر صورت پر کورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کو جبہ و بازو میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور ظہر و ہند کا بادشاہی محل میں آنا سبایا گیا نواب گورنر جنرل رٹو کینگ بہادر کو ملکہ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہ شمول و ستب نظر انور سے گزرا ہو گا۔ تا نہال دوستی کے بردہ بد حالیا رفیعہ و نجی کا شتم ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجالاؤ۔ خدائے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہر کارہ انوار اللہ کا خط لایا۔ اس کے مے نیم بہ بیدارست یارب یا بخواب و منہ پٹیا ہٹوں اور سر پٹکتا ہوں کہ کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الہی جات جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار اللہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں۔ پھر اُسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جاں کاہ اور جاں گزا ہے پر بموجب تلف المال خلف العمر عمر فرا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہر اُسکو عمر کی قیمت جانے اور ثبات خات و بقا سے عرض و ناموس کو غنیمت جانے۔ اللہ تعالیٰ وزیر عظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عزو شان کو برقرار تاقیامت رکھے۔ میں نے گیارہویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۷ء تک و داد نشر میں عبارت فارسی نا آمیختہ لہجہ لکھی ہے اور وہ ہندہ سطر کے سطر سے چار جزو کی کتاب گروہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستبوا سکنا نام رکھا ہے اور اُس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے شاہدہ کے بیان سے کام کھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرا انوں گا اور اُس کو ہم سختی اور ہزبانی جانو گنا۔ جناب میرا محمد علی صاحب کا جواب کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ اجاب کا دل گھبرایا ہے اب جو خط لکھے تو غلطی

اسد اللہ بیگ غالب

رفت آنکہ با از جن مدارا طلب کنیم | سر رشته در کفاری گوئے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ اے کیا غزل لکھی ہے۔ قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا نین سخن ناشناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرات کروں۔ چہ حاجت ست بمشاطہ زوے زیبارہ؟ ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں۔ اے مطرب جادو فن باز مرہ ہوشم زن * دویم آپڑے ہیں۔ ایک مخم بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ باز مرہ لکھ گئے ہیں۔ اے مطرب جادو فن دیگر مرہ ہوشم زن * اب دیکھئے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں۔ اتنی عنایت فرمائے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ ان کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجئے گا۔ زیادہ حدادب۔ *

ایضاً کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں واہ کیا ہوشمند دی ہے۔ کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب بہ بندگی نہ تسلیم سن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حد خود شناس۔ مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا وجہ ہے۔ پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ماتھ جوڑ کر فراج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ لے گا شکریہ ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو میں قصور کرتا تھا وہ اب معی جہن صبح کو میں نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر وہ حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے

گرمی از آب بروں رفت و حرارت زہوا | محل ہر جہانات بمنزل آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نہ لیا جائے تو کیا کہا کہنا ہے ورنہ بحب و طیبیت ہی نہ کر دے۔ نجبو بھی آج دسوان منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد سہل ہو گا۔ *

اُس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۷۷۸ ہوتے تھے۔ تخریج نئی روش کا میرے خیال میں آیا میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں قطعاً

حسین ابن علی آبروئے علم و عمل	کہ سید العلماء نقش خامش بودے
نامزد و ماندے اگر بود پنج سال در	غم حسین علی سال ماتمش بودے

زیادہ عہد ادب فقط

ایضاً پر مشد خط لکنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب ادب نہیں لکھا خلاہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس جہر اور کون کھود سکے گا۔ اچا میں آپ کا نوار شنام جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھیں سمجھیں اور لیکن باقی طر سال فرمادیں۔ پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجے گا۔ تعجب ہو کہ جناب میرا محمد علی صاحب قلع کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیئے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب شی نادر علی صاحب کو میرا سلام کہہ کر اشتیاق بھیجئے

ایضاً اللہ الشکر کہ پر مشد کا مزاج اقدس بہ خیر و عافیت ہو پہلے نوار شنام کا جواب آیا لکھوہ مشمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز کہنے نہیں پایا کہ کل ایک کمرت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ میں ہوں چنانچہ کل میرا ہل ہو گا۔ اس سبب اس موقع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی یہی لکھتا جا رہا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر قلع شہر سعدت کر جائے اور ارنی بروزن خمچے گنجائش پائے تو لغم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا جلد القادر تبدیل

کہ نیز و این تمنا بجا اب لن ترانی

جو رہی بطور محبت ارنی گو و مگر نہ

نزدیک ہے جو ہاتھ لگائے اور بٹیرا پار ہے

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ

مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

شاہ اسماعیل الحق کو حافظ نظام الدین صاحب خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب ملا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا ملکا کہا کہ کل مسجد ملگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں

از خون دل نوشتہ نزدیک و ست نامہ

انی رایت دھرائی ہجر الکیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہنے کا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجئے گا۔ جناب منشی ناد حسیں صاحب میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلا سے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو۔ مورخہ ۱۰۷۱ سے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میرا مجد علی صاحب کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلع میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال کہئے۔ خواجہ سہیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سنئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ کے خط کے حامل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں ترصد ہوں کہ اس بچے کا جواب جلد پاؤں

بتام میر فضل علی عرف میرن صاحب

سلامت و اقبال نشان میر فضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ او پھر تمہاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل رکھا فرمایا۔ کل تک نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کرتا بناتے ہوا وہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہاں آ جاؤ تب اس تحریر کا خزاؤ۔ میر محمدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد - آداب - مزاج مقدس - میراجو حال آپ نے پوچھا اس پر سنش کا شکر بجا لاتا ہوں
 اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے - ایک فصد بائیں - منہج چار پہل
 کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا - پانی برف آب ہو گیا ہے کابل
 کشمیر کا میوہ پکنے لگا ہو - یضف ضف فتمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں
 غزلوں کو پرسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں - خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں کی
 حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجئے اور میری داد دینے کی داد دیجئے - مولانا قلی
 متقدین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کماں کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ
 مولانا شفق اور مولانا شمس اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان
 پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو محکوم ایمان نصیب ہو - یہ جو آپ نے کلام کے
 حکم و اصلاح کیواسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں - کوئی بات بجا ہو
 کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں - زیادہ حد آداب - ❖

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں - ہونفسانی میں اصدا کا حج ہونا محالات عادیہ میں سے ہو
 کیونکہ ہر سکے ایک وقت خاص میں ایک مرخص موجب اشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی
 یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا - سبحان اللہ
 اکثر امور میں تم کو ہم طالع پاتا ہوں - غزنیوں کی تم کشی اور شتہ واردوں سے ناخوشی میرا مقوم تو
 سر اسر قلم و ہند میں نہیں - سمرقند میں دو چار - یادشت خنقاہ میں سو دو سو ہوں گے مگر ہاں
 اقربا سے بھی ہیں - سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں سیر ہوں کٹھن برس تنم ٹھہری ہیں

گر وہم شمع مہم باغ و غریزاں غالب	رسم امید ہانا ز جہاں بر خیزد
نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں - اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں - محل	

تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱۔ جولائی ۱۸۶۲ء - ۴۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خان حبیب سالک

واللہ الرحمن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہو۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جب فرہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھنی دینا نہ دین۔ مگر تم حتیٰ التوہم مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع احسہ سیرا گو اپنے نصب العین کو در طریقت ہرچہ پیش سالک یدر خیر دوست کہ گھر میں تمھارے سبب طح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا خورشید اور جمعہ کو داستان کے وقت آ جاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی ہندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کو فرش عرض کرتا ہے۔ اور ون کو یہ پاچہ حاصل نہیں کہ وہ کو فرش بھی بجا لائیں خط بھیجتے رہا کرو۔ والدہ عا پنی مرگ کا طالب غالب صبح دہشتہ ۱۶ صفر و ۱۷ جولائی سال ۱۲۸۱ھ ایضاً میر علی کن اداہم میں گرفتار ہے۔ جہاں باکے پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تھکوا خدا جیتا رکھے۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت و قوعی ہے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ برج و دولت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایکٹا رجوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ راج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو قرضداروں کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مر اٹرا لحد مر اٹرا کافر مر۔ ہمنے ازراہ تعلیم جیسا بادشاہوں بعد ان کے جنت آرا مگاد و عرش نشین خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے شگہ ظم و سخن جانتا تھا۔ بستر مقرر اور ماویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئے نغم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار جو کہ قار ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اسی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب کے

وہ تیر تمھاری نسبت میر و کیکر بہت تھا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم
 بھائی تمھارے سالے صاحب غور کے پتلے ہیں اکیلا رہیں نے اُن کو بلایا انھوں نے کرم نہ فرمایا۔
 تم ہیج کہتے ہو یہ لوگ اور ہی اب گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نہ بنے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہ
 بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں سچ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سر فراز
 صاحب کو میری دُعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے
 سینکڑوں ایسے مفقود و النجر ہوئے کہ اُن کی مرگ و نیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
 کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دُعا۔ شنبہ
 ۹ نومبر ۱۳۵۷ء۔ مین الظہر والعصر۔ حوالہ میر مہدی طس سال عمر۔ +

ایضاً بخوار کا مگرا میر فضل علی عرف میرن صاحب طال عمر۔ بعد دُعا کے وضع راحی ست و انیس
 آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلائے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
 لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
 نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہو۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظریں پھر رہی ہیں
 وہ میر سر فراز حسین کا شرم اگر انھیں پہنچی کرنی اور مسکرا نا خدا کبھی مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر
 نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر شہر علی کو میری دُعا کہنا اور میر مہدی کو بھی
 کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر سنگانی مٹی سواڑ کی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
 یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی منظر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نا
 پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ۔ ششم جولائی ۱۳۵۷ء۔ غالب۔ +

ایضاً میری جان تمھارا قہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سر فراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں
 بہر حال میر مہدی کو دُعا کہنا اور میر سر فراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے نہیں لکھو خدا کو سونپنا

نزدیک ہے خود ہاتھ لگائے اور پیرا پار ہے ۵

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ

مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیج دوں گا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں ۵

از خون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ

انی رأیت دھرائی ہجر القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیئے گا اور یہ خط انکو پڑھوا دیجیئے گا۔ جناب منشی ناو حسین صاحب میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلا سے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے عہدِ روضہ مورثم ہمارے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ اہل حضرت بہت دن سے جناب میرا محمد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیئے۔ خواجہ سہیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سینئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ کے خط کے حامل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں ترصہ ہوں کہ اس بچے خط کا جواب جلد پاؤں

بنام میر فضل علی عرف میرن صاحب

سماوت و اقبال نشان میر فضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ لو پھر تمہاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل رکتھا مزا پایا۔ کل تمکاس نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کرتا بنا تے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہاں آ جاؤ تب اس تحریر کا فرماؤ۔ میر محمدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس۔ میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پر سن کا شکنجہ بجاتا ہوں
 اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے دم خریدہ اچھی طرح ہے۔ ایک فصد بائیں منہ جچا رہا ہے
 کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا۔ پانی برف آب ہو گیا ہے کابل
 کشمیر کا میوہ پکنے لگا ہوا۔ یضف ضعیف قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں
 غولوں کو پرپوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان کو
 حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجئے اور میری داد دینے کی داد دیجیئے۔ مولانا قاسم
 متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ
 مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو اسکا
 پرلے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے
 حکم و اصلاح کی واسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بجا ہو
 کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں۔ زیادہ حد آداب۔ ❖

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ ہونفسانی میں اصداؤ کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہو
 کیونکہ ہر سکے ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی
 یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غلگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ
 اکثر امور میں تکرہم طالع پاتا ہوں۔ غزنیوں کی تم کشی اور رشتہ واردوں سے ناخوشی میرا ہتھوڑا
 سراسر قلم و ہنڈ میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار۔ یادداشت خفیا ق میں سو دوسو ہوں گے مگر
 اقربا سے سبھی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں سیر ہوں کشتہ بہن تنم ٹھائی میں

گر وہم شمع مستم ہا غزیاں غائب	رسم مید ہا ناز جہاں بر خیزد
نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد سے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں۔ ساحل	

تم مجھے کس کو سوئپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱ جولائی ۱۸۶۲ء - ۴۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خان جہاں سالک

واللہ الرحمن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ وہ غنیمت ہی۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جبکہ فرہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھنی دینا نہ دین۔ مگر تم حتیٰ الہم مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع اسیر میرا کو اپنے نصب العین رکھو۔ درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر دوست۔ گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا خٹہ بنہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی زندگی کہتے ہیں۔ کھو دار و غنہ کو فرش عرض کرتا ہے۔ اور ون کو یہ پاپہ اصل نہیں کہ وہ کو فرش بھی بچا لائیں خط بھیجتے رہا کرو۔ والدہ عاظمیٰ مرزا کا طالب غالب صبح شنبہ ۶ صفر و ۱۱ جولائی سال ۱۲۸۱ ایضاً میری جان کن اوام میں گرفتار ہے۔ جہاں باکے پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تھکوا خدا جیتا رکھے۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ ربخ دولت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو فرزند اوس کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرزا بڑا الحمد مرزا بڑا کافر مرزا۔ ہننے ازاں قنطیرم جیسا بادشاہوں بعد ان کے جنت آرام گاہ و عرش نشین خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے شاہ قلم و سخن جانتا تھا۔ بسر مقرر اورادیہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئے بخم الدولہ بہادر ایک فرزند راگربان میں ہاتھ ایک فرزند راگربان کہ فارہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اسی حضرت ذوالجہا۔ ذوال صاحب

وہ تجر تمھاری نسبت میر دیکھ کر بہت خفا ہوئے چنانچہ آپ جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم
 بھائی تمھارے سالے صاحب غور کے پتلے ہیں الیکارین نے اُن کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔
 تم ہیج کہتے ہو یہ لوگ وہی آپ گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی بننے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہ
 بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں بخ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سر فراز حسین
 صاحب کو میری دُعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے
 سینکڑوں ایسے مفقود و اخیر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زلیت کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
 کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دُعا۔ دو شنبہ
 ۹ نومبر ۱۳۵۷ء۔ عین الظہر والعصر۔ حوالہ میر مہدی طس سال عمر۔ ۴

ایضاً بروز دار کا مگار میر فضل علی عرف میرن صاحب طال عمر۔ بعد دُعا کے وضع راجی سدا و انتہا
 آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلالے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
 لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
 نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہو۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظریں پھر رہا
 وہ میر سر فراز حسین کا شہرہ اگر انھیں پہنچی کرنی اور مسکرا کر خدا کبھی مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر
 نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر شہر علی کو میری دُعا کہنا اور میر مہدی چھین
 کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر نگاری تھی سواڑ کی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
 یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی منظر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے اُن سے نام
 پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ۔ ششم جولائی ۱۳۵۷ء۔ غالب۔ ۴

ایضاً میری جان تمھارا قہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سر فراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں
 بہر حال میر مہدی کو دُعا کہنا اور میر سر فراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے نہیں لکھو خدا کو سونپا

علی نقی خاں وزیر شاہ او دھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور محکومانِ قاصد کے جواب کا منتظر تھا آج دو شنبہ
۴ نومبر کی ہو۔ آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہوئی تو دن راہ دیکھوں گا۔ مئیوں دن اگر تمہارا خط نہ آیا
تو میں تمہارا رضی بن جاؤں گا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوئی تھی۔ ہر تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں
اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ راپور کے سفر میں تاب طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب
اسباب لٹ گیا۔ اگر تمہارے خط کا جواب لکھوں تو محلِ ترجمہ نہ مقام شکایت۔ سو میرے
خط کے نہ پہنچنے سے ٹکوتشویش کیوں ہو جب تک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ نا تو ان میںجاں ہوں
جب مر جاؤں گا تو میرے مرنے کی خبر سن لو گی پس جب تک میرے مرنے کی خبر نہ سُنو جاؤ کہ غالب جیسا کہ
خستہ و شرد بخود درد مندیہ سطرین کھ کر سوقت تمہارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفرد و
ہو بفرض محال اگر مگر میں ہیں تو عنایت انکو ورنہ محمد مرزا کو دے آریگا بیع الثانی جبکہ دن صبح کا وقت ہے

بنام مرزا باقر علی خاں صاحبِ کامل

اقبالِ شانِ مرزا باقر علی خاں کو غالبِ نیجاں کی دُعا پہنچے۔ تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی دُستی
آگے سن چکا تھا۔ اب تمہارے کھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ
ہمارا حق نے تم سے کہا ہو تمہاری ترقی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کو نہ
بھیجنے گا۔ بھائی اب میری انگلیاں بکھی ہو گئی ہیں اور بصارت میں بھی ضعف آگیا ہو دو سطر میں
لکھ سکتا۔ اطرافِ جانب کے خطوط آئے ہوئے دھڑے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے میں
اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پیروں کا تمہارا خط آیا ہوا دھڑا تھا اب اس وقت مرزا یوسف علی خاں آئے
میں اُن سے خط لکھوا دیا۔ تمہاری ادبی اچھی طرح۔ تمہاری اچھی طرح ہو تمہارے گھر میں سبطِ خیر عافیت
تمہاری لڑکی اچھی طرح ہے۔ کبھی روز کبھی دو سرے میرے پاس آجاتی ہے۔ *

اور خان صاحب آپ جوتی اور اناویا بی بی ہیں۔ یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو گسو کچھ بولو۔ بولے کیا بے حیا بے عزت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا سیوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لیئے جاتا ہے یہ بھی تو سوچنا ہوتا کہاں سے دوں گا۔ *

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خان صاحب رضواں

فرزند ولید شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا نہوں تو دُعا اور آرزو وہ ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی۔ از آمدن کعبہ شپانی شدہ باشی۔ * قربان علی بیگ خاں کو دُعا کہنا مرزا افضل حسین خاں کو دُعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۲۴ نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب دُورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤں گا۔ اگر چار روز یہاں رہیں گے پھر غایٹ گا۔ بریلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جائبیں گے تو صاحب کشر بریلی کا انتظار فرمائیں گے وہ پتھم و سبتر تک جائیں گے۔ تین دن جشن ہے گا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب خشت ہو گا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہیں اُن کو دُعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پر چھنا پھر سالک کو پڑھانا۔ پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خان کو دکھانا۔ پھر مرزا افضل حسین خاں کے پاس لے جانا۔ اس مقصد کے ساتھ کی شر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اُسکی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے تیس روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی حکم جی کو بھیج دی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھو ابھیجو اور سب جلدوں کے شیرازے بندہ جائیں اور موٹا کاغذ دو وزن طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیج دینا یا روپیہ فوراً بھیج دوں گا یا اگر دوں گا۔ گورنر کا حال لکھو۔ کون کون حاضر ہوا کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ میر کے دُعا صاحب سے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو۔ ناٹھائی ٹونک سیدراج محمد کا بھی حال ضرور لکھنا

یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو حکم کو اختیار کر رہا ہے اور جو میری دسترس ہے اسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشا اللہ
 اوائل آئندہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی جی ل
 تمہارا قرضخواہ آیا تھا۔ تمہارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ کہہ کر اسکو اس پر لایا ہوں کہ سود و سود پر سود نہ لگو
 بھیج دے۔ بیوں کی طرح تقریر کو سمجھائی ہے کہ لا لاجس و رخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اسکو
 پانی دیتے ہیں حسین مرزا تمہارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو ناز پیدا ہو۔ بجائی کچھ تو نرم ہوا ہے۔
 تمہارے مکان کا پتہ لکھو اگر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے راجی داس سے صلح کر کے
 جو بات ٹھہر گئی آپ سے آکر ہو گئی۔ اگر وہ روپیہ سی بھیج دے تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اسکا
 جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسدا اللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنے والا ہے
 بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے۔ میں نے خط ان کو
 خط نہیں دکھایا۔ مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں انہوں نے کہا میرا سلام
 لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دُعا سلام کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو بھیج دے
 معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس کے نام کا تمہارا قرضہ انکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر
 ایضاً ذابجا حلیج تیسرا دن ہو کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد قلی خاں آئے۔ ہم میں انہیں باہم گفتگو
 ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد میں کچھ بیاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ دسمبر کو میرٹھ
 ختام ہو گا۔ دوبارہ ہیں ہو گا۔ راولی کا آنا۔ منہ جیہ ہو۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے جو جیہ
 بسیل ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے جو سکنڈ آئیں گے ۱۳ دن بیاں رہیں گے آج ہار دسمبر کی ہے
 جو کچھ واقع ہو گا وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی خبر بعد اس کے عمل میں ملے گی
 خاطر عاظر جمع ہے۔ تمہارا دوست بھی حسب الحکم کشتربانسی حصار کل بابرسوں میرٹھ کو جائے گا اور

ایضاً نو چشم و راحت جان مرزا باقر علیخان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط جو میر خط کی جواب تھا وہ مجھ کو پہنچا اسیں کوئی بات جواب طلب تھی۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ میر کے بیٹے اگلے مہینے میں سجدہ میں کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا افضل حسین خان کی معرفت لور کو بھیجوائی تھی سو اب کے ہفتے میں حضور پر نور ہمارا دربارہا در کا خط انہیں کی معرفت مجھ کو آیا حضور نے ازراہ بندہ پروری قدر افزائی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط میں فقرے بہت غایت اور التفات کے بھرے ہوئے ہیں۔ تم تو وہیں ہو تم کو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجھ کو کیوں نہیں اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میر ابھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالب نجبان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا تم نے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا فقط لور کا نام لکھ کر چھڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا۔ بارے ایشا الدین کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تم کو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہو اور تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیج دی۔

مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۲۸۷ ع۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محفل خاں صاحب بہتر منصرف ہیں۔ دو ولی کی تعطیل ہو چکی ہے۔ نونہ راسے کی بی بی مرگئی ہو وہ غمزہ ہو رہا ہو مگر خیر کام کر گیا۔ کاشی تھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکید کی اسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہو کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں یہ امس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمہیں یوں لکھا ہے مطلب اپنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں

ہمیشہ کی درخواست کیونکر گزرے جب ہ خود آئیں اور درخواست میں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس
تمام شہرستان ویران میں سے ایک جلی ملے گی اور ان کو یہاں رہنا ہوگا کیونکر اس پرانہ میں تنہا بیٹگی
سہم کر دم بخل جائیگا۔ مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں سکھائیں گی کہاں سے۔ بہر حال یہ خیالات خام اور جملے
نامم میں ہاں نقل لینی اور مراغہ نکڑا اور نقل حکم لینی اور پھر مراغہ کرنا پھر اس حکم کی نقل لینی یہ موسیٰ کے
ہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں محکم بے پروا۔ مختار کار عظیم الفرصت۔ میں پاشکستہ۔ محمد علی خاں کبھی
کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ حکیم حسن اللہ خاں کے مکانات شہر انکول گئے اور یہ
ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو۔ اپنے گھر میں بیٹھ رہو۔ نواب جانعلی خاں کے مکانات
ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع ممتنعہ کے رہتے ہیں۔ باہر جانیکا حکم انکول
بھی نہیں۔ مرزا الہی بخش کو حکم کہ اپنی بندر جانے کا ہو۔ انہوں نے زمین پکڑی ہو۔ سلطان جی میں
رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اٹھ جائے یا یہ خود اٹھ جائیں۔ ❖

ایضاً نواب صاحب پرسوں صبح کو مختار خط پڑھا۔ بہرون چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ
کی فیصل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ پاہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزار ی بلخ تک
ہے۔ پچھلے ۲۹ دسمبر شہر آئے۔ اب غالب کے مصیبت کی داستان سنئے۔ پرسوں مختار خط پڑھا
لشکر کو گیا۔ میرٹھی سے ملا۔ ان کے خیمہ میں ٹھیکر صاحب سکڑ بہادر کو اطلاع کر دئی۔ چہرہ ہی کے ساتھ
کلو بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا۔
خبر کر دئی۔ حکم ہوا کہ عذر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تو اب ہنسنے ملنا کیوں مانگتے ہو
عالم نظر میں تیرہ تو مار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نو میدی جاوید ہے نہ دبار نہ خلعت نہ نشن اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُونَ بقیہ خبر لشکر ہے کہ راجہ بھرت پور رات لیکر پٹیا لگیا تھا اور اس سب سے اگر وہ میں لاؤں
سے نہیں ملتا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اس کی عارضت ہے۔ شنبہ

ادھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئے گا۔ میرا دربار و خلعت دریا برد ہو گیا۔ نہ پیش کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ سزا انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کے دُعا پہنچے۔ برسوں گلو جو مالے آیا۔ کل دونوں طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کار پر دازوں نے اُنٹا پھیر دیا اور کہا کہ پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا کہا بارہ پروونٹ لے لیا۔ بیٹھا رہا۔ رات کو نو بجے اُس کے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تھو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب میں میں مایوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر کھ بھینجا۔ مثنوی بادِ مخالف کی تمھاری تحریر سے معلوم ہو خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلی نہ ملک پیر الال ڈکی کو محاذی کچھ تائب کر لے گئے بکاتی یکم کا کوچہ التوا میں ہے اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں۔ اہل قلم بچاتے ہیں بابا بن کار ویکھے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء ایضاً جناب عالی۔ کل آپ کا خط لکھا ہوا شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ کطف کیہ کل ہی شنبہ کا دن کی تھی۔ آج بُدھ کا ۹ نومبر کی صبح کی وقت میں تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخودار یوسف مرزا خان کا خط لکھا ہوا ۱۲ نومبر کا پہنچا۔ اب میں دونوں خطوں کا جواب دہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں ۱۲ مرزا آغا جانی صاحب جتنی طرح ہیں ان کو تپ گئی تھی اب تپِ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی تاہم سراسر پہلو تپتی کرتا ہے۔ لوندہ کو تائید کرتے ہیں ابھل رہا پنجاب احاطہ کے ہیٹ حاکم فراہم ہیں۔ پون ٹوٹی کے باب میں کونسل جونی۔ برسوں، ۱۲ نومبر سے جاری ہو گئی۔ سالگ نام نہ لہجی۔ جھنامل ہمیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق انانی پُرس ہوا غلہ اور ایلے کو سوا لوی جنس ایسی ہیں کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا ازدحام ہے آگے حکم تھا کہ مالکان مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں برسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی ہیں کہیں کھ نہ سمجھنا کہ تم یا میں یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے اور ہمیشہ سے کرایہ کے مکان میں رہتے تھے وہ بھی آ رہے ہیں مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو

انشاء اللہ العلیٰ العظیم۔ یوسف مرزا خاں کو دُعا پہنچے۔ حالِ حیدر و محسن کا معلوم ہوا۔ قبلہ و عقبہ ذکر ہے میں آپ کا
 اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہوں ان کو منظور ہے کہ دُعا کا عطیہ جہاں پاؤں اور ثنا کا صلہ جہاں پاؤں
 کار ساز یا فکر کار یا نہ لیکن میری جان انصاف تو کر۔ ان سلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ
 ہے۔ زندگی میری کب تک سات چینیہ یہ اور بارہ چینیہ سال آئندہ کے۔ اسی چینیہ میں اپنے آقا کے
 پاس چاہنچھا ہوں۔ وہاں روٹی کی فکر نہ پانی کی پاس نہ جھڑے کی شدت۔ نہ گرمی کی حدت۔ نہ کم
 خوف نہ مخیر کا خطر۔ نہ مکان کا گریہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت کھنی کھاؤں نہ روٹی کھاؤں
 عالم نور اور سرسُور سے یارب بین آرزو سے من چہ خوش است تو بدیں آرزو مرا برسان
 بندہ علی ابن ابی طالب۔ آرزو مند مرگ۔ غالب۔ روز شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۳۵۹ھ

بتام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہو فرما یوسف مرزا کو بلاؤ۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط لکھو بھیجا ہے مگر تمھارے
 ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ اب میں تو افضل حسین خاں اپنے ماموں مؤید الدین خاں پاس میرٹھ
 ہے۔ شاید وہ آئی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد ان کے غلام علی خاں اکبر آباد میں ہیں کتب دار
 کرتے ہیں۔ لڑکے پڑھاتے ہیں۔ روٹی کھاتے ہیں۔ تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کلکتہ
 تمھارے ماموں محمد قلی خاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس آگئے۔ اس خبر کو اس خبر کے
 ساتھ منافات نہیں ہے۔ اودھ سے آپ بنارس کو چلے ہوں۔ اودھ سے بیگمات کو وہاں بلا ہو مگر
 میری جان ہم کو کیا عالم ہیں مرگ ماچہ دریا چہ سرباب

ایضاً۔ او صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی
 انیسویں اپریل کی صبح کو بھائی فضلہ کو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں۔ اور مہینے اختلام الدولہ خطاب
 ہے تین ہاؤ کچھیں اور ایک ٹیس کا لوٹا اور دوست کی رسیاں لیکر بھٹیاری کے ٹو پر سوار ہو کر لوٹ

شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہوں گے میں خط لکھ رہا ہوں تو میں چل ہی میں شاید راجہ صاحب کی ملاقات
 ایسوقت ہوئی۔ کل شنبہ ہے۔ پرسوں دو شنبہ کو یا شنبہ کو لاڈ صاحب کو کچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاویک
 جائیں گے۔ کل صبح کو متحدہ قلعی خاں آئے ایک عرضی انگریزی ان کے ہاتھ میں۔ کہنے لگو یہ عرضی طالب علی
 فیلبان نے مجھ کو پھیری ہو اور کہا ہے کہ اسکے گزرا نے کاموہ نہیں۔ میں سوقت سوار ہوا چاہتا تھا۔
 بھاری ماسنگر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا اوپر کھایا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخان الوری میں مستحق ہو
 مر گئے۔ خدا ان کو بخشے اور مجھ کو بھی یہ دن نصیب کرے۔ کشتہ صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں
 اور نہ کسی انگریزی خان سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا سمجھ رہا ہے کہ ایک محکمہ بورعہ و نفعہ
 رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ کہ جو رعیت کا مال کا لوٹ لیا ہو اسکا سا جو بجا ہے کہ
 ہو بیٹھو زار و کچے ہانگو و کونستور پیہ میں گے اور جو گوروں کے وقت کی غارتگری ہو وہ بدر اور
 محل ہے اسکا معاوضہ ہوگا۔ شاید یہی کشتہ ہوں سکانات کے حامل علی خاں کا کر کیوں کہتے ہو وہ تو بت
 سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی۔ محل سر اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب
 چھانکے رہتا رہتا سرکار میں گرا دی گئیں۔ سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر نہ سمجھو حامل
 خان کے مکان کا علمہ بکا ہو۔ سرکار نے اپنا ملوکہ و مقبوضہ ایک مکان دیا جب بادشاہ اودھ کی اہلاک کا
 وہ حال ہو تو رعیت کی اہلاک کو کون پوچھتا ہے۔ تم اب تک سمجھ نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہیں اور نہ سمجھتے
 کیسا نونہ راسے کیسی نقل حکم کیسا رافضہ جو احکام کہ دلی میں صادر ہو میں احکام قضا و قدر میں انکار فہ
 کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و چشم رکھتے تھے نہ اہلاک رکھتے تھے نہ پیش
 تھے۔ رامپور زندگی میں میرا سکون اور بعد مرگ میرا دفن ہو گیا جب تم کہتے ہو کہ تم وہاں جاؤ تو مجھ کو ہنسی آتی
 ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ملاں نے جب اللہ جہت میں دیکھوں جو بدیر و شقہ کے باج میں تم نے کی ہو وہ بہت
 مناسب بشرط پیش ہونیکے اور ولایت پہنچنے کے تباد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیلانہ سری میں سر پیش

ایضاً۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہوا کہ تمہارا خط کل مکمل کو پہنچا۔ آج بدھ، اس سوال اور روشنی
ہے اس کے جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم ماس بڈنی صاحبہ میری ملاقات نہیں ہے ہاں اگر حسب سبب
سوان کے نام کا خط لکھا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھ کر بند کر کران کو دو اور ان سے ملو اور جو کچھ وہ کہیں
لکھو۔ احتلام الدولہ بھائی فضلہ میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگر وہ کس ہتھیار کا
نام اور سکندر شاہ کون سے درخت کا پھل ہے میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے
مصطفیٰ خاں کو دے آئے ڈاک میں اسکی رسید آگئی۔ نیربان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جسوقت
تمہارا خط آیا اسوقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا تھا
یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی فضلہ کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلہ سے یہ کہہ دیا کہ اتفاقاً اسے
منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخواست کی عرضی بیٹھانہ بلکہ مستر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا
منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوا دیں گے۔ غالب۔

ایضاً یوسف مرزا کو نہر تکجو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا۔ اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کر
مگر صبر یہ ایک شیوہ فرسودہ اپنا سے روزگار کا ہو۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتی
ہیں کہ صبر کرو۔ مائے ایک کا کلیا کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ ترپ۔ بھلا کیونکر نہ
ترپے گا۔ صلاح اس میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرنا پھر
پھر باپ مرنا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سرو پا کسکو کہتے ہیں تو میں کہوں گا۔ یوسف مرزا کو
تمہاری وادی لکھتی ہیں کہ رانی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جو نمرود ایک بار دو
قدوں سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی۔ نہ قید فرنگ۔ اہ صاحب وہ لکھتے ہیں کہ نیشن کا روپیہ
مل گیا تھا وہ تجیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے کہ مجرم ہو کر ہا برس کو مقدمہ ہوا ہو اس کا
نیشن کیونکر ملے گا۔ اور کس کی درخواست سے ملے گا۔ رسید کس سے لی جائیگی مصطفیٰ خاں کی

روانہ ہوئے۔ پہرہ بڑے ڈاک کاہرکارہ تمھارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ محکمہ لاہور میں میرے کاظم علی
 یہاں تک کچھ چکا تھا کہ تمھارے سون صاحب سجاد مرزا شریف لائے۔ تمھارا خط آنکھ دیکھو یا وہ اسکو چھوڑ
 میں اب میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے
 تعزیت کو ناکہ حیر جانی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعوں میں ایک قطعہ ہا۔ دوسرے قطعوں
 کی جگہ ہر رخ خوش خرام بنادیا ہے۔ قطعہ اچھا ہے بشرط آنکھ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنے زوجہ کو اس
 گوارا کرے۔ خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے والی راہ پور کو اس نشن کے اجرائیں کچھ دخل نہیں یہ کام
 خدا ساز ہے۔ بہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام تا ظہی نے تمھارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں
 مستودہ عرضی کا میرے پاس آگیا۔ میں نکو دکھاؤنگا خیر تم نے جو لکھا ہو گا وہ مناسب ہو گا خدا را اس
 اور کام بن جائے۔ الکنڈریدلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیکوخت اور سعادت مند ہیں
 میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سپارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے دریافت کر لو۔ ہا
 دو مقدموں میں میں نے ان کو دو خط لکھے مگر انھوں نے ایک کا بھی انہیں لکھا۔ اور ان مقدموں میں
 کوشش بھی نہیں کی۔ اب اس کو سمجھ کر جو کچھ لکھا اسکے موافق عمل میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب و سجاد مرزا اپنے
 گھر گئے وہ نکو دکھاؤ عا و سجاد بندگی کہہ گیا ہے۔ اپنے لئے میں جلدی نہ کرو۔ ماں کی رضا جوئی کو سب سے
 مقدم جانو۔ میں ابھی رام پور نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرط حیات جاؤں گا یعنی او آخر اکتوبر یا اوائل
 میں قصد ہے۔ یقین ہو کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمھارے پاس پہنچے۔ ان کے
 نام کا حکمنامہ صیاط سے اپنے پاس رہے دینا۔ خبردار جانا نہ رہے جب پہنچیں تب ان کو حوالہ
 کرنا۔ صاحب خمس ننڈریہ یہ باتیں غیرت کی ہیں۔ جس طرح اپنے اور بچوں کو دو لگا مظفر میرزا اور نکو
 بھی اسی طرح بچوں کا۔ ہمیشہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ کشیدہ وقت بخیر
 ہفتم رمضان ۱۲۹۰ ربیع الثانی - غالب -

اپیل جانتا ہے۔ کیا ہوتا ہے جو ہونا تھا سوہلیا انا للہ انا الیکہ جی۔ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال
 اپنا تو مختل کچھ چکا ہوں۔ وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے۔ درنہ خیر سچل
 خوف و خطر نہیں ہے۔ حکام صدیقی باتوں پر نظر نہ کریں گے میں نے سکہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی
 جان اور حرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ مظلومہ اشتہار
 بھی اسکو نہ مٹا سکے۔ سبحان اللہ گو لہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور بنگ گھر اور دیگر زمین کا
 ٹوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں۔ ماں صاحب گو کہ باہوئی ہو گیا
 ہے اور شاعر کا سالابھی جانب دار نہیں۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر تقی حسین
 کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤں گا۔ میں تو صبح کو یہ خط
 روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لاویں گے اسکو جدا گانہ لفافہ میں روانہ کر دوں گا۔ مظفر مرزا
 دیکھیے کب تک دوسے اور مجھ سے کیوں کر ملے۔ ایک لطیفہ پر سوں کا سنو۔ حافظ مٹوں بے گناہ ثابت
 ہو چکے۔ رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں۔ قبض و تصرف
 اہمکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر۔ پرسوں وہ حاضر ہیں۔ مثل پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا
 حافظ محمد بخش کون عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ مٹوں کون۔ عرض کیا کہ میں۔ اصل نام
 میر محمد بخش ہے۔ مٹوں مٹوں مشہور ہوں۔ فرمایا یہ کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ مٹوں
 بھی تم۔ سارا جہان بھی تم۔ جو دنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کسکو دیں۔ مثل داخل فقر ہوئی۔
 میاں مٹوں اپنے گھر چلے آئے۔ ماں صاحب خواجہ بخش دزدی کل تپہ ہر کو میرے پاس آیا نہیں
 جانا ایک ٹہنی کو ٹٹے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی نکھ بھجنا۔ میرن صاحب
 کل پانی پت کو جایا جاتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی اور سے آئے ہوئے سلطان جی میں
 میں اترے ہوئے ہیں۔ دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلیاں میری ملاقات کو آئے تھو۔ علی جی میں

کا حکم ہوا اگر نیشن ضبط۔ ہر چند اس پیش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہو تھا ہے خیال میں کچھ
لئے وہ مجھ کو لکھو۔ دوسرا یعنی تبدل نہ ہو عیاذا باللہ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہاں یہ جھیک کہ حضرت
چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچنے ہوں گے کہ ان دموں میں اپنا کام نکالو اور بارہا جو حقیقتہ
بتا ہی۔ اگر یہ بھی تھا تو ان کا گمان غلط تھا۔ اس طرح رہائی ممکن نہیں۔ قصہ مختصر تمہاری ہادی کا جو خط تھا
بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا وہ میں نے تمہارے دلوں کے باپن بھجوا دیا۔ ان کی جادو کی داگدشت کا حکم ہو تو گیا ہو
اگر ان کے بڑے بھائی کے یا انکو چھوڑیں۔ سو یکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ مظفر مرزا کو دُعا پہنچے۔
تمہارا خط جو طلبت تھا۔ تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام انہی غم کے مطابق ہو۔ ان کا مقصد
دیکھ کر تمہاری بھوپھی کا اور تمہارا سر انجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہے۔ جو لکھا اگر جادو دل بھی تو ضرور دام
دام لے لیں گے۔ رزاق حقیقی نیشن دلوادے کر وٹی کا کام چلے۔ جناح قربان علی صاحب میرا سلام
نیاز اور میر کاظم علی کو دُعا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۷ شوال ۱۳۹۹ سنہ سال حال۔

ایضاً ای میری جان اے میری آنکھیں زہجراں طفیلے کہ در خاک فوت چہ نالی کہ پاک آبد پاک فوت
وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ تجھی روح اور تجھی قسمت لے کر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو اور
اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہو تو ابھی تم خود نہ پتے ہو خدا تمکو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا۔ نانی کی مرنگاؤ
کیوں کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہو۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ
وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہاں مظفر الدولہ کا غم بچلہ واقعات کہ بلا سے معلی ہے
یہ داغ ماتم جیتے جی نہ سٹے گا۔ والد کی خدمت بجالانے کا ہرگز منوس نہ چاہئے کچھ ہو سکتا ہو اور کیا
تو مستحق ملامت ہوتے کچھ ہو ہی نہ سکے نہ کیا کرو۔ اب تو فکر یہ پڑی ہوئی ہو کہ وہیے کہاں لکھا ہے کیا
سوالنا کا حال کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہو کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرا فیہ حکم دوام جس بجال رہا۔ بلکہ
نما کی ہوئی کہ جلد دیا سے شور کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تمکو معلوم ہو جائے گا۔ انکا بیٹا ولایت

باقی ہیں۔ ہوا سے نہ کہیں سے قرض کی امید ہے نہ کوئی مجلس میں بیچ کے قابل۔ اگر آپ سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انشاء اللہ وانا الیہ راجعون۔ بعض لوگ تب بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں نیشن کی قسم کا حکم آجائیکا۔ دیکھیے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط ابھی آ گیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر تقی علی کا قافلہ بھی میں ہے۔ میر تقی علی کی بی بی الود کی خواہ میں سے بموجب سہام شریعتہ و ثلث مظفر مرزا اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرنی ظاہر بموجب تعلیم میر تقی علی کے ہو۔ غالب۔ محرمہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۵ جولائی سال حال۔ ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب نے وہ اور اُنکے متعلق سب اچھی طرح میں جواب دیکھ لی گئے۔ کل تمہارا خط آیا۔ بھائی تمہیں خارش کیوں ہوئی۔ حسین مرزا صاحب کو بیار ہوئے۔ خدایا اُن آوارگانِ دشتِ غم کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کرے۔ نگرِ تصدقِ رضیٰ علی کا تہ دست رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی یہ شدتِ غم و رنج کی خوبیاں میں اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور ان کی خیر و عافیت لکھنا چاہاں تھے اپنا نام کا خط پڑھا دیکھا حال یہ ہے

بگھٹ احوالِ مابرقِ چہاں است	دے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے بر طائرِ اعلیٰ نشینم	گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا انکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام بارگاہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا غراخانہ ہو ایک بنائے قدیم رفیع مشہور۔ اُسکے انہدام کا غم کس کو نہ ہو گا میاں دو شریکین دوڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آبی سڑک محلِ اُن کا الگ الگ ہے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگ بھی شہر میں بنے گا۔ اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان کا نکالا جائیکا۔ محبوب کی دکانیں۔ بہیلیوں کے گھر۔ فیضانہ۔ بلاتی بیگم کے کوچہ تک ہوا سے لال ڈگی اور دو چار کنوؤں کے آثارِ عمارت باقی نہ رہیگی۔ آج جاں نثار خاں کے

ہیں۔ رضا شاہ پٹودی ہوئے ہیں۔ میر شرف علی ابن میر سعد علی مرحوم نے رانی پائی۔ ایچی لاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خاں مغفور اپنی جوہلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاؤ لگا جذا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ ہفت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں؟

ایضاً میری جان خدا تیرا نگہبان۔ میں نے گرد چھنک کو دام میں پھنسا یا۔ پھر قفس میں بند کر دیا۔ یہ رقعہ لکھوایا۔ میر تقی حسین کو فقط اُن کے نام کی جو عبارت ہے وہ پڑھا دینا تاکہ انکی خاطر میں ہو جائے۔ منوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جب تک تمام نہ ہو۔ منوی جب تک سب لکھی ہو کیونکہ اصلاح سچا اپنے چھوٹے مانوں صاحب کو میر اسلام باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے۔ اور دُعا باعتبار یگانگی اور استاد کی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کیواسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہو جسکی نقل لوں۔ ہاں یہاں زد خاتی ہے کہ قدیم نوکروں سے باز پرس نہیں۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے۔ اے لوگئی دن ہوئے کہ حمید خان گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں حوالات میں ہیں۔ دیکھئے حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نو ندرائے کی مختار کاری پر قناعت کی جو کچھ ہوتا ہو ہو گیا۔ ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں نہ کوئی قانون ہو نہ قاعدہ نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش لائے۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دوسو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور اُن کی دو بہنیں سو سو روپیہ پانچ پانچ والوں کو حکم چکا کہ چونکہ تمھارے بھائی مجرم تھے تمھاری پنشن ضبط۔ بطریق ترخم دس دس روپیہ جینا تمکو ملے گا ترخم ہے تو غافل کیا قبر ہو گا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کار و شناس۔ پنشن نہیں دیکھ سکتا ۵۳ برس کا پنشن تقریر اسکا بہ تجویز لاؤ ایک منظوری گورنمنٹ اور پھر ملا ہے نہ ملے گا۔ خیر حال ہے ملنے کا جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں۔ اسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھانا۔ اسوقت کلو کے پاس لکھو یہ بات

خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان بخل گئی کیا کروں۔ کیونکر خیر منگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی یا علی
 بار دل میں کہا ہو گا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا امتین خط لایا۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا۔ ڈاک
 کے ہر کارہ نے خط لا کر دیئے۔ نیا علی و پرلے آیا ایک خط یا عزیز کا اور ایک خط ہر گوپال تفتہ کا
 اور ایک خط ذوالفقار الدین جیدر مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجھ کو رونا آجائے
 بارے اس خط کو میں نے آنکھوں سے لگایا۔ چھیاں لیں۔ اب تم تاشا دیکھو ۱۲ محرم کا خط آکر
 مجھے پہنچا۔ اس میں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسیل ڈاک کلکتے جاؤ رنگا اور پھر حضرت مجھے سے
 مطلب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجھ کو خط بھیجیں گے اور اپنے
 مسکن کا پتہ لکھیں گے تب مجھ کو لکھنا ہو گا لکھوں گا۔ آغا صاحب کو خط سنا دیا۔ اور ان کو یہی وقت
 کاشی ناٹھ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ اسکو گرائیں اور شرمائیں اور کچھ تباد مرزا کو سہل بھجوائیں
 ضیاء الدین خاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے بلغ میں اترے ہوئے ہیں۔ دوبار میرے پاس بھیجی
 دو گھڑی کے واسطے آئے تھے کچھ ان کو منظور ہے۔ برعایت اخلاص و محبت قدیم خدا چاہے تو کچھ تباد
 کو اور کلکتے سے ان کے خط کے آئیکے بعد کچھ ناظر جی کو ان سے بھجواؤں۔ میرا وہی حال ہے۔
 مجھ کا نہیں ہوں کہ کچھ شکر داری کی توفیق نہیں ہے۔ برے بھلے حال سے گزرے جاتی ہے۔
 انھوں ہزار فہوس جو تم سے اور ناظر جی سے میرے دل کا حال ہے اگر کہوں تو کون باد کرے
 اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کر سکتا کی ہے سو کھینکا مقدور نہیں۔ تفضل حسین خان ابن علی علیہ السلام
 میں اپنے مومن صاحب کے پاس ہے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ تمہارا سلام کہیدا۔ پرسوں
 پھر وہ میرے گھر گیا۔ بھائی فضلہ علی میں تہڑیں پرسوں آئے ہوئے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں۔
 عرضیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی سنتا نہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ مقرر
 ہو گیا۔ فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئی اور باقی ہندو مسلمان جو بت مرد۔ سوار پیادہ جو چاہا

چھتے کے مکان میں شرمع ہو گئے ہیں۔ کیوں میں نے آئی کے دیر نے سو خوش ہوں۔ جب اہل شہر
 بنی نہ رہے۔ شہر کو لے کے کیا چوٹے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ قصہ چڑھا
 اُن کا خط موسومہ محمد قلی خان آیا۔ کلو کے ہاتھ اُن کے گھر بھجوا دیا۔ اُن کا گھر کہاں وہ تو میرا علی
 خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں۔ وہ نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے
 دیور کا آدمی ہے۔ اُنھوں نے مدعا دریافت کر کے خط رکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھابی کو سلام
 کہنا کہ محمد قلی خاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط اُنکے پاس بھجوا دوں گی۔ کل مناشاہ آئے تھے
 میں نے اُن کو کہا تھا کہ تم میرا محمد علی خاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے اُنکو با حیات
 پہنچا دینا۔ صاحب تمھاری آنا کو میں کیا جانوں۔ کس پتے سے ڈھونڈھوں۔ دوا سے
 میں نے پوچھا۔ امیر النساء کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی سے اپنی
 ماں کے پہاڑ گنج ہے ہمیشہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی
 فی الحقیقت کثرت نے بھیج دی ہے تو بیشک عاے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہے اگر خود منظور
 کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ نواب حینا والدین خاں کی والدہ
 کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں۔ ایاز اور نیاز علی اُن کے ساتھ ہیں دو بندگیاں اور
 ایک دوا اور دو آداب ملتوی ہو دوا اور کلو اور کلیاں کی بندگیاں بھیجیں۔ قمر الدین خاں
 برسوں آیا تھا اب آئے گا تو دوا تمھاری اُس کو کہدوں گا۔ غالب۔

ایضاً۔ حق تعالیٰ تخص عمر دولت بقال متعرف جسے خط محررہ دوم محرم میں کئی مطلب جواب لیتا تھا
 مرزا حیدر بیگ صاحب کی رحلت کی بھٹی اور بس۔ کل بدھ کا دن دو مہینوں کی، اتاریخ تھی۔ صبح کو
 مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنھوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی۔ بی فتن کے
 ہاں اتاری تھی اب وہ بڑی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیر علی ناظر جی بہت مبارک

جواب چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اس وقت کہنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے
ناموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تم کو ایک
حال معلوم ہوگا۔ غالب۔ شبینہ۔ ۵ نومبر ۱۸۵۷ء۔

ایضاً۔ یوسف مرزا میرا حال سوا ہے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرتِ غم
سے سودا ہوا ہو جاتے ہیں۔ عقل جاتی رہتی ہے۔ اگر اس ہجومِ غم میں میری قوتِ متفکرہ میں فرق
آ گیا ہو تو کیا عجب ہے بلکہ اس کا باور کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے۔ غم مرگ۔ غم فراق۔ غم عزت
غم عزت۔ غم مرگ میں قلعہ نامبارک سے قطع نظر کر کے اہل شہر کو گنتا ہوں۔ منظر الدولہ میر
ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا۔ اُس کا بیٹا احمد مرزا انیس سال کا بچہ۔ مصطفیٰ خاں ابن اعظم الدولہ
اُس کے دو بیٹے۔ ارضیٰ خاں و مرتضیٰ خاں۔ قاضی فیض اللہ۔ کیا میں انکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا
تھا اے لو جو بول گیا۔ حکیم رضی الدین خاں۔ میرا چچا حسین میکش اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں۔ غم عزت
حسین مرزا۔ یوسف مرزا۔ میر ہدی۔ میر سر فراد حسین۔ میرن صاحب ان کو حیات رکھے کاش یہ تو
کہ جہاں ہوتا وہاں خوش ہوتے۔ گھر ان کے لئے چراغ وہ خود آوارہ۔ بچا دادا کے حال کا تصدیق
کرتا ہوں کیلجا لکڑے ٹکڑے ہوتا ہو۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی کو گواہ کر کے کہتا ہوں
کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ دتار ہے حقیقی میرا ایک
بھائی دیوانہ مر گیا۔ انکی بیٹی اُس کے چار بچے۔ انکی ماں یعنی میری بھانجی چھوڑ میں پڑے ہوئے ہیں
اس تین برس میں ایک روپیہ انکو نہیں بچا جیتی کیا کہتی ہو گی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہاں اغنیاء
اُمرا کے ازواج و اولاد بھیکے لگتے پھر میں اور میں دیکھوں۔ بس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیئے
اب حاصل بناؤ کہہ رہا ہوں۔ ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلکیاں ایازیہ باہر ماری
کے جو روپے بدستور گویا ماری موجود ہے۔ میاں گھن گئے گئے مینا بھرے آگے کہ جو کارتا ہوں

چلا جاے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ شکر کس ٹکلی
اور گوروں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مریٹ کر ایک جاں نثار خاں کے چھتے کی ٹکلی
ہے۔ ولی والوں نے لکھنؤ کا خاکا اڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صفا
میدان کر دیا۔ میں جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا۔ بات اتنی ہی ہے جو غنہ لکھی ہے۔ بہر حال اب کچھ
ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے کی خبر اور سجاد اور اکبر اور ان کی ماں کی خبریت اور اپنے
بات کا حال لکھو۔ پنجشنبہ۔ ۸۔ حریم الحرام۔ *

ایضاً۔ میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا
نہیں آیا کہ میں نے اُسی دن یا دوسرے دن جواب لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو
مجبور شکایت نامہ بھیجا ہے اسکے بعد ایک خط میرا بھی تم کو پہنچا ہوگا یہ خط کل آیا آج میں اس کا جواب
لکھتا ہوں۔ سنو صاحب تم جانتے ہو کہ میں ۱۴ پارچہ کا خلعت ایک بار اور طبروس خاص شال ڈال
دو سالہ ایک بار پیش کیا حضرت سلطان عالم سے پا چکا ہوں مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت
مجبور دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے۔ یعنی جناب قلعہ و کعبہ حضرت محمد العصر مدظلہ العالی۔ اب
آدمیت اسکی مقصد نہیں ہے کہ میں بے ایمان کے توسط کے مع گسٹری کا قصد کروں۔ چنانچہ قصید
لکھ کر اور جیسا کہ میرا دوست ہے کاغذ کو تو لکھ کر حضرت پیر و مرشد کچھ متیں بھیج دیا ہے یقین ہے کہ حضرت
وہاں بھیج دیا ہوگا۔ اور میں لکھو بھی لکھ چکا ہوں کہ میں نے قصیدہ لکھنؤ کو بھیج دیا ہے۔ اسی خط
یہ بھی لکھ لکھا ہے کہ حضرت نذیرۃ العلیا سید نفی صاحب اگر کلکتہ بھیج گئے ہوں تو مجھ کو اطلاع دو۔
دار و علی الماک کے باب میں جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے تو میں بے پروہ عالی شان
منظر حسین خان کے خط میں لکھتا ہوں ————— عیسہ ورق پڑھ کر
ان کی خدمت میں گزراں دو اور جو وہ ارشاد کریں مجھ کو لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطابق مندرجہ کا

الماک واقع شہر ملی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں کو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دہشتا باغات الماک
 مع حاصل ہر ایک باغ و درہ و ملک ناظر کی کو بھیج دی ہے خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری
 کے دفتر سے لی ہو گا تا معلوم ہے کہ شہر کی عمارت جو ٹرک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھ نہیں گئی وہ
 خالی پڑی ہے کراڑا رکنا نہیں۔ محکو یہاں کی الماک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے میں
 پنشن کے باب میں حکم خیر سن لوں پھر رامپو چلا جاؤ لکھا۔ جمادی اول نے ہی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم تک
 ۱۲ سال شروع ہو گا اس سال کے دو چار دس گیارہ مہینے غرض کہ انیس دن بنیں جنہیں طرح بیکر کرنے ہیں
 اس میں رنج و راحت و لذت و عزت جو مقسم میں ہے وہ بھیج جاے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عم کو چلا
 جاؤں جسم رامپو میں اور روح عالم نوز میں یا علی یا علی یا علی۔ میاں ہم تھیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ بڑا
 کا پتر دو دن بیار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے ہے کیا نیکبخت غریب لڑکا تھا باپ اُسکا شیوجی رام سکے عم
 میں مردہ سے بدتر ہو یہ دو مصاحب میرے یوں گئے ایک مردہ دل افردہ کون ہو چکو تمہارا اسلام کہو
 یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فردا ان سے لیکر پڑھ لینا اور ج طرح انکی رہے میں آئے اُس پر حصول
 کی بنا اٹھانا اور ان سب علاج کا جواب کتاب لکھنا۔ سینا الدین خاں رہتاک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے
 دیکھئے اگر کیا کہتے ہیں یارات کو آگئے ہوں یا شام تک جائیں۔ کیا کروں کس کے دل میں پناہ دل
 ڈالوں۔ بھرتی علی پہلے سے نیت میں ہے کہ جو شاہ او وہ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔
 نصف حسین مرزا اہم اور سجاد۔ نصف میں مفلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے مگر اسی خیالات سے
 حسن طبیعت معلوم ہو جاتا ہو و السلام خیر تمام۔ دہنہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۷۲ء وقت صبح
 ایضاً میاں محکو تمہارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمہارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ العلماء کا ایک
 وائٹ پنہنچا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ انکو چہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب چاہیں وہاں
 پہنچیں میرا مقصد تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گورے اور کچھ ہارے تمہارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی

اچھا بھائی تم بھی ہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں۔ نینس آف میوٹی کھانوالے موجود۔ تمام معلوم سر کچھ اچھا
 ہے وہ بقدر ستر مت ہے محنت وہ ہر کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے ہمیشہ ایک فکر برابر
 چلی جاتی ہو۔ آدمی ہوں۔ دیوہ نہیں بھوت نہیں۔ ان بچوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑھاپا۔ ضعیف ہوئی۔
 انہی مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں نہ پڑا رہتا ہوں
 گویا صاحبِ فاش ہوں کہیں جانیگا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس نیوالا وہ عرق بقدر طاقت بنا کر کھاتا تھا
 اب میسر نہیں۔ سبے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا۔ خلعتِ فاخرہ پہنا
 وہ صورت اب نظر نہیں آتی۔ نہ مقبول ہوں مردود ہوں یگینا ہوں گناہگار ہوں مخبرِ مضمت
 بھلا اب تم ہی کہو۔ اگر یہاں برابر ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے دن رات
 خون جگر کھایا اور ایک قیصد چوتھ بیت کا لکھا۔ محمد افضل مصور کو دیدیا وہ پہلی سمبر کو منجھو دیکھو اسکا
 مطلع ہے۔ رسالہ نو دگر آئے بروے کار آمد۔ ہزار ہشت صد شصت و شتر آمد۔ آمین
 التزام اپنی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے انکی نقل تکو بھیجوں گا۔ میرا قازادہ روشن گھرِ خراب
 مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا اس مجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ سلو ہے چھاپنا
 کی طرح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قیصد مدوح کی نظر سے گزرا نہ تھا۔ میں نے اسی میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علیشاہ
 بٹھا دیا۔ خزانے بھی تو یہی کہا تھا انوری نے بارہا ایسا کیا ہو کہ ایک قیصد دوسرے کے نام پر کر دیا۔
 میں نے باپ قیصد بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر
 بطریق اختصار اور پر لکھ آیا ہوں۔ اس قیصد سے منجھو غرض سنگاہ سخن منظور نہیں۔ گداؤی منظور ہے بہر حال
 یہ تو کہو قیصد پہنچایا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمہارے ماموں کا خط آیا۔ وہ قیصد کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل
 تمہارا خط آیا اس میں قیصد کے پہنچنے کا ذکر نہیں۔ اس تفرقہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قیصد پہنچایا نہیں
 اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کسی معرفت گزرا اور حکم ہوا۔ یہ امور جلد بکھو اور اس میں بھی لکھو

سولواں دن یہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک اور نہ جانے دینا۔ انکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط ان کو تمھاری روانگی کے بعد پہنچا تم جو مجھ کو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔ کیا مجھ کو انکے حال سے غافل اور انکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمھارے دیکھنے کو نہیں کہنا شاید تمھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمیشہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھ کر کچھ حاجت پڑے۔ بہر حال جو ہو گا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمیشہ عزیزہ کو میری دعا کہہ دینا۔ مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ بھائی تمھارا خط رامپور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جو اب لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجا کے گئے۔ جگڑاؤں میں منشی رجب علی کے مہان ہیں۔ صدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب علی علیا بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ انکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونو بھائی بارہم تھے ہیں۔ میں نہیں تھا کہ صدر سلطان ملی کو آئے تھے۔ اب جو میں یہاں آیا تو سنا کہ وہ میرے گھر آئے خدا جلنے رامپور جائیں یا کسی اور طرف کا قصد کریں۔ تباہی ہے۔ قہر آبی ہے۔ مجھ کو اذکار بہت تنگ کیا ورنہ چند روز اور رامپور میں رہتا۔ زیادہ کیا کہوں تم غالب تو مہمیشہ و رضا و ہر اہل

بنام منشی شیونرائین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ غافغہ بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہر حال جب لفافے پہنچ جائیں گے ہم آپ کا شکریہ بجالائیں گے ہر چار دوست میر سدی کوست۔ یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجر لوگ جو یہاں بستے ہیں وہ یہ دھوڑتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سے ہیں۔ بہت سخی ہو گئے تو جنس نہیں ملے دینگے۔ کاغذ وہ یہ مہینہ کا کیوں مل لینگے۔ کل آپ کا خط آیات بھرنے کے فکر میں خون جگر کھایا

جو ستریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُسکے دیکھنے سے اُس ٹٹ گئی۔ کچھ ہاتھ آتا نظر نہیں آتا
 اہلک واقع شہر دہلی کے سوال کے جواب ابکی بار قلم انداز ہوا۔ مکرر اگر کہا جائیگا تو بیشک جواب بیگا کہ ہنر
 تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی میں پہلے ہی جانتا تھا کہ ایلاک قتل ہوئی
 اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دہلی کی املاک کا خوب نہا ہے۔ برسوں ناظر جی کے نام
 کے سرنامے میں فرد فہرست مجموع املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب علیہ رحمۃ
 خوب فرماتے ہیں **سے** منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید نہ نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیئے ۔
 تمہارے ناموں حساب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کن بیان سے ادا کروں۔ ہنر حسین مرزا
 اور یہ کہے کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھ کی بخت سے اُس کا جواب سر انجام ہنر کے بہت بڑا
 تھا اور سرکار کی خدمت نہ تھی۔ عہد نہ تھی علاقہ نہ تھی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہ مقرر ہو جانا کیا
 تھا۔ دہلی کے آدمی خصوصاً اُمراء شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُنکے ساتھ بھاگتے ہیں۔
 مرشد آباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدر آباد بہت بڑا گھر ہے گریبے دریمہ دوسطہ کیونکر جاے اور جائے تو
 کس سے ملے کیا کہو اپارو ہیں رہو۔ کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے اور میں کہاں کی صلاح بناؤ
 وہ صاحب ہتک گئے ہیں۔ کل یقین ہے کہ آگئے ہوں گے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیت الہی
 میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ نلہور میں آجائے گا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ میں
 رونق افروز ہو گئے۔ الہ۔ جیپور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاوہ۔ چھ ریشیوں کی ہا
 ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہو گیا۔ لیٹ الدولہ حسین علی خاں بہادر کی خدمت میں میرا سلام نیا ناؤ
 یاد دہری۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۲۹ نومبر۔ ۳۔ جادی الاولی بحباب جنتری۔

ایضاً مایاں محلہ خطا رامپور پہنچا اور رامپور سے دہلی آیا۔ میں ۲۳ شعبان کو رامپور سے چلا اور
 ۲۸ شعبان کو دہلی پہنچا۔ اسی دن چاند ہوا۔ یکشنبہ رمضان کی پہلی۔ آج دوشنبہ ورمضان کی

یہ ترکناز سے بہیم کرے کا کشورِ روس
سینِ عیسوی اٹھارہ سو واٹھا وں
یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہوا دیں
امید وارِ غیاثِ شیونار این
یہ جانتا ہے کہ دُنیاء میں عز و جاہ کے ساتھ

یہ لے گا بادشہ چین سے چھین تخت و کلاہ
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و بنگا
درازا اس کی عمر اس قدر سخن کوتاہ
کہ آپ کا ہے نیکو ار اور دولت خواہ
نکھیں اور اسکو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شیخ میرے مکرم میرے منشی شیخ نراین صاحب تم ہزاروں برس سلامت رہو۔ تمہارا ہر ہر
اس وقت پہنچا اور میں نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔
چھ جزو سے کتاب کم ہو۔ مسطر دس گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا ہے شیرازہ کی طرف کا کم ہو
یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں۔ اس یا زبے پروانے تم سے شاید کچھ نہیں کہا اسکے سوا یہ ہے کہ کاپی
تصحیح ہو۔ غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیے گا اور منشی بنی بخش صاحب کو اگر کہیے گا
تو وہ بھی شریک ہیں گے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیورام پوری ہو خیر مگر سفید مہرہ کیا ہوا اور
لحاف دار ہو۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنی لکھے جائیں تو اسکی طرزِ تحریر اور تقسیم طلبہ اور نظر
فریب ہو۔ حاشیہ کا قلم بہ نسبت تن کی قلم کے خفی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں دو جلدیں
ولایت کو جائیں گی۔ ایک جناب فیض آباد ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقائے قدیم
لارڈ الن براہادر کی نذر۔ اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کر دینگا۔ میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں
کو لکھتا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیگا۔ یعنی شیرازہ اور جلد اول اور ان چھ جلدوں کی جلا
پڑی ہو یہ جلد سے لیکر دوسرے جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجے گا۔ میں مجر و طلب کے فوراً ہنڈوی بھیج دینگا
ایک خریدار بچا پنش جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیے کہ ان سے ملیں یعنی
راجہ امید سنگھ بہادر اندر والے وہ چلی اینٹ میں پولس کے پھوڑے رہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کا خط

۱۲ شعر کا قصیدہ کہہ کر تمھارا حکم بجا لایا۔ میرے دوست خصوصاً میرزا قفصہ جانتے ہیں کہ میں فن تاج نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک نیش خاص سے اظہارِ شہادۂ کار کر دیا ہے خدا کرے تمھاری پسند آئے تم خود قدر دان سخن ہوا دیتیں استاد اس فن کے تمھارے یار ہیں میری محنت کی داد بجاے گی *

قصیدہ

جنابِ عالی ایمن بروں والا جاہ
کہ باج تاج سے لیتا ہے جبکا طرفِ کلاہ
نیابتِ دم عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ
بنے ہو شعلہٴ آتش انیس پرہ کاہ
جہاں ہو تو سنِ حشمت کا اُسکے جولاں گاہ
وہ خشکیں ہو تو گردوں کے خدا کی پناہ
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہرِ سیراہ
کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی دم رویاہ
نہ بادشاہ و نہ مرتبہ میں ہمسر شاہ
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلو ماہ
شمارِ مہر و خشاں ہو جس کا تارِ نگاہ
بنے گا شرق سے تا غرب کا بازیگاہ
کہ تاج اُسکے ہوں روز و شب و سپید و سپاہ
لکھیں گے لوگ اُسے خسرو تارہ سپاہ
رُوان روشن و خوں خوش و دل آگاہ
پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاج گواہ

ملاذ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ
بلندِ رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر
وہ محضِ حمت و رافت کہ بہرِ اہل جہاں
وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جس کی پریش کے
زمین سے سونڈہ گوہر اُسٹھے بجا سے بخار
رہ مہرباں ہو تو انجام کہیں اہلِ شکر
یہ اُسکے عدل سے احدا کو ہے آمیزش
ہنرِ پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا
خانقابِ دلے آفتاب کا ہم چشم
خدا نے اُسکو دیا ایک خوبُردِ فرزند
زہے ستارہ روشن کہ جو اُسے دیکھے
خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں
جوان ہو کے کریگا یہ وہ جہاں بنانی
کہے گی خلق اُسے داوِ سپہرِ شکوہ
عطا کرے گا خداوندِ کار ساز اسے
ملے گی اس کو وہ عقلِ نفیثہ دال کہ اُسے

بہم بردہ نہیں لکھتا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالئے گا اور اسکی جگہ نوے بمائش بنا دے گا
حقیقت لکھ کر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں پہلا سوال میرزا قفٹہ کا حال اور ان کے خط کے نہ آنے
کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال میرزا قفٹہ نے اگر رباعی و مقبوضہ کے حاشیہ پر لکھی ہے تو اسکی اطلاع دینے
انکے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھ دیں۔ اور مجکو اطلاع دیں۔
تیسرا سوال منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی شریح کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ
اس شریح سے لیکر اور محل معلوم کر کے حاشیہ کتاب پر لکھ دیجئے اور مجکو لکھ دیجئے۔ چوتھا سوال اب طرح
لکھ آیا ہوں نہیں کی جگہ نوے کا لفظ بنا کر محو عنایت کیجئے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے مجموعہ
میرزا قفٹہ سے طے روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع میں آئے اسکی اطلاع ضرور دیجئے
چھٹا سوال۔ چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں۔ اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہوں کہ میرزا صاحب
ازراہ عنایت بنا کر ان چھ سوال کا جواب اب طرح جدا جدا لکھئے اور ضرور لکھئے اور جلد لکھئے۔
راقم اسد اللہ خاں۔ روز جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۲۵۸ھ۔

ایضاً نوے بصر نخت جگر منشی شیو زین کو دے دیا ہے۔ خط اور رپورٹ کا الفاظ پہنچا۔ اور سب حال
خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میر جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دو دمان کے چشمہ چراغ ہو اور
شوق سے لکھو آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روئے مضمون سراسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہیں
میں نے سرکار کی فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندہ جینے کی سرگزشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ بھی
ذکر کیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتداء ۱۱ مئی ۱۲۵۵ھ سے ۳ جولائی ۱۲۵۸ھ
تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکا بیان ضمناً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا مدہ بڑی قبا
ہوتی۔ اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو۔ پہلے سوچو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اور پندرہ سطر
ہیں اور پنج میں ایک سطر ہمیں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں بنی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر

ایک اور میرزا تافتہ نے مجھے پارس کی رسید نہیں لکھی۔ اب میرزا خط فارسی اپنے نام کا اور یہ خط دونوں خطوں کو دکھا دیجئے گا اور اگر برآمدہ سنگہ سے ملنے کو کہیئے گا۔ اور ہاں صاحب اُن کو تاکہ کیجئے گا کہ وہ رباعی حیرت نے لکھ بھیجی ہے اسکو سب سے پہلے جہاں سکا نشان دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور اور وہ رباعی بیستویں صفحہ میں اس فقرے کے آگے ہے نے نے آخر نخت خسرو در بلندیا پہلے رسید کہ مخ از خاکیاں نہفت۔ تم آنکو یاد دلا کر اُن سے لکھو ایسا ضرور ضرور۔ یہ جو ملنے کا صاحب نے سن کر اسکو پسند کیا میں حیران ہوں کہ کونسا مقام تنے پڑھا ہو گا کیونکہ کہوں کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہوں گے۔ اس کی جو حقیقت ہو مفصل لکھو۔ زیادہ زیادہ۔ راقم اسدا شد۔

سہ شنبہ۔ ۳۱۔ ماہ اگست ۱۲۸۵۔ ضروری جواب طلب۔

ایضاً۔ مہاراج سخت حیرت میں ہوں کہ نشی ہر گویا صاحب نے مجکو خط لکھا کیوں چھوڑا۔ اگر مجھ کو خطا ہے تو کیوں خطا ہے اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں لکھو اور کیوں گئے ہیں اور کہاں تک آئیں گے آپ مہربانی فرما کر یہ امور مجھ کو لکھ بھیجئے۔ اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تافتہ کو بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ اسکو ستنبویں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بجائی نشی نبی بخش حبیب کو لکھے ہیں آنکو بھی ستنبویں لکھنے کا محل بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انھوں نے نظم کو اور انھوں نے شعر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑھا دیا یا نہیں تم سے پہرا آئندہ ہمیش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں تو مجکو اُن کے لکھے جانے کی اطلاع دیجئے کہ تشریف فرما ہو اور اگر اُن دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ مرزا تافتہ سے رباعی اور نشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجئے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کر کر آنکو جا بجا حاشیہ پر رقم کیجئے اور مجکو اطلاع دیجئے ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیئے کہ شاید تیسرے صفحے کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے اگر درود دیگر نہیں

ایک اور جو ملی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کمرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کمرہ کہ وہ کثیرنالا کہلاتا تھا اس کمرے کو ایک کوٹھے میں تنگ اڑا رہا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے تنگ لڑکے تھے جو اصل خان نامی ایک سپاہی تھا جسے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کمروں کا کرایہ ادا کا کر کے پاس جمع کر داتا تھا۔ سُنو تو سہی تمہارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مولیٰ تھے اور زمیندار اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکاری مالگزاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کا رخا نے تمہاری آئے یا نہیں اہک حال از روئے تفصیل جلد محکو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ ۱۹ اکتوبر وقت درود خط۔

ایضاً بخود دار قبائل شان نشیو ٹرین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارے دو خط متواتر پہنچے۔ میرے بھی دو خط پس پیش پہنچے ہونگے موافق اس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پر تکلف اور پنج جلدیں بہ نسبت اُسکے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہد اہتمام میں ہیں اُس سے ہلکا اور کم کو کچھ نہیں جیسی چاہیں ہوا اگر بھیج دیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف جیسی چاہو ہوا اگر بھیج دو۔ میں تم کو اپنے پیار سے ناظر بنی صر جانتا ہوں۔ اُسکو تمہاری نشانی جانکر اپنی جان کے برابر رکھوں گا۔ باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم مل کر اپنا اور بنی صر کا بڑے ہونا سب تکو لکھ چکا ہوں۔ مکر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ آجڑا ہوا شہر آدمی نہ آدم زاد گرماں دو ایک صورتوں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے وہ ہے سودہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں۔ تصویریں بھی اُن کے گھروں میں سے لٹ گئیں کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں۔ ایک صورت کے پاس ایک تصویر وہ میں نے بے سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہوں کہ تین تین شرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے ہاتھ پہنچے ہیں تمکو دو اشرفی کو دو دینا۔ باقی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اسکی نقل کاغذ پر آدروئے اُس کے بھی بیس روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو۔ اتنا صرف

ساتویں سطریں لکھ دیتا ہوں اسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھاؤں کہ وہ ضروری ہیں۔ سُنو میری جان نوابی کا مجھ کو خطاب ہے۔ بنجم الدولہ اور اطرافِ جوانب کے اُمراء سب مجھ کو اب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی چنانچہ صاحبِ شہزادہ بدلی نے جوانِ نون میں ایک بھاری بھیجی ہے تو لفظ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد ہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا یا میر نہیں لکھتے یہ خلافِ سنو ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال میں واجبِ لازم ہے۔ *

ایضاً بر خور دار نور چشم منشی شیونزین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب جاننا کہ تم ناظر منشی صر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزندِ لبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرّم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سُنو تمہارے دادا کی والدہ عہدِ خجف خان ہمدانی میں سیکرانا صاحبِ عزم خوجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے جب میرا نانانے ذکرِی ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے پردادانے بھی لکھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب میں جوان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی مہر خاں کے ساتھ ہیں اور انھوں نے جو کچھ گمانوں اپنی جاگیر کا سرکار میں عوی کیا تو منشی بنسی مہر اس کے منہ سے اور دکالت اور بخاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی مہر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ اُنیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور اخلاط اور محبت آدھی آدھی بات گزر جاتی ہے چونکہ گھر ان کا بہت دُور تھا اس واسطے جب جاتے تھے جلتے جاتے بس ہمارے اور ان کے مکان میں چھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے کپڑے دریاں میں تھے۔ ہمدی بڑی۔ وہ ہے کہ اب کچھ چاند نے مول لی ہے اُسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اُس کے ایک کٹھا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی

اپنی بیوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدے سے بھاری بات تراش کر تی تھی کہ سادہ کلمہ میں پہلے روانہ ہو گئی اور وہ کتاب ہفتہ کے بعد سوہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا پہنچیں۔ اور شاید کل برسوں جائیں۔ وہ نمبر اخبار کا جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا اس میں او منشن صاحب کے لٹنٹ ہوئی اور بہت جلد آگے آنے کی خبر لکھی تھی۔ یہاں مجھ کو کئی باتیں پوچھنی ہیں اس بات کی چھٹ سکرٹروں کو گزشتہ کے تھے۔ جب یہ لٹنٹ گورنر ہوئے تو اب ہاں چھٹ سکرٹروں کو ہو گا۔ یقین ہے کہ ولیم میو صاحب اس عہد پر مامور ہوں۔ پس اگر ان ہی ہے تو ان کے محکمہ میں چھٹ سکرٹروں کو ہو گا۔ دوسری بات یہ کہ میرنشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہیں گے یقین ہے کہ ان کے ساتھ ہیں تیسری بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی فتر کے میرنشی ایک میرنشی ایک بزرگ تھے بلکہ ام کے سہنے والے منشی خاں آیا اب بھی وہی ہیں یا ان کی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ان سب باتوں میں جواب کو معلوم ہوں وہ اور جو نہ معلوم ہوا اس کو معلوم کر کے مجھ کو لکھئے اور جلد لکھئے اور ضرور لکھئے۔ یقین تو ہے کہ تم کچھ کچھ ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں جا بجا بھیجنے میں جب نام اور مقام معلوم نہ ہو تو کیوں کچھ جواب لکھو اور کتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔ سہ شنبہ ۹ نومبر ۱۸۷۵ء۔

ایضاً۔ بزور دار کامگار منشی شیونزیں طال عمر و زاد قدرہ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۲۶ کتابیں آگئیں میں بہت خوش ہوا اور تم کو دعائیں دیں۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرا کہاڑواں میں لے گیا ہے اس قصہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبدالحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہیں۔ دلی گزٹ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپخانہ اب آگرہ میں ہے یہ بھی وہیں آتے ہیں تمہارے پاس حاضر ہوں گے ان پر ہر بانی رکنا بھلا وہ شہر بیکانہ ہے ان کو تمہاری خدمت میں شناسائی ہے گی تو ابھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید اگر دہلی گزٹ میں ان کا طور دست نہ ہو تو اس صورت میں شہر نکالیں اپنے مطبع میں ان کو رکھ لیں۔

کیا ضرور ہے مین نے دو ایک آئے میوں سے کہہ کھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر نکلیں دوں گا
مصنوعوں سے خرید کر نیکانہ خود مجھ میں مقدور نہ تھا انقصان منظور۔ اب چھاپا تمام ہو گیا ہوگا واپس
اور دوسات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ اور ایک جلد جو تم نے محکوم دینی کی ہے وہ یہ سب
اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گے مگر وہ چالیس کتابیں سراسری جو مجھے چاہیے ہیں تو کل
روانہ کر دو۔ اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکر پہنچے گا اور محصول اس کا کیا ہوگا
اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدیں اسے امید سنگہ کے پاس کہاں بھیجی جائیگی۔ میرزا آفندہ ہاتھس کرتے
ہوئے ان کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر اگر وہ اور دلی کا آنا مجھ کو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجھ کو
تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقامات سے اطلاع پاؤں جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔

از غالب۔ گناشتہ دروان داشتہ۔ شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۲۵۶ھ ع۔

ایضاً میاں تمھارے کمال کا حال معلوم کر کے مین بہت خوش ہوا۔ اگر مجھ کو بھی انگریزی لکھنا ہوگا
تو یہاں سے اُردو میں لکھ کر بھیج دوں گا تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیج دیا کرنا۔ قصہ صدائ شاہی
میں نے دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو مقفی اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد ہے
کتاب کی صورت بدل جائیگی۔ اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ مکسا
باہر تھے وہ بدل ڈالے۔ مثلاً اے کو کہ یہ گنوار بولی ہے وہ۔ یہ ٹھٹ اُردو ہے۔ کرانا۔ یہ بیرون جات
کی بولی ہے۔ کرانا۔ یہ صحیح ہے۔ راجے یہ غلط ہے۔ راجہ صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضابطہ نام رواج
تھے ان کو مربوط کر دیا ہے۔ اور ایک جگہ گھنے بسے۔ یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا اس کو تم سمجھ لینا۔
باقی اور سب مربوط اور خوب و صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کہتے انہ ہونگی۔ دوالی
بھی ہوئی۔ اگر گنگا جانیکا قصد ہو تو بجائی میری کتابیں بھیج کر جانا۔ اور ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا جہاں
بنائی ہوئی سات کتابیں بھی انہیں کتابوں کے ساتھ بھیج گے یا وہ اپنے طور پر جداروانہ کریں گے وہ تم نے

ملفوظ تھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں فرمایا۔ اور خط میں ایک صاحب طلبہ نے
اس کا جواب کیوں نہ بھیجا۔ اچھا اگر تم ایک حد دن کیو سٹے کندھولی گئے تھے تو کار پر دازان مطبع نے خط لکھ
رکھ چھڑا ہو گا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمہیں دیا ہو گا پھر کیا سبب جو تم نے جواب لکھا یا بھی
کندھولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہو گیا۔ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ تاہم یہ لکھتا ہوں کہ
اگر خط پہنچا تو مجھ کو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اس کی تیس
بتاؤ کہابین سہ ہو کار سے کیا کہوں اور ہنڈوی کا فنی کس طرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضرب
روزہ شنبہ ۳ نومبر ۱۳۵۵ء۔ جواب طلب۔ شتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبر رہے ہو گے حال یہ کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ
انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہو گیا اور دم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی شکل سے کھائی گئی ہے۔ بہر حال
اچھا ہوں۔ بیچ آہنگ تم نے سول لی۔ اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک پادشاہی چھاپے خانے کا اور
ایک منشی نور الدین کے چھاپے خانے کا۔ پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے کیا کہوں تم سے
ضیاء الدین خاں جاگیر دار لوہارو میرے سببی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و شریں نے کچھ
وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چون بچپن جزو۔ اور بیچ آہنگ اور ہر نیمروز اور
اور دیوان ریختہ سب ملکہ ہو جزو مطالی اور مذہب اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کئی ڈیڑھ سو
اور سو روپیہ صرف میں بوائی۔ میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب جانور ہم ہے پھر ایک شاہزادہ نے بیچ
نظم و شریں نقل کی۔ آپ دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ نقشہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونوں
جگہ کا کتاب خانہ خوان بنایا ہو گیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے ان میں سے کوئی کتاب تھام
نہ آئی وہ سب قلمی ہیں۔ غرض اس تحریر سے یہ کہ ظمی فارسی کا کلیات قلمی ہندی کا کلیات قلمی بیچ آہنگ
قلمی ہر نیمروز۔ اگر کہیں ان میں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اس کو میرے واسطے خرید کر لینا اور

راقم اسد اللہ - گناشتہ - شنبہ - ۱۳ - نومبر ۱۳۵۸ ع - *

ایضاً - صاحب بخارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھئے مرزا مہربان روانہ کرتے ہیں۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آپہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں کل سے میں شام تک وہ دیکھتا ہوں۔ ہرگز نہیں اس کا نام نیم روز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے۔ اب وہ بات ہی گئی گریز کی کہ وہ کتاب ابن چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہو گا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور ول لگا کر لکھا ہو گا ورنہ صرف تحریر سہری ہے اسکی شہرت میری بخوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اور ول پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ ان رقعات کا چھپانا میرے خلاف طبع ہے۔ محررہ پنج شنبہ ۱۸ نومبر ۱۳۵۸ ع۔

ایضاً - برغور دار اقبال نشان کو دُعا پُنجے۔ کل حجہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۳۵۸ ع کو سات کتابوں کے دو پارسل پُنجے۔ وہ قلمی کتابیں جیسا کہ میراجی چاہتا تھا اسی رُوپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ میرزا کو سلامت رکھے۔ رقعوں کے چھاپنے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رہے پر تمکو اور میرزا آفستہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب یہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور میں نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھ کر بھیجنا۔ خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب لکھنا اور صفحہ سادہ دہنے دینا۔ اور اسی طرح میرے پاس بھیج دینا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۳۵۸ ع جواب طلب بلکہ کتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم کندھولی کب آئے اور جیتے تو میرا خط بیرنگ کہ جس میں سات روپیہ ہندو کی پی

ایضا بخوردار آج اس وقت تھا اس طرح لٹاؤں کے لفافے کے آیا۔ دل خوش ہوا
میں اپنے فرح سے لاجا ہوں۔ یہ لفافے از مقام در مقام و تاریخ و ماہ مجلو پسند نہیں آگے جو
تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی میں نے دوستوں کو بانٹ دیے۔ اب یہ لفافوں کا لفافہ اس ہر او
بھیجتا ہوں کہ انکی عوض یہ لفافے جو در مقام و از مقام سے خالی ہیں جن میں تم اپنے خط بھیج
کرتے ہو مجکو بھیجو اور یہ لفافے اُسکے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح کے لفافے نہ
توانکی کچھ ضرورت نہیں۔ مہر کے واسطے صاحب زمرہ کا گینہ اور پھر چنے کی وال کے برابر او
ہشت پہلو۔ اس لٹے شہر میں کہاں ملے گا۔ عقیق بہت خوش رنگ سیاہ یا سرخ جیہا
آگے لکھا ہے ہشت پہلو ہوگا۔ یہ مہر میری طرف تم کو پہنچے گی تلوہ حرف ۶ حرف سے کچھ بڑھاؤ
آپ اپنی مہر چاہو زمرہ پر چاہو الماس پر کھدواؤ۔ میں تو عقیق کی مہر تم کو دوں گا۔ رہی وہ دوسری
جب تمہاری مہر کھد چکے گی جس طرح تم کہو گے کھد جائیگی۔ میاں کیا قرینہ بتاؤں گوشت کا ہڈ
ایک بات ایسی ہے کہ ابھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے اس کا ظہور ہو جائے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو
جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتے ہیں۔ میں اردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں۔ اس میں گنجائش
عجالت آرائی کی کہاں ہے۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اوروں کی اردو کے
ضیع ہوگا۔ خیر ہر حال کچھ کر دوں گا اور اردو میں اپنا زور قلم دکھاؤں گا۔ تم کا ہونا
دستوں کا آنا یہ چاہتا ہوں کہ تورات کو بڑی قسم کی شراب مقدار میں زیادہ ملے۔ کچھ تبریک
اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا قہر تمہارے نام کا اور نفیہ کا قہر تمہارے نام کا حسب حکم تمہارے
دل میں بھیجا جاتا ہے۔ میں نے نفیہ کا خانا ہونا اسی طرح لکھا تھا جیہا تم کو تھا ماخفا ہونا تھا
بھلا وہ میرے فرزند کیجیہا میں مجھ سے خاکیوں ہونگے اس سے آج تک میں خط اُنکے آپکو میر
ایک خط ابھی تمہارے خط کیساتھ ڈاک کا ہر کارہ دے گیا ہے۔ محرمہ شبنہ ۱۰۵۵

محکمہ اطلاع کرنا۔ میں قیمت بھیج کر منگوا لوں گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا
 انکی فرمائش ہے اُردو کی شرائط نام پائے تو اس کے ساتھ ان کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اُردو میں میں
 اپنی قلم کا زور کیا صرف کرو لکھا اور اس عبارت میں معافی نادر کیونکر بھروں گا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا
 لکھوں۔ کوئی بات کو لکھنی کہانی کوں سامضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمھاری رائے میں کچھ ہے
 تو محکمہ تباؤ ایک قرینہ سے محکمہ معلوم ہو رہا ہے کہ شاید گو غنٹ سو دو سو دس تینوں کی خریداری کر لی اور ان
 نسخوں کو دلائے بھیجے گی۔ کیا بعد کے ہفتہ دو ہفتہ میں تمھاری پاس آتا ہے حکم پہنچے۔ روزِ شنبہ ۱۸۵۸ء
 ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے تمھارا
 خط آیا اس کے دو سکر دن میں لے جواب بھیج دیا۔ آج تک تم نے اس کا جواب نہیں بھیجا۔ حالانکہ اس میں جواب طلب ہے
 تھیں یعنی میں نے اپنی نظم و شری کتب کا حال لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجائے
 وہ تم خرید کر کے مجھے بھیج دینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی شرائط کے واسطے
 تو دس تینوں کی خریداری کی خواہش کرو لکھا۔ مہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس مایہ کے فارسی سے
 اُردو کروں۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی مہر کے کھنڈ دے کو تم نے لکھا تھا
 کہ ملتی ہے۔ پھر اس کا بھی کچھ بیور نہ لکھا۔ میں اس کو ابھی کچھ نہیں سمجھا۔ اس کو کیوں کرو۔ ہاں ناں کچھ
 تمھاری مہر بہ الدین علی خاں کو دی گئی ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمھارے پاس پہنچ
 جائے اور ۱۸۵۸ء میں شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کھنڈے اس سے زیادہ درگاہ
 محکمہ روپیہ حرف سے اٹھانے حرف سے کیا علاقہ۔ تم کو اپنی مہر سے کام۔ تیج تو کہو کیا پھر کندھوں کی گئی ہے
 کس شکل میں ہو یا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خشکی کی وجہ لکھو۔ بہر حال اس خط کا جواب شتاباً
 اور اس خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں میں اور کس طرح ہیں
 برسرِ کار ہیں یا بیکار ہیں۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں نہ ہو غالب سہ چار شنبہ ۱۸۵۸ء

کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ منشن مل جائے۔ حواس ٹھکانے ہو جائیں تو کچھ فکر کروں پٹ پڑیں
 روٹیاں تو سبھی کٹاں ہوئیں۔ زیادہ زیادہ۔ غالب نے شنبہ۔ مہر جوڑی ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب۔
 ایضاً۔ پرسوں اور کل دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھ پر بے شمار
 معرفت کیا عنایت فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھ کو مل لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔
 کل جائیں گے۔ دستبوتھاری بھیجی ہوئی ان کے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار اکیسے سنبو اور اکر
 پنج آہنگ اپنے پاس سے انہی نذر کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجھ کو آج تک
 نہیں آئی۔ آخر قریہ تکو پارسلوں کی ملی ہوگی۔ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجھ کو بھیج دو رہے۔
 ستوش رہوں گا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ء۔
 ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں۔ اردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں بہت غزلیں
 نہیں ہیں۔ فلمی دیوان جوام واکل تھے وہ ٹٹ گئے۔ یہاں سب کو کہہ کھا ہے کہ جہاں بچا ہوا نظر آ جاوے
 محکمہ بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تھارے خیال میں ہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاف و نادر
 بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تمنے باپ شکر لکھتے ہیں نوشکر ایک دوست کے پاس
 اردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اس نے کہیں کہیں سے مسودات متفرق ہم پہنچے
 ہیں چنانچہ بہان ہو گئیں ویراں ہو گئیں۔ یہ غزل مجھ کو اسی سے ہاتھ آ گئی ہے اب میں نے
 اس کو نکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خط لکھ کر رہنے دو گنا۔ جب اس کے پاس سے ایک غزل
 آ جاوے گی تو اسی خط میں معوف کر کے بھیج دوں گا۔ یہ خط آج روانہ ہو جائے گا یا کل۔
 ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فرڈرک انڈنشن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غریب
 کی مح میں اور ایک قصیدہ جناب منسگری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں ہے۔
 کہو تو بھیج دوں گور فارسی میں اور چالیس چالیس ہینتالیس ہینتالیس شعر ہیں۔ کتب مکتوب کو کجا نیسے میں

الضباب ایک خاص کو سمجھو دو جلدیں دستنبو کی جگہ لکھنو بھیجی ہیں اور میرے پاس کوئی جلد نہیں
اب جو تم سے سنگاؤں اور یہاں سے لکھنو بھیجاؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب لوگ اطراف و جوان
سے مجھ پر فرمائشیں بھیجتے ہیں۔ تم سے بعیت کوئی نہیں منگوتا۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ یہ
حال کی سب تقسیم ہو گئیں ان معوضا جوں کی خاطر مجھ کو بہت عزیز ہے ایک روپیہ کے ۲ ٹکٹ
اور ۲ آنے کے دو ٹکٹ اس خط میں لفوف کر کے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنو
کو ارسال کرو۔ آنے آنے کے ٹکٹ اس پر لگا دو۔ ایک پارسل پر یہ لکھو۔ ایس پارسل بصیفہ پیما
پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنو۔ بہ محلہ نحاس۔ در امام بارہ اگرام الدخاں۔ بمکان میرزا غنایت علی
بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیونز این مہتمم مطبع میفد خلانق۔ از اگرہ۔ دوسرے
پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور۔ نام اوڈ۔ در لکھنو بہ احاطہ خاناماں۔ متصل تکیہ
شیر علی شاہ۔ بمکانات مولوی عبد الکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔
میں بھیجے۔ یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ دونوں لکھنو کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج
احمد۔ بسیل ڈاک روانہ کرو۔ اور یہاں صاحبان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجھ کو بھیج
تا کہ میں اپنے خط میں ان کو اطلاع دوں۔ ایسا مراؤڑ ہے اگر تم بھی اس راے کو پسند کرو
یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کی اپنی طرف سے بھیجی ہے
اسی طرح دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جو کفایت نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیجو۔ مگر اپنی
ہی طرف سے میر اس میں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونوں صاحب بالفضل ولی
میں وارد ہیں۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی خواہی اس کو کیا ہی چاہیے۔ ایک صلاح ہے
اور نیک صلاح ہے۔ مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ یہاں اردو کیا لکھوں۔ میرزا
سے کہ مجھ پر بارہ کی فرمائش ہو خیر ہوئی۔ اب میں کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھروں۔

ایضاً بجائی عاشق ماحشا اگر یہ غزل میری ہو سنا اور لینے کے دینے پڑے وہیں
 غریب کو بین کچھ کیوں کہوں۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص
 یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے۔
 اسے اس جفا پر متوں سے وفا کی میرے شیر شاہ اش حجت خدا کی
 میں نے سنا تھا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میرا کافی اثر
 ہو کر رہے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل ان کے کلام معجز نظام میں سے ہو۔ اور تذکروں میں قوم
 ہے۔ میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسے تخلص کھا ہے ورنہ غالب ہی کھتا رہا ہوں
 تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا۔
 وہ غزل جو مختار سے پاس پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اسکی نرزا حاتم علی تہر کو دیدینا
 جس دن یہ میرا حلقہ پہنچے اسی دن وہ غزل نقل کر کے ان کو بھیج دینا۔ دستبوی خریداری کا حال
 معلوم ہو گیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے صانع میں گئی ہونگی۔ جناب مملوٹو صاحب
 فائنل کسٹر پنجاب نے بذریعہ صاحب سز بہادر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد انکو بھی بھیج چکا
 ہوں۔ قصیدے میں نے دو لکھے ہیں۔ ایک اپنے مرتبی قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب
 بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منگلری صاحب بہادر کی طرح میں۔ ایک پچھن شعر کا۔ ایک
 چالیں بیت کا اور پھر فارسی۔ انکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے جانے بھی دو۔ میں غزلیں
 سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائیں گی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا
 اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ کچھ شعر
 بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے سوائے اسکے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہو گا
 گہنگار بلکہ فارسی غزل بھی والہ نہیں لکھی۔ صرف یہ وہ قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دوز

سے جلو دی ہو تو تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی ہوں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب کو کون سے

یہی یا ہندوستانیوں نے لیں۔ تم یہ بات محکو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گجرات سے آؤ یہ

جنس پُری نہ رہی اور یک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمو بے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے جو

زندہ ہیں ان میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں۔ جو زندہ ہے اُس میں مقدور نہیں۔ میں ایسا

جانتا ہوں یا تو صاحبان انگیزی کی خریداری آئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہوں گی۔ پورب میں

اکم کی ہوگی۔ میاں میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے۔

تھاری جگہ میرے دل میں ہے اب میں طبع آزمائی کرتا ہوں اور جو غزل تم نے بھیجی ہے

لکھتے ہوں خدا کرے تو کے نو شعر یاد آجائیں۔ غزل

تھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

ہاری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

کریدنے ہو جو اب راکھ جتو کیا ہے

جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

سوا سے بادہ کُلف نام شکو کیا ہے

یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

وگر نہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے

تو کس امید پہ کہنے کہ آرزو کیا ہے

وگر نہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے

پ رہا ہو بدن پر لہو سے پیرا ہن

و جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو گا

سایں مڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل

چیز جس کے لئے ہو ہمیں بہشت عزیز

ناترا یا اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار

شک ہے کہ وہ ہوتا ہی ہم سخن تجھ سے

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی

جو اہر شہ کا مصاحب پھر رہے اتراتا

یہ سہارا اقبال ہے کہ تو شعر یاد آگئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین ہفتہ کا

کو دہام تھارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگواد گے تو قیسے دونوں بھیج دینا مرقومہ شنبہ ۱۹ مارچ ۱۹۰۵ء

ایضاً بر خوردار نوشہرہ منشی شیو زین کو دُعا پہنچے۔ صاحبزادے کو منتظر تھا کہ آنے کا تھا کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہی ماسٹر رام چندر کے۔ انھوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیو زین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تھا راجا آیا۔ اب مجھ کو اُس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوگا کہ آنے کی تمھاری خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہر گو بند سہارے کا مین ٹرا احسان مند ہوں حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر میں اُن کو عمر و دولت دے۔ سعادت مند اور پیچھے آدمی ہیں ۱۲، تمھاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرع تم نے لکھا اور وہ چھاپا گیا۔ ہزار پانچ سو دس چھپ گئے۔ اب جو مصرع آؤ کہیں سے بہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو کم بھیجا ہے۔ صبر کرو وہ خود آئے دو۔ میں اُس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہو گا اُس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرع بھی تجویز کر دوں گا۔ مگر اتنا تم آؤر بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمھارا آج آ گیا ہے۔

پم فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آجایا گا ۱۳، شنبہ ۲۰ جولائی ۱۳۵۹ء

ایضاً بر خوردار کو بعد دُعا کے معلوم ہو۔ تمھارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بناوٹ ہند پہنچا۔ تمھارے تقسیم غریمیت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار منشی صر کے پوتے کو دیکھوں گا۔ رسالہ بغاوت ہند ماہ بامہ اور میاں الشعرا ہر مہینے میں دو بار پہنچتا رہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات ہو رہے گی۔ اپنے شیق دلی ماسٹر راجندر صاحب کو تمھارے آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے۔ جو رقم انھوں نے میرے رقم کے جواب میں لکھا ہے وہ تم کو بھیجتا ہوں پڑتے اگر دستنویس باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب۔ شنبہ ۲۳ جولائی ۱۳۵۹ء

ایضاً۔ میاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر پھر تم چکے ہو زبے نہ میاں الشعرا ہ بناوٹ ہند۔ نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہڈوی کی رسید۔ بر خوردار خواب شہاب الدین خاں نے

ایک یا کیا حال ہی میں ایک خط تھیل اور کچھ چکا ہوں اب سکا جوائن لکھنا والد عا چار شنبہ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ء
 شکار خور دانشی شیو نراین کو دوا پہنچے۔ خط مختار مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا حال یہ ہے کہ
 مسلمان امیروں میں تین آدمی نواب حسن علی خان۔ نواب مد علی خاں۔ حکیم حسن الدخاں۔ سوان کا
 یہ حال ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں۔ مہذا یہاں کی قحط میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں
 جائیں کہاں رہیں۔ حکیم حسن الدخاں نے آقا پوہا مالکتاب کی خریداری کر لی ہو اب وہ مکرر
 حالات و بار شاہی کیوں لیں گے۔ سوائے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں ہے۔
 وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کریں گے۔ تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس کا
 تاریخی جانے دو۔ رکتیخیر ہند۔ غوغاے سپاہ۔ فتنہ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ
 رئیس رامپور کے ہاں بھی مختار اخبار یا میعار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اُن کے تمہارے میعار الشعرا
 میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہلکویب تک اُن کا نام و نشان
 نہ ہوگا ہم اُن کے اشعار چھاپیں گے سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر
 ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں میں اور وہاں کے
 بادشاہوں کے رُوشناس اور مصاحب رہے ہیں۔ اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس
 ہیں۔ میں اُن کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھ کر اُن غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی
 غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُس کے لکھنے سے اُن کا نام اور اُن کا حال معلوم ہوا۔ نام اور
 حال وہ جو میں اور لکھ آیا ہوں اسکو آپ کے میعار الشعرا میں چھاپ کر اکیڈمی کو بجا و قہ رامپور کے پاس
 بھیج دو اور سزا مہر لکھو کہ در رامپور بردر دولت حضور سیدہ بخومت مولوی امیر احمد صاحب امیر
 تخلص برسد۔ اور مجھ کو اس کی اطلاع دو۔ اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کا مختار
 اخبار جاتا ہے یا نہیں ۱۲۔ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ء ع۔

اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اس کا جواب مانگوں۔ کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہوتے۔
 ایسی کہو۔ یہ خط تم کو میرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو انے لو ایک اور بات سنو۔
 تمہارا تو یہ حال کہ مجھ کو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری خواہش یہ کہ نواگئے نہ جبراً
 بہادر کی خبر جو وہاں تم کو معلوم ہوا کرے مجھ کو بکھا کر دے۔ خصوصاً اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقعہ
 وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا جدا جدا اگر یہاں فراہم
 ہو جائیں گے۔ دربار کی صورت خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست
 جاری ہو اس کی کیفیت۔ یہ سب مراتب مجھ کو لکھا کر دے۔ دیکھو خبردار اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا
 سنتے ہو۔ لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں۔ کاپور فرخ آباد ہوتے ہوئے اگر آئیں گے۔ کہاں
 کہاں کون کون رئیس آئے گا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہو گا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں
 کے ہاں اخباراتے بہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارا
 خط سے آگہی پاتا رہوں۔ تم جو لکھو گے منقح اور مفصل لکھو گے یقین ہے کہ براہِ زادہ عزیز
 یعنی تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علی خاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پر شاد کی سرکاری میں
 کردی ہو گی اس کی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چار شنبہ ۲ نومبر ۱۸۵۹ء۔ جواب کا طالب غالب
 ایضاً بر خود اردو خط آئے۔ اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ او وہ اخبار بھیجی
 ضیاء الدین خاں کے ماں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اس کی حاجت نہیں
 اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کر دے۔ میرا مقصد اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار سب سے بے
 وہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجھ کو لکھو اور جب نواب علی القاب اگر وہ میں آجائیں تو
 اپنا مشاہدہ مجھ کو لکھتے رہو پس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیج دیا ہوں
 اور دونوں کتابیں نجات ہند پر سوں بھیج چکا ہوں۔ تمہارے والد کی طرف سے مجھ کو ٹہری

ت سے ستمبر تک پچاس ہجیر الشعرا و لغات ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۱۷ مجلہ دئے اور میں نے
 سنڈوی لکھو اگر وہ ہنڈوی اپنے خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں
 پہنچا۔ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو بھی کیا ذکر ہے۔ خدا
 کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جُدا جُدا لکھو۔ آج اگست کی ۱۷۔ پیرہ کا دن ہے پہلا
 میعار الشعرا کا بھی نہیں آیا یہ ہے کیا؟ مہر تھاری کھڈنی شروع ہو گئی ہے۔ اسی اگست کے
 مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤں اور
 کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو نہ دیکھا
 اگر تمہارا خط یا میعار الشعرا یا لغات ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو بھاڑ ڈالو گنا
 ورنہ کل صبح کو ڈاک میں بھجا دوں گا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہہ دینا۔ غالب
 مرقومہ چار شنبہ ۱۷ مارچ اگست ۱۸۵۹ء شروع وقت دوپہر۔ *

ایضاً۔ کیوں میری جان۔ تم نے خط لکھنے کی قسم کھالی ہے۔ یا لکھنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر
 ماہیں ہو؟ تمہارے مطلع کا کیا حال ہے؟ تمہارا کیا طور ہے؟ تمہارے چچا کا مقدمہ کیوں کر
 نیصل ہوا؟ میرا کام تم نے کس طرح درست کیا؟ کرو گے یا نہیں؟ میعار الشعرا کا پارسل پہنچا؟
 لغات ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو۔ اور شتاب لکھو۔
 غالب محرمہ پنج شنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء شروع *

ایضاً۔ برغوردار نشی شیو زاین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب
 اصر سے نہیں آتا۔ دو مجلہ لغات ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا
 تھا اُس کا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علی خاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمہارے نام
 سے لکھی تھی انہوں نے تم کو نہ پڑھائی ہوگی۔ اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا۔ ولایت کی عرضی

بھیجا ہے آپ کے پاس سکی نقل بھیجتا ہوں۔ اگر تمھارا جی چاہے تو اس کو چھاپ دو اور جس لمبر میں یہ چھاپا جاوے وہ لمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا اور اب فرمائیے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں۔ قطعہ

دریں روز کارِ ہایون و قریح	کہ کوئی بود روزِ کارِ چراغاں
شدہ گوشِ پُر نورِ چوں چشمِ بینا	ز آوازِ شہتہارِ چراغاں
مگر شہرِ دریا سے نورِ ست کا بیجا	نگہ گشتہ ہر سو دو چارِ چراغاں
بسرِ بُردہ بر چرخِ مہرِ منور	ہمہ روز در انتظارِ چراغاں
گواہِ من اینک خطوطِ شماعی	کہ دارد دلش خارِ چارِ چراغاں
دریں شب رَقابا شد ابرِ چرخِ گرداں	کمند گنجِ انجسمِ شارِ چراغاں
نبودست در دہریں پیشِ ہرگز	ہدیں روشنیِ رُوسے کارِ چراغاں
شدارِ فیضِ شاہنشاہِ انگلستان	فزولِ رونقِ کار و بارِ چراغاں
چہ اندازِ و کٹوریا کز فروغِ ش	ز آتشِ مددِ لالہ زارِ چراغاں
ز عدلش چنان گشت پروانہِ امین	کہ شد دید بانِ حصارِ چراغاں
بفرمانِ سر جانِ لارنس صاحب	شد ایں شہرِ آئینہ دارِ چراغاں
بدلیِ فلک تہ ساندرس صاحب	بر آراست نقش و نگارِ چراغاں
شادِ سعیِ ہنری ابرٹن بہاد	رواں ہر طرف جو ببارِ چراغاں
سخنِ سنجِ غالبِ زر و عقیقت	دعائے کند در بہارِ چراغاں
کہ با و افروزِ سالِ عمرِ شہنشاہ	بُروے زمیں از شارِ چراغاں

ایضا بر خوردارنشی شیونزین کو دعائے دوام دولت پہنچے۔ محلِ تمھارا خط پہنچا

تشویش ہے۔ دُعا کر رہا ہوں خُدا میری دُعا قبول کرے اور اُن کو شفا سے کامل دے۔

میرے دُعا اُن کو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علی خاں غریز کا حال معلوم ہوا۔ یہ عالی خاندان اور نامز پروردہ آدمی ہیں۔ ان کو جو راحت پہنچاؤ گے۔ اور جو اُن کی خدمت بجا لاؤ گے اُس کا خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوائے دُعا کے کیا لکھوں ۱۲ غالب روز یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۳۵۹ء

ایضاً میری جان دو جلدیں نفاوت ہند کی پرسوں میرے پاس پہنچیں اُس وقت برخودا میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے ایک جلد ان کو دی۔ کل ایک پارسل اُن میرے پاس آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستبنو کا پارسل ہو گا دیکھا تو وہی دو جلدیں نفاوت

کی ہیں حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہر اہتمام ارسال نے ازراہ سہو دوبارہ بھیج دی ہیں چاہتا تھا کہ لفاظہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیج دوں پھر سوچا کہ پہلے تم کو اطلاع کروں شاید یہیں کسی اور کو دلوادو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے۔ جو کہو سو کروں۔ کہو تم کو بھیج دوں کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیج دوں۔ میرے کسی کام کی نہیں۔ واللہ

راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۳۵۹ء ع

ایضاً برخودار کا مکار کو بعد دُعا کے معلوم ہو کہ دستبنو کے آغاز کی عبارت اڑو سے احتیاط دوبار ارسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپ نے اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہو گا یا اب چھاپے گا۔ بہر حال اس شہر کے اخبار سنئے۔ حکم ہوا ہے کہ دو شنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کورات کے وقت سب جمع ہوں اگر یہ اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کشنربادری کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہجد ستی میں کہ اٹھارہ جینے سے نشن مقرر ہی نہیں پاتا اپنے مکان پر روشنی کرے گا اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھ کر صاحب کشنربادری شہر کو

ایضاً میاں دیواں کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن کر تو بچہ کلام کرو۔ میرٹھ
 میں تھا کہ ایک خط تھا راہنچا۔ سرنامہ پر لکھا تھا عرصہ شدت عظیم الدین احمد۔ منہ نام میرٹھ
 واشدہ شد۔ اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ یہ جو حالت
 معلوم ہو کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اٹھانے کی واسطے چھاپا چاہتے ہیں
 خیر چپ ہو رہا۔ جب میں رامپور سے میرٹھ آیا۔ بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کے ہاں اتر ا۔
 وہاں منشی ممتاز علی صاحب میرے دوست قدیم محکمہ ملے انہوں نے کہا کہ اپنا اردو کا دیوان
 محکمہ بھیج دیجیے گا۔ عظیم الدین ایک کتاب فروش اس کو چھاپا چاہتا ہے اب تم سنو دیوان
 تم واکمل کیاں تھا۔ ہاں میں نے عذر سے پہلے لکھو اگر نواب یوسف علی خاں بہادر کو راہ
 بھیج دیا تھا اب جو میں دلی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نے محکمہ
 تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اردو لے کر اس کو کسی کاتب سے لکھو
 محکمہ بھیج دینا میں نے رامپور میں کاتب سے لکھو اگر بسیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو دلی بھیج
 تھا۔ آدم برسر دعائے سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہتے
 بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لیکر بھیج دوں گا مگر کاپی کی تصحیح کاؤ
 کوں کرتا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ میں۔ اب کہو میں کیا کرتا۔ دلی آکر ضیاء الدین
 خاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھیج دیا۔ اگر میں اپنی خوش
 چھوٹا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا۔ آج
 میں نے تکریم خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط بھیجا ہے۔
 ان کو لکھا ہے اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا
 جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے پاس بھیج دوں گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے

خوش ہوا۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونوں میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو
 ن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمھارے یہ۔ میں حسب الطلب نوا صاحب کے
 ستانہ یہاں آیا ہوں۔ اور اپنی صفائی بذریعہ ان کے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں
 دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ کتاب اور عرضی اواسط ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کر کے یہاں
 آیا ہوں۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے۔ یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہو گا۔

دریں آشکارا چہ وارد ہواں

برہنیم کہ تا کردگار جہاں

اپنے والد کو میری دعا کہدینا۔ میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمھاری
 سے فارغ نہیں ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے شنبہ ۳ رابع ۱۲۸۷ ع غالب
 یضاً بر خور دار اقبال آتار ششی شیو زابن کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بناوت ہند کا
 رورقہ معیار الشعر کا معرفت بر خور دار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا۔ اور آج
 شنبہ ۱۲ رابع کی ہے کہ ایک نسخہ بناوت ہند بھیجا ہوا تمھارا راہ پور پہنچا۔ خدا کو جیتا رکھے
 میں شنبہ کے دن ۱۴ رابع کو دلی روانہ ہو گا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور
 ال خطوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجنا۔ ماں بھائی ان دنوں میں بر خور دار میرزا یوسف علی
 ماں آئے ہوئے ہیں آج ہی ان کا خط لکھو پہنچا ہے تم ضرور ان سے ملنا۔ منشی امیر علی صاحب
 کے ماں وہ اترے ہوئے ہیں۔ ان کو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے
 آؤ وہاں جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام پور ہے گا۔ اور اگر وہ ماتر س گئے
 ہوں تو یہ رقعہ جو تمھارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ماتر س کو
 شیخ کریم بخش جو کیداروں کے دفدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا۔ ضرور
 ضرور۔ از غالب۔ رواں دہشتہ چار شنبہ ۱۲ رابع ۱۲۸۷ ع وقت دوپہر۔

بدستور بے کم و کاست جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقررہ تھی
 مسدود ہو گیا۔ یہاں تک کہ صاحب سکریٹری بھی مجھ سے نہ ملے اور کہا بھیا کہ اب گورنمنٹ
 کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں۔ میں فقیر متکبر یا یوس دانی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا
 اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا۔ بڑے لارڈ صاحب کے درود کے زمانے میں
 نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے دربار کیا۔ خیر کرو محکوم کیا۔ ناگاہ دربار
 کے تیسرے دن بارہ بجے چہرہ اسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے۔
 بھائی یہ آخر فوری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اس دایں ہاتھ کے زخم کے
 سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک بھوڑا جُدا ہے۔ حاجتی میں پیشاب کرتا
 ہوں۔ اٹھنا دشوار ہے بہر حال سوار ہو گیا۔ پہلے صاحب سکریٹریا در سے ملا پھر نواب
 صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنائیں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل
 ہوئی۔ یعنی عنایت سے عنایت اخلاق سے اخلاق۔ وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا
 کہ یہ ہم تجکو اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور فردہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار
 میں بھی تیرا المبر اور خلعت کھل گیا۔ ابنا جادربار میں شریک ہو۔ خلعت پہن۔ حال عرض کیا
 گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہونا۔ اس پھوڑے کا بڑا ہوا بنالے نہ جاسکا
 اگرے کیونکر جاؤں۔ بابوہر گو بند سہاے صاحب کو سلام مضمون واحد۔ ہر مٹی۔
 ایضاً میاں تھاری باتوں پر تنہی آتی ہے۔ یہ دیوان جو میں نے تم کو بھیجا ہے تم کو
 ہے وہ اور کون سی دوچار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خان عزیز کے پاس ہیں اور اس
 دیوان میں نہیں اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان
 سے باہر نہیں معہذا ان سے بھی کہوں گا اور وہ غزلیں ان سے منگا کر دیکھ لوں گا

قومیں ناچار ہوں میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ اگر سرگزشت کو بھی سن کر محجو گنہگار ٹھہراؤ تو اچھا میرا
 سن میری قصصِ معات کجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے یقین ہے کہ کاپی شروع نہ
 ہوئی ہو حاد دیواں میرا میرے پاس لائے اور تم کو پہنچ جائے۔ ۱۹ یا ۲۰ جنوری سن ۱۳۶۶
 کتاب اور دونوں عیضاں ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد
 رفت سے سو گزر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ میں خواہی آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی میں
 جواب کے آئینکا مترصد ہوں دیکھئے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے
 ایضاً۔ بر خور دانشی شیونزین کو دغا کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی تحریر پہنچی۔ سنو
 میری عمر شریس کی ہے اور تمہارا دادا میرا ہم عمر اور ہمایز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب
 خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمہارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرما
 تھے کہ میں ہنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سنو سوا سوا
 رس کی ہماری تمہاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ پیام کی راہ و رسم نہیں اور اس
 و رسم کے سدود ہونے کا حاصل ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر
 تم کو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو محجو ببیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت
 سنو۔ چٹا جینا سے کہ سید سے ہاتھ میں ایک ٹھنسی نے صورت بھڑے کی پیدا کیا
 پھوڑا ایک کر پھوٹ کر ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بن گیا۔ ہندوستانی جراحوں کا
 علاج سا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلاٹیاں دوڑ
 رہی ہیں۔ اُسترہ سے گوشت کٹ رہا ہے۔ بیٹن دن سے صورت اقامت کی نظر
 آنے لگی ہے۔ اب ایک انور دستان سنو۔ عذر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے
 اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پیشن کھلا۔ چڑھا ہوا روپہ دام دام ملا۔ آئندہ کو

بنام بابو گویند سہا سے صاحب

برخوردار بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہیں تم سے۔ ایک تو یہ کہ یہاں مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آ گئے۔ کوئی کہتا ہے آویں گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب ایک تو کاس ٹیلن اور ایک اوڈٹام یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم میں روپیہ چوبیس روپیہ درجن آتی تھی۔ اب یہاں پہلے تو نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اب پچاس روپیہ اور ساٹھ روپیہ درجن آتی ہے۔ وہاں تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک بھیج سکتی ہے یا نہیں یہ دونوں امر دریافت کر کر محکو جلد لکھو۔ اگر قیمت مناسب ہاتھ آئے اور اس کا بھیجنا ممکن ہو تو یہاں سے روپیہ کی ہڈی بھیج دوں اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑوں میں محکو بہت تکلیف ہے اور یہ گر جھال کی شراب میں نہیں پیتا۔ یہ محکو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے چار شنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۷ء ضروری جواب طلب از غالب جاں بلب۔

ایضاً صاحب تم کو دُعا کہتا ہوں اور دُعا دیتا بھی ہوں۔ شراب کی قیمت کے دو خط نیچے۔ بھائی کاس ٹیلن اور اوڈٹام دونوں چوبیس روپیہ درجن میں ہمیشہ لیا کرتا تھا اب یہاں مہنگی ملتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید وہاں اڑاں ہو۔ خیر اس کو جانے دو۔ روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

بنام نواب امین الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی صاحب ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے ہمارے بزرگوں میں قربتیں بہم پہنچیں۔ رنج کا میرا مختار

تصویر میری لے کر کیا کرو گے۔ بیچارہ عزیز کو نہ کچھ اس کے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھ کو لکھو۔ میں مصور سے کچھ اکڑ تم کو بھجوا دوں نہ نذر درکار نہ شمار۔ میں تم کو اپنے فرزندوں کے برابر جانتا ہوں اور شکر کی جگہ ہے کہ تم فرزندِ سعادت مند ہو۔ خدام کو جتیار رکھے اور مطالبِ عالیہ کو پہنچا دے۔ سہ شنبہ سہ جولائی سن ۱۲۹۲ ع۔ ۴

ایضاً میاں میں جانتا ہوں کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہیں کی۔ میرا دعا یہ تھا کہ وہ تم پاس امر کو ظاہر کریں کہ دلی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا کہ حکیم جن اللہ خان صاحب تمہارا بھیجا ہوا فرم مجھ کو دیں اور وہ جو میں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمہارا ارادہ اُس کے چھاپنے کا نہیں ہو کر میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا اور میں نے نظر تمہاری ناخوشی پر بغیر اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ او کو چھاپنے کی اجازت دوں۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا۔ میں سمجھا کہ تم تھا ہو میں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ بر جو درار شیونز این سے میری تقصیر معاف کر دینا۔ بھائی خدا کی قسم میں کو اپنا فرزند و لبند سمجھتا ہوں۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ رامپور کہ وہ دیوان صرف تمہارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلی میں تصویر پر ہزار ستوجو ہم پہنچا کر مولیٰ اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں وہ تمہارا مال ہے۔ جاہو اپنے پاس رکھو جاہو کسی کو دے ڈالو جاہو بچاڑ کر بھینک دو۔ تم نے دستیوں کی جدول اور جلد بنوائے ہم کو سوغات بھیجی تھی۔ ہم نے اپنی تصویر اور اردو کا دیوان تم کو بھیجا۔ میرے پیارے دوست ناظر منسی دھر کے تم یادگار ہو ۵ لے گل تو خرسند تو ہوئے کے داری ۶ خوشنودی کا طالب غالب۔ ۱۰۔ جنوری سن ۱۲۹۲ ع۔ ۴

بھائی مرزا علاؤ الدین خاں تم کو کیا لکھوں جو وہاں تمھارے دل پر گزرتی ہو۔ یہاں میری نظر میں ہے۔ خیر دُعا سے مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً براہ صاحب جمیل المناقب عظیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون دُعا سے بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رُو سے فارسی دو غزلوں کی سپید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل گوہر تہاں گفت۔ آخر تہاں گفت۔ جو تمھارے حسب الطلب بھیجی ہے کیا نہیں پہنچی ہو گی تم مجھ کو گئے ہو گے۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللہ بنی علانی ہوئی اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے نصیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اُردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے۔ جھنجھوٹی کے اونچے سُروں میں۔ راہ رکھوائی جاوے۔ اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سُن لوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ۔ اربعہ الاول ۱۲۸۲ ہجری غزل

تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی
ہیں بوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی
کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی
خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی
سیر کے مٹے تھوڑی سی رضا اور سہی
زہر کے اور سہی آبِ بہت اور سہی
ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

میں بوس مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی
غیر کے مرگ کا غم کس لئے اے غیرتِ ماہ
تم ہو بیت پھر تھیں پندار خدائی کیوں ہے
حسن میں جو ہے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی
تیرے کو چہ کا ہے مائل دل مضطر میرا
کوئی دُنیا میں گر باغ نہیں ہے واعظ
کیوں خفروں میں وضع کو غلامیں یارب
جکھو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
مجھ سے نکالتِ علانی نے غزل لکھوائی

معاملہ کیہ بچا جس برس سے میں تم کو چاہتا ہوں بے اس کے کہ چاہت تمہاری طرف سے بھی ہو۔
 چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا میں تمہیں چاہتا رہا تم مجھے چاہتے رہے۔ وہ
 امر عام اور عام خاص کیا مقتضی اس کا نہیں کہ مجھ میں تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص
 پیدا ہو جائے وہ قربت اور یہ مودت کیا پیوند خون سے کم ہے۔ تمہارا یہ حال سنوں
 اور بیتا بنے ہو جاؤں اور وہاں نہ آؤں۔ مگر کیا کروں مبالغہ نہ سمجھو۔ میں ایک نابالغ نوجوان
 ہوں۔ ایک مردہ شخصہ پر دی رواں + انحلال روح کا روز افزوں ہے۔ صبح کو تیرپہ
 قریب دوپہر کے روٹی۔ شام کو شراب۔ اگر اس میں سے جس دن ایک خیر اپنے وقت پر
 نہ ملے۔ میں مرلیا۔ واللہ نہیں آسکتا۔ باللہ نہیں آسکتا۔ دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر
 بھی نہیں۔ دوست نہ سہی۔ دشمن بھی تو نہ ہوں گا۔ محبت نہ سہی عداوت بھی تو نہ ہوگی
 آج تم دونوں بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہ ہو۔ میں لم یدو لم یولد ہوں
 میری زوجہ تمہاری بہن میرے بچے تمہارے بچے ہیں خود جو میری حقیقی بھتیجی ہے اسکی
 اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بکیوں کی واسطے۔ تمہارا دعا
 ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں۔ تمنا یہ ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا کہ
 تم جیسے رہو اور تم دونوں کے سامنے مرجاؤں تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے تو چنے تو
 دو گے۔ اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ پوچھو گے تو میری بلا سے میں تو موافق اپنے
 تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ الجھوں گا۔ جناب والدہ ماجدہ
 تمہاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں سنو
 بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت بڑے ہیں۔ کثرت اہل صحت احباب
 تنہائی ہے نہ ملول رہو گے۔ حرف و حکایت میں مشغول رہو گے آؤ آؤ شباب آؤ۔

کا حال کیا کھوں بقول سعدی علیہ الرحمۃ ۛ نماں د آب جز آغشیم مژدیم ۛ شب روز
 آگ برستی ہے۔ یا خاک نہ دن کو سُوج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمین سے اُٹھتے
 ہیں شعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال کھوں عقل نے
 کہا کہ دیکھ نادان ظلم انگریزی دیا سلامی کی طرح جل اُٹھے گی اور کاغذ کو جلا دے گی۔ بھائی
 ہوا کی گرمی تو بڑی بکاس ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے۔ وہ اُور بھی جا لگزا ہے۔ خیر
 اب فضل سے قطع نظر ایک کو دک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ
 وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔ پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اُس کا باپ بھی اُس کے ساتھ
 تھا۔ میں اُس سے پوچھا کہ کیوں صاحبِ مینُ تمھارا کون ہوں اور تم میرے کون ہو۔
 ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضرت آپ میرے دادا ہیں اور میں آپ کا پوتا ہوں۔ پھر میں نے
 پوچھا کہ تمھاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی آکا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی
 میں نے کہا تو لو ہمارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت میں تو آکا جان سے روز
 کہتا ہوں کہ لو ہمارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت میں کیوں بن گئے۔
 سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ میں اس کی خوبی
 اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اس کو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔
 تم اُس کو بلا کیوں نہیں بھیجتے۔ مگر بھائی غلام حسین خاں مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین
 وحید حسن اور اُن کی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا۔ علاؤ الدین خاں جیسا ہوشمند ہمدان
 بیٹا۔ فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیرین سخن پوتا۔ یہ دو عطیہ عظمیٰ و
 مہربت بکری ہیں تمھارے واسطے من جانب اللہ ۛ

اگر در یافتی برداشت بوس

وگر غافل شدی افسوس افسوس

ایضاً براہ صاحب جمیل المناقب عیم الاحسان سلامت۔ تمہارے تیغ طرح طبع کے واسطے ایک نسل
 نئی کھڑی کر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں۔
 سو بخ لیل و نہار لکھتا ہوں۔ کل پنجشنبہ ۲۵ مئی کو اول روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی پھر
 خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کڑھ زہر ہو گیا۔ بڑے دریا کا دروازہ ڈھلایا
 گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمیں کا پیوند ہو گئی۔
 سڑک کی وسعت دو چند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور منور
 کے ڈیوٹریوں کے جھنڈیوں کے پرچم پھرتے ہیں۔ ایک شیر زور آور اور سلطان بندر پیدا ہوا
 مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہے۔ فیض اللہ خاں نگلش کی جویلی پر جو گلدستے ہیں جسکو عوام گزری
 کہتے ہیں ان میں سے ہلا ہلا کر ایک کی بنا ڈھادی اینٹ سے اینٹ بجادی واہ رے بندر یہ
 زیادتی اور پھر شہر کے اندر گیستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عمیر الحال
 عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہے۔ بلی ماروں کے محلہ میں ٹھہرا
 ہے۔ بحسب ضرورت حکام شہر سے مل لیا ہے۔ باقی گھر کا دروازہ بند کئے بیٹھا رہتا
 ہے۔ گاہ گاہ نہ ہر شام و پگاہ غالب علی شاہ درویش کے تکیہ پر آ جاتا ہے۔ ہر شہر
 حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے اس کے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے
 کہ یہ باپ سے بھر گیا ہے۔ مین جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھئے
 انجام کار کیا ہو۔ غالب علی شاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۲ مئی ۱۳۸۵ ع
 ایضاً۔ جمیل المناقب عیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام سنون و دعاے بقائے دو
 روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی تمہاری
 خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ خاتم کو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے۔ یہاں

بنام مرزا علاؤ الدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تھا اخط پہنچا۔ مطالب دل نشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجکو غرض نہیں

کیا اچھی مباحی ہے کسی کی

کافر بگمان خدا پرستم داند
اے کاش کہ ہر آنچہ پرستم داند

مومن بخیال خویش مستم داند
مردم ز غلط انہی مردم مردم

بھائیوں سے پھر نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جو اہر خبردار میرا سلام
اخیں کو اور اُن کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں

واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

تاب لا سے بنی گئی غالب

بہت نکلے میرے امان لیکن پھر بھی کم نکلے

ہزاروں خوشیوں ایسی کہ ہر خواہش یہ دم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونوں شعر جب حال نظر آئے اس واسطے
لکھ دیے گئے تم نے ہمارے جدید مانگے خاطر تمہاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرعے آگے کے
کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں اُن پر فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر
لکھا سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہوں۔ بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ
چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں

غلام ساتی کو ترہنوں مجکو غم کیا ہے

بہت سہے غم گیتی شراب کم کیا ہے

مطلع ثانی

تمہاری طرز و روش جانتی ہیں ہم کیا ہے
کوئی تباؤ کہ وہ زلفِ خم بخم کیا ہے
کسے خبر کہ وہاں جنبشِ قلم کیا ہے

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے
کئے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلائے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود

آج ۲۲ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ لفظ انقلاب صیفی میں۔ دن گھٹنے لگا
 جا بیٹے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب۔
 ایضاً بھائی صاحب آج تک سو بختارہا کہ یکم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا
 لکھوں۔ لغزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقینِ صبر۔ دُعائے مغفرت۔
 سو بھائی اظہارِ غم تخلّف محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔
 تلقینِ صبر بیداری ہے۔ یہ ساتھ عظیم ایسا ہے جس نے غم رحلتِ نوابِ مغفور کو تازہ کیا
 پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ رہی دُعائے مغفرت میں کیا اور میری دُعائے
 مگر چونکہ وہ میری مرتبہ اور محسنہ تھیں دل سے دُعا نکلتی ہے۔ مہذا تمہارا یہاں آنا سنا جاتا تھا
 اس واسطے خط نہ لکھا۔ اچھ معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔ اور اس سبب آنا نہ ہوا۔ چند
 لکھی گئیں حق تعالیٰ ان کو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔ تمہاری خوشی کا طالب غالب ۱۵ نومبر ۱۳۲۶ء
 ایضاً ان کرم خدا کرم کیندست میں ابد ابدائے سلام سنون ملتس ہوں۔ تمہارا شہر میں رہنا
 موجب تعویتِ دل تھا۔ گونہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے۔ بھائی ایک سیر دیکھ
 رہا ہوں۔ کئی آدمی طیور آیشاں گم کردہ کی طرح ہر طرف اُڑتے پھرتے ہیں۔ اُن میں سے
 دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔
 علانی کو کب بھیجے گا ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن میں بارش شروع
 ہو جائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہے گا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تبرک
 نہیں۔ لو ہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ دُخانی جہاز کہاں سے لاؤں۔
 اے زفر صحت بے خبر درہر جہاں باشی زو دباش۔ علانی کے دیدار کا طالب
 غالب۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱۷ محرم ۱۳۲۶ء ہجری۔

اب بھی قاصر نہ ہو چکا۔ تانتخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدل کر مخلوب رکھ لیا ہے۔
ایضاً۔ یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۹۷۵ء

شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح قناد	خواریاں قص کنان ساغر شکرانہ زدند
قدسیان بہر دُعائے تو ووالا پدرت	قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رام پور تھا اسباب ساعدت ہو گئے بشرطیات جمعہ کو روانہ ہو چکا
 رٹکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا
 نائد ہے ایک بار میں صاحب کشن کی عبادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا
 مزاج کی خبر پوچھ آیا۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ۔

ایضاً جانا جانا ایک خط میرا تمہارے دو خطوں کے جواب میں تم کو پہنچا ہو گا۔ آج میں علی اصغر
 خاں بہادر کے گھر گیا ان سے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فتح میر کی ماں کو کچھ بھیجو کہ سال بھر کی
 تنخواہ کی رسید بھیجیں یہاں سے روپیہ بھیج دیا جائیگا۔ آج منگل ہے، راجپان کی اور
 ۲۶ دسمبر کی۔ دونوں بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے۔ میں
 برسوں یوم انیمس کو مرحلہ پیا ہوں گا۔

اول آخر ہر منتہی در اکرام و عورت	آخر حاجیب تمنا تہی از مال و دولت
----------------------------------	----------------------------------

تو کمان گروہ کہہ کر فارسی گھارا کر چٹھ سے ہندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حضور نے دینی
 کی ہے ایک علی اصغر خاں سے ایٹھی دونوں کل آئیں گی۔ مرزا نعیم بیگ بن مرزا کریم بیگ
 دو تین ہفتہ سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں۔ زاد کی خدائے چٹھی
 فقیر برکی۔ راحلہ وہ جائیں فقط غالب۔

ایضاً صبح دو شنبہ شانزدہم از مہر صیام۔ میری جان نے ہماں کا قدم تم پر مبارک ہو

خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے وگرنہ فہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے یقین ہے ہم کو بھی لیکن ایک سیس دم کیا ہے	خوشروا شکر کا قائل نہ کیش و ملت کا وہ داد و دید گر نما نہ شرط ہے ہمد سخن میں خاتمہ غالب کی آتش افشانی
---	---

لو صاحب تھا افرانِ قضا تو ان بچا لایا لکڑا اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر باقی
رکھو گے اور اردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فراواں دولت
فروں باد فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۳۰۷ ع بارہ پر دو بجے تین کا عمل ۔

ایضاً مرزا دروہ از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علی خاں اور
حسین علی خاں مع ۴ مرغ ۶ بڑے اور ۶ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے
اُن کے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب
وقتِ رخصت ایک ایک دو سالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ بن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے
یہاں وارد ہیں اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ ولی چلوں گا
اور وہاں سے لوہارو جاؤں گا۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں
چلوں گا۔ آپ چال چوکے اردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب تھا اس کو تم نے
فارسی لکھا۔ اور فارسی بھی مقصدیانہ نہیں کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بے صیغہ مفرد نہیں
یہ وہی چھوٹی ہے بڑی ہے کا قصہ ہو۔ خیر خانہ دکھاؤں گا مکتبہ فہم کام کا مقصد کمال
لوں گا۔ میں نے تو پلٹے وقت قریح سیر کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کھلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی
اپنا مدعا کہو تو میں اس کی درستی کرتا لاؤں جواب آیا کہ اور کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا مقصد
ہے سو اس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکاء کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اس
کا ذکر کرتے تو میں اُن کے خالو اصغر علی خاں کے نام عرضی یا خط لکھواتا لاتا۔ بہر حال

خدا کا مقہور۔ خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیوقوفیت میں گرفتار۔ تمھارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر ہم پہنچاؤں۔ واقعہ کر بلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔ لیکن واللہ تمھارا حال اس گیتان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا۔ تمھارا خالق تمھاری اور تمھارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ میں ہوں۔ **ایضاً** چاشتگاہ شنبہ دوازم نو مبر الشیخ۔ آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خاں تمھارا خط اور مصری کی ٹھیلیا لیکر آئے میں اُس کو لو کر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دوسیر نکلی۔ خاٹہ دولت آباد۔ یہی کافی دوانی ہے اور حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باقرا آیا۔ تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانے والا ہے۔ میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں۔ لیٹے لیٹے مصری کی رسید کھدی مطالب مندرجہ خط کا جواب بشرط حیات کل بھیجوں گا۔ غالب۔ *

ایضاً۔ اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لو ہار دیں چننا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند اجاب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کئے ہیں۔ میں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجا ہوا وہاں بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہوں گے اگر ان کا ایک پارسل بنا کر بسیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی ادھر آنے والا ہو اُس کو دید گے تو موجب میری خوشی کا ہوگا اور میں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے بچوں کو دُعا۔ غالب **ایضاً** جان غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار سے سنا ہے کہ نجات دساتیر کی فرہنگ

اللہ تعالیٰ تمھاری اور اُس کی اور اُس کے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے تمھاری طرز
تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سدید ہے۔ ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیز
جاتا ہے۔ واضح کھوتا احتمال رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا توبہ توبہ خط کا ہے کو ایک تختہ
کاغذ کا میں نے سرسریٹھا لطیفہ و بندہ و شوخی و شوخ چینی کا بیان جب کرتا کہ فحوائے عبارت کے
جگر خوں نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار۔ ایسا زباں آور۔ ایسا عیارِ طرار۔ یوں
عاجز و در ماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمھارا غم جدا۔ ساغرِ اول و در و کیا دل لیکر آئے
ایسا زباں لیکر آئے کیا علم لیکر آئے۔ کیا عقل لیکر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے
کسی شیوہ کی داد نہ پائے گویا نظیری تمھاری زبان سے کہتا ہے

جو ہر بنیش من در تہ زنگار عیانند	آنکہ آئینہ من سخت پر دخت دریغ
----------------------------------	-------------------------------

بھائی اس معرض میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم
میں نے اپنی نظم و شعر کی داد باندہ یا سیت پائی نہیں آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا۔ قلندری آزاد کی
وایتار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں
نہ آئے نہ وہ طاقتِ جہانی کہ ایک لاشعی ہاتھ میں لوں اور اُس میں شطرنجی اور ایک ٹین کا
لوٹامع سوت کی رستی کے لٹکاؤں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا۔ کبھی
مصر میں جا ٹھہرا۔ کبھی نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا مین زبان بن جاؤں
اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ یہی۔ جس شہر میں رہوں اس شہر میں تو جھوکھا نکلا
نظر نہ آئے

نہ بیتاں سراے نہ میخانہ	نہ دستاں سراے نہ جانانہ
نہ رقص پر پی پیکران بر بساط	نہ عوغائے رامشگراں در باط

تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو
چلا جاؤں گا ۵

قرخ آں روز کہ از خانہ زندان دم سوئے شہر خدازین دئی ویران بروم
گلانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں دو فارسی غزلیں دو اردو غزلیں اپنے
حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں بھائی صاحب کی نذر غزل

از جسم بجاں نقاب تاکے این گوہر پرفروغ یارب ایں ماہر و سالک قدس یتابی برق جودے نیست جاں در طلب نجات تا چند پیش ز توبے حساب باید	ایں گنج دریں خراب تاکے آلودہ خاک و آب تاکے واماندہ خورد و خواب تاکے ماویں ہمہ اضطراب تاکے دل در تعب عتاب تاکے غماہے مرا حساب تاکے
---	--

غالب چنیں کش کش اندر
یا حضرت بو تراب تاکے

دش کنز گردش ختم گلہ بر رومے تو بود اچہ شب شمع گماں کردی و رفقی بقتاب چہ عجب صلح اگر نقش دہانت گم کرد بکفت باد بسا دایں ہمہ سوانی دل مردن و جاں بہ تمنائے شہادت داد دوست دارم کہ ہے راکہ بکارم ز وہ اند	چشم سوئے فلک زو سخن سوئے تو بود نقشم پردہ کشائے اثر خوئے تو بود مکان خود از حیرتیاں رخ نیکوئے تو بود کاخ از پردہ گیان شکن سوئے تو بود ہم از اندیشہ آزدین بازوئے تو بود کایں ہانست کہ پیوستہ در آبروئے تو بود
---	---

وہاں ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیج دیتے خبر سے پنجہ مادر کار داریم اکثر سے درکار نیست +
 تم شہر نورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشوونما پائی ہے اور میں ہوا خواہ
 سائیشین اُس نہال کار باہوں کیونکر تم مجکو عزیز نہ ہو گے۔ رہی دید و امید اس کی دو صورتیں ہیں
 تم دلی میں آویزائیں لو بار و آؤں۔ تم مجبور میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زہنا مسموع نہ ہو
 جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور جبر کیا ہے۔ سنو عالم دو ہیں۔ ایک عالم ارواح۔
 اور ایک عالم آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لَعْنِ
 الْمَلِكُ الْيَتِيمِ اور پھر آپ جواب دیتا ہے۔ **لِلّٰهِ الْوَحْدِ الْقَهَّارِ** ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ
 عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے
 گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں آٹھویں جب سنہ ۱۲۱۵ھ میں روبرکاری کیواسطے
 یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حالات میں رہا۔ ۱۴ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس
 صادر ہوا۔ ایک بٹری میرے پاؤں میں ڈال دی۔ اور دلی شہر کو زنداں مقننہ کیلاؤں مجھے
 اُس زندان میں ڈال دیا۔ فکر نظم و شر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد جیل خانہ سے بھاگا
 تین برس بلا دشرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایاں کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اُسی محبس
 میں بٹھا دیا۔ جب یہ دیکھا کہ یہ قیدی گزیر پا ہے۔ دو ہتکریاں اُڑا دیں۔ پاؤں بٹری
 ڈکار۔ ہاتھ ہتکریوں سے زخم دار۔ مشقت مقرر تری اور شکل ہو گئی۔ طاقت یک ظلم زائل ہو گئی
 سچیا ہوں سال گزشتہ بٹری کو ناویہ زنداں میں چھوڑ دیا دو لوں ہتکریوں کے بھاگا۔ پھر
 مراد آباد ہوتا ہوا راجپور پہنچا۔ کچھ دن کم درمہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑ آیا اب عہد کیا کہ
 پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکم رانی دیکھے کب صادر ہو
 ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس ماہ ذی الحجہ میں چھوٹ جاؤں۔ بہر تقدیر بعد رانی کے

آوردے فیکر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام فرمایا اب وہاں آتے ہیں۔ قریب لوح آفتاب بحشم نیم بازیہ رقعہ تھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہیں کہہ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر ٹو سچا کہ میرا ٹوٹا چاچا غالب جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے۔ پس نوحہ چنان چت جان مرزا باقر علی خاں بہادر و مرزا حسین علی خاں بہادر جناب آغا صاحب کا قہ مبوس بجا لائیں اور ان کی خدمت گزار کی کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں۔ بس ٹاں مرزا علی اگر کرنل الگ نڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سنئے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجتہ سہ سالہ یک مشت مل گیا۔ بعد اداے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور ساٹھی روپیہ گیارہ آنے مجھے بچے۔ مٹی کا ہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کریں باوجود پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ میں دس بارہ برس حکیم محمد حسن خان کی جوبلی میں رہا ہوں۔ اب نہ جوبلی غلام اللہ خاں نے مول لے لی۔ آخر جون میں مجھ سے کہا کہ جوبلی خالی کر دو اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو جوبلیاں قریب ہمد گراہی ملیں کہ ایک مجلس اور ایک دیوان خانہ ہو نہ ملیں۔ ناچار یہ چاہا کہ بلی ماروں میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں۔ نہ ملا تمھاری چھوٹی پھوپھی نے بکسین نوازی کی۔ کڑوا والی جوبلی مجھ سے کہنے کو دی۔ ہر چند وہ رعایت مرعی نہ رہی کہ مجلس اسے قریب ہو مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا۔ ایک پاؤں زمین چھ ایک پاؤں مکان میں توشہ کا وہ حال گوشہ لی یہ صورت۔ کل شنبہ ۷ ارزدی الحجہ کی اور مار جون کی پہر دن چڑھے تمھارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سنا گیا کہ امین الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول جلال کیا

لاد و گل و دما از طرقت مزارش پس مرگ
تا چہادر دل غالب ہوں روئے تو بود

کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک دین نہاں اور
ہوتے جو کئی دیدہ خونناہ فشاں اور
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
جلاؤ کو لیکن وہ کہے جائیں گے ہاں اور

ہے بلکہ ہر اک انکے اشارے میں نشان اور
لوگوں کو ہی خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا
یاریت وہ سمجھے میں نہ سمجھیں گے مری بات
تم شہر میں ہو تو وہیں کیا غم جب اٹھیں گے
مڑنا ہوں اس آواز پر ہر چند نہ اڑ جائے

ہیں اور بھی دنیا میں سخنو بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہی اندازِ بیاں اور

بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیئے
بھولے سے اُسے سینکڑوں عدئے فایکئے
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیئے
دلت ہوئی ہے دعوتِ آبِ ہوا کیئے
کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کیئے

اُس نرم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیئے
صند کی ہے اور بات مگر خرمی نہیں
صحبّت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
ارکھتا چہروں ہوں خرقہ و تجا وہ رہن کیئے
کس روز تہمتیں نہ تراشا کیئے عدو

غالب تھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیئے اور وہ سنا کیئے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤ الدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے
کل شام کو خندم کرم خاں غلام حسین صاحب شیرازی بیواری ریٹائرمنٹ دولت و خواہ کہ مانگا

یہی لکھا گیا کہ میں ایک معدوم شخص ہوں تمہارا اقبال تمہارے کلام کو اصلاح دیتا ہے اس سے
 بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو۔ بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے پر
 کیا کروں عقربت قوس کے آقاب یعنی نومبر و سمبر میں قصد تو کروں گا کاش لوہار کی جگہ
 گوڈ کا نوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہو گے کہ رام پور کیا نزدیک ہو وہاں گئے کو دوسرے
 ہو گئے یہاں انحطاط و انحلال روز افزوں تم یہاں آسکتے ہونے مجھ میں وہاں آنے کا دم
 بس اگر نومبر و سمبر میں میرا خیر حلقہ چل گیا بہتر ورنہ اسے دیکھو مرنی دیکھا اگر بیچ نہ غالب
 ایضاً اقبال نشان مرزا علاؤ الدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ بخود دار علی
 خاں آیا مجھ سے ملا۔ بھائی کا حال اسکی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ الولد ستر لاکھ رقم
 اسکے مصداق کیوں بنے خفقان و مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن آج تک تمہاری خدمت میں
 حاضر ہوا تھا اب کیوں آیا۔ اگر آیا تو ہرگز اسکو ٹھرنے نہ دے۔ ہانکے و۔ خبردار اسکو اپنے پاس نہ لیا
 شیخ تکریم و لطف محکم منشی نوکشتہ صاحب بسیل ڈاک یہاں آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے
 بھائی شہا الدین خاں سے ملے۔ خالق نے ان کو زہرہ کی صورت اور شتری کی سیرت عطا کی ہے
 گویا بجائے خود قرآن السعدین ہیں تم سے میں نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت صف
 مان لئے تھے اب ان سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت مشترکہ اخبار یعنی قبول کی یعنی پہلی جلد
 اس صورت میں دس مجلد کے بیسے میں دس اور بیسے تم دو ہجلی دسے مطبع اودھا اخبار میں پہنچانے
 چاہئیں۔ میں دسمبر ہال کی دیوین گیا دھویں کو طالب ہو گیا۔ کہو بیسے علی حسین خاں کو دیدو
 کہو کہنو بھجڑوں۔ اس نکاش کا جواب جلد لکھو۔ بھائی صاحب کینڈت میں میرا سلام کہنا اور
 استاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا نجات کا طالب غالب بخشنہ اسراہوی الثانی سال غفر
 مطابق ہر دسمبر سال غضب کیا ہے یہ گویا تاریخ وفات خواب گئے نرجس لڑا لکن صاحب ہار کی ہے۔

پہر دن رہے ازراہ ہر بانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے میں نے اُن کو دُلا و افسردہ پایا
دل کُٹھا۔ علی حسین خاں بھی آیا۔ اُس سے بھی ملا۔ میں نے تجھس پوچھا کہ وہ کیوں نہیں
آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ جب میں یہاں آیا تو کوئی دہاں بھی تو ہے اور اس سے
علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں۔ میں نے کہا اتنا ہی جتنا تم اُس کو چاہتے تھے
سننے لگے غرض کہ میں نے بظاہر اُن کو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگوں کے دلوں کا
مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نکاشتہ ورواں دہشتہ کیشنبہ۔ بین النظر والعصر۔

ایضاً چہار شنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علانی مولائی اس وقت تھا رخط پہنچا۔ رادھر
پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤں سنگ اور محبو بیل یا اُس پونڈ کے
طعنہ کو تازیانہ اور محبو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پونڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو
رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کشمیری میں معین نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا
واسطے فقرا کے وجہ محاش مقدر کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے
مقرر ہے ہاں فقیر سے دُعا ئے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں لی ہوں
چاہوں گبر آباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیوڑے کرایہ کروں
کپڑوں کے صندوق میں آدمی درجن شراب فروشوں۔ آٹھ کہاڑھیکہ کے ٹوں۔ چار آدمی
رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھڑوں دو ساتھ ٹوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا
لوگوں کا حافظہ لوہارو بھجوا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہا یہ ہم
پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں سے چھٹرا
میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور چال
دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا

ایضاً چہار شنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علانی مولائی اس وقت تھا رخط پہنچا۔ رادھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤں سنگ اور محبو بیل یا اُس پونڈ کے طعنہ کو تازیانہ اور محبو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پونڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کشمیری میں معین نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا واسطے فقرا کے وجہ محاش مقدر کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقرر ہے ہاں فقیر سے دُعا ئے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں لی ہوں چاہوں گبر آباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیوڑے کرایہ کروں کپڑوں کے صندوق میں آدمی درجن شراب فروشوں۔ آٹھ کہاڑھیکہ کے ٹوں۔ چار آدمی رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھڑوں دو ساتھ ٹوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا لوگوں کا حافظہ لوہارو بھجوا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہا یہ ہم پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں سے چھٹرا میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور چال دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا

نائب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے۔ میں کہتا تھا کہ پوتی ہے بارے میں جیتا اور نائب مارا۔
عوضہ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے۔ *

ایضاً میری جان۔ علانی ہمدان۔ اس دفعہ دخل مقدمہ کا کیا کہنا ہے۔ فرنگ لٹات دساتیر
تھارے پاس ہے میں چاہتا تھا کہ اسکی نقل تم سے منگاؤں تم نے دساتیر مجھ سے مانگی ابھی صحیفہ
مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہو گے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرنگ کی خواہش
کیوں ہے حق یوں ہو کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں ہوا سطر فرنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس
فرنگ کی نقل بھیج دے تو مجھ پر احسان کر دے گے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ
اسکا بھی پارسل بھیج دیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور میں بھیج دیتا تو البتہ بھائی صاحب کا
مشکور ہوتا۔ دین و دنیا میں کیوں ماجر ہوتا۔ ارسال اہل پر حصول اجر کیوں مرتب ہو گیا۔ بھائی
وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اس کے اعلان
و شیعہ کا ہوتا تو عند اللہ حکومت کا جھگڑا تھا حق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا
اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ

دولت بخل نبود از سعی پشیمان شو	چ	کافر نتوانی شدنا چار مسلمان شو
چنگ ہنقاد دوزخ است ہمہ را عذر بندہ	چ	چوں ندیدند حقیقت را افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہب ہاجد است	مولانا روم	عاشقان را مذہب ملت جدد است

رات کو خوب مینہ برسا ہر صبح کو ختم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابرنگ چھا رہا ہے یقیناً
تھاری جدہ ماجدہ مع اپنی بیوہ اور پوتے کے روانہ ہو رہی ہوں۔ کل آج کی روانگی کی خبر تھی۔
یہ لڑکا سید بانی ہے ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا خاص اسکی آسائش کے واسطے ہے۔
میرا نظر سہراہ ہوا ہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ ادھر سے نکلا۔ بھیجی محمد علی بیگ

ایضاً جمعہ پنجم جبہ و سبز میری جان تھا رخط بھی آیا۔ اور علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا اگر سر نوشت آسانی میں بھی ادا خر جب یا ادا مل شجیان میں ہلا تھا رطل میٹھا مندرج ہو تو دہانی کہہ سکتے تھے قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے ملک و مال جان و تن و تنگ نام کے ہو میں آشفہ سرگرداں بلکہ عاجز و حیران ہو دو سر کو اس سے کیا گلا ہائے نظیری

بابا جفا و ناخوشی با خود غور و سرکشی | ازمانہ از خودہ آخر از ان کیتی

محفل و ہوش مانع سوتا ہوا فیون کا قحط ہو جانا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً پچھتہ ۲۶ رمضان۔ صاحب کل تھا رخط پھنچا۔ آج اس کا جواب لکھ کر روانہ کرتا ہوں جیسے شجیان بگ۔ رمضان بگت نامور مہینے میں سو خالی گئے۔ شوال بگتے می کا نام نہیں سنا۔ ہاں عیدی بگتے سکتا ہے۔ پس جب عید ہے اور روز عید ہو تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہر نشینہ یا ضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہو نہ ہو تو کہتا ہوں نہ آسکو اس بار مبارک میں امضاے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کو سہ بر نشین کا گمان گزرے۔ دو کیوں جاؤ۔ ہولی کی دلہنڈی کا سماں لوہار میں بندھ جائے۔ ایک خر سوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حزن اتفاق کی یہی موسم ہے ہولی اور عید کو سہ بر نشین کا زمانہ یا ہم ہے۔ حوت کے آفتاب میں یہ دونوں ہتوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہو کہ سہ بر نشین اور ہولی کا فردہ لایا ہے۔ خیر میں خیر روز اور شکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں تو سہ بر نشین اور ہولی کی رنگ لیاں منالے اور خر سوار بضر تیا زیانہ و ڈالے۔ علاؤ الدین خاں اللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہو فرق ہی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہو۔ اے ظالم اس کو سہ بر نشین کی داد دے۔ عقل کرا مت ہے الہام ہے لطف طبع ہے کیا ہے یہ ہم کس قدر مناسب مقام ہے صبیحہ مقدم تم پر مبارک ہو۔

تقریریں تحریر ہو۔ پیشکش نہ سبیل استہزائی بلکہ بطریق استفسار و استعلام ہے جو تمہیں معلوم ہو بلکہ اگر تمہیں مجہول ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علیخاں عزیز ماہند اس مہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منظر ہوا اور اتر آئے اور نہ برسے مضطرب حیران ہو۔ علی حسین خاں آتے ہیں۔ علی حسین خاں آتے ہیں آئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب۔

ایضاً میرزا سی کو دعا پہنچے۔ آنکھ کی کٹاجنی جب خود پک کر چھوٹ گئی تھی اور پیپ بھل گئی تھی تو نشر کیوں کھایا گر یہ کہ بطریق خوشا بطیب سے رجوع کی جب اس نے نشر تجویز کیا۔

خواہی بخواہی مثال کرنا پڑا اور شاید یوں نہ ہو کچھ مادہ باقی ہو۔ پھر حال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے۔

ہر سلحشور انگلستان کا	بسکہ فعال مایرید ہے آج
زہرہ ہوتا ہے آبِ انسان کا	گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
گھر بنائے نمونہ زنداں کا	جو کہ جس کو کہیں وہ قتل ہے
تشنہ خوں ہے ہر مسلمان کا	شہر دہلی کا درہ درہ خاک
آدمی وہاں نہ جاسکے یہاں کا	کوئی وہاں نہ آسکے یہاں تک
وہی رونما تنہا دل و جہاں کا	مین نے مانا کہ مل گئے پھر کیا
سوزش و اغبا سے پہناں کا	گاہ جل کر کیا کیئے شکوہ
ماجرادیدہ ماے گریاں کا	گاہ رو کر کہا کیئے باہر ہم
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا	اس طرح کے وصال سے غنا

ایضاً یازہیجے بھائی۔ مولانا علانی۔ خدا کی دُعا تھی۔ نہیں ویسا ہو گا جیسا تیرے سمجھا ہے اور نہ تم مجھ کو لکھ چکے ہو یعنی خفقانی اور خیال تراشن ویسا ہو گا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہو

مارو کی سواریاں روانہ ہو گئیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائیں گے۔
تجارتی ہو رہی ہے۔ مرقومہ۔ شنبہ یکم جون وقت صبح ۶ بجے کے عمل میں۔ غالب۔

ایضاً یکشنبہ ۳ محرم ۱۲۸۸ مطابق ۱۱ جون ۱۹۰۹ء۔ میری جان مرزا علی حسین خان آئے
اور مجھ سے ملے۔ میں نے خلوط مرسلہ تمہارے یکشت اُن کو دیئے۔ اُن تمہارے پاس پہنچنے کا
اُن کو اختیار ہے رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خاں سے آنے کی حقیقت اوہاں
اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا کہ ایک مہینہ دس دن کی خدمت لے کر آیا ہوں۔ بی بی بیا
ہے اُس کا استعلاج منظور ہے۔ میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دروغ نہ کروں بھلا
یہ معاملہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو ہے لیکن قریب قریب اس کے یعنی جو چیز امکان سے
باہر نہ ہو اُس میں تصور کو نہ کیا جائیگا بلکہ شاید تمہاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو۔ مگر سوچو
کہ آئین غمخواری داندوہ گساری کیا ہوگی۔ میرزا ہد وضع و بدروش نہیں کہ پند و بند کا محتاج ہو
کوئی اُس کا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو رہے امور خانگی یعنی
بی بی اور اُس کے آبا اور اخوان کے معاملے اُس میں نہ تم کو دخل نہ مجھ کو مداخلت تم علی حسین
خاں کو اس پویند پر کیا کیا چھڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور
اُس کے دادا کی اور اُسکی شہسوار ایک ہریہ ذریعہ فخر ہے اُسکو اور اُس کے طفیل سے ملک و ملک تھوڑی سی
مازاش اگر مجھ ننگا قربا کے حصہ میں بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں ہر چند تمہارا ہر کلمہ ایک یزدان ہے
لیکن اس خسر خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں جو مجھ کو فراملا ہے کہاں خسر خسرواں لغات عربی اصل
اور کہاں رزمہ مشہور کہ خسر سُسرے کو کہتے ہیں صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے
برتا ہے؟ چہا میرے میاں۔ یہ خسر معنی پدر زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی عربی
مختلک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی ہو فارسی میں پدر زن بہ قلم ضافت کہتے
ہیں عربی میں جسطرح بمعنی نقصان منصرف و شاید سرے کا اسم جابدہی ہونی الحقیقت سر کی

ایضاً۔ میان تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو اجنبی سے مرسوم و معمول میں خیر تھا را حکم بجالایا۔ غزل بیدار
 کے پہنچتی ہے خباہت گور تر بہادر نے دربار کیا۔ میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف غایت میری
 ارزش استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش اور تصور سے سوا بندوق کی اس بھوم امراض جمانی اور الامام کا
 کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہی ہر دم دیم نزع ہے دل غم سے خوریز ہو گیا ہر کہ کسی بات سے خوش
 ہو سکتا۔ مگر کو نجات سمجھ ہوئے ہوں۔ اور نجات کا طالب ہوں۔ کئی دن سے کوئی تحریر دلیذیر
 تمھاری نہیں آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے
 اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمھارا قاعدہ ہو منقہ اور مفصل لکھو نجات کا طالب۔ غالب
 ایضاً میری جان بخلتص تھا را بہت پاکیزہ اور میری پسند ہر پشی کو بہ لطف اس کا مصحف کیوں ٹھہراؤ
 یہ میدان بہت فراخ ہو۔ خدا کی نئے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ بنی کو تقدیم موحده علی النون لکھو۔ یہ
 دساوس دل سے دُور کرو۔ بہرہ و ایک لکھا تخلص ہے رہو اسکی تجنیس موجود ہو۔ شیوں ایک لکھا تخلص
 ستون اسکی تصحیف ہے۔ تمھارے واسطے بنا سبت اہم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر
 بہت بڑا نامی گزر چکا ہو۔ اس نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فائق کی پیروی کرو۔ مولانا لا
 کہلاؤ اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہو مولانا شائق بن جاؤ۔ ہنسی کی باتیں ہوگیں
 اب حقیقت حاجی سونو نسیمی تخلص خماسی بروزن لہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی
 سامی بہرہ و شیون۔ یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں ان میں سے ایک تخلص قرار دو
 میرے نزدیک سب سے بہتر تمھارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک ام کا
 نام فخری ہو حاصل کلام دودن کی فکر میں تخلص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی
 تخلص نیا ہو اگر پسند آؤ تو یہ لکھو۔ والد صاحب کشنبہ ۱۲ مئی ۱۳۱۷ء۔ نجات کا طالب۔ غالب۔
 ایضاً صاحب بہت دن سے تمھارا خط نہیں آیا آپ کا وکیل بڑا جرب زبان ہو مقدمہ اس نے جیت لیا۔

۱۵ اے کاش کہ ہر آنچہ ہستم داندہ دوجانہ میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریباً وہی طریقہ
یہ بھی شعبہ ہر تین طونوں کا جس سے تمہارے چچا کو گمان ہی مجھ پر جنوں کا۔ جاگیر دار میں تھا کہ ایک جاگیر دار
حکموں لاتا۔ گویا میں تھا کہ اپنا سادو سامان لیکر چلا جاتا۔ دوجانہ جا کر شادی کماؤں اور پھر اُس
فصل میں کہ دینا کرہ نار ہو لو مارو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں اور پھر اُس موسم میں کہ جاڑے کی
گرمی یا زاری ہو۔ کل استاد میرن جان صاحب نے تمہارا خط محکوم دکھایا ہی نہیں نے اُن کو جانے بجانے میں
مترود پایا ہی نہیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا غلام حسن
اگر کسی وقت آجائینگے تو اُن کو تمہاری تحریر کا خلاصہ حاضر نشان کروں گا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اُن کو
صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا محکوم طاق یا مملوک انصاف کہ میرے نہ آنیکو دلی کی
دوستی پر محمول نہ کرو محکوم رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس قریح آباد پر خصوصاً کہ
جہاز سے اتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ ابا بابا

پڑے گر بیمار تو کوئی نہ ہوتا ردار اور اگر مر جائے تو نوہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زلیست میں محکوم نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہو گیا
 حق التصنیف کی ایک جلد میری پاس آگئی وہ تمہارے غم نامہ دار کے نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جنگامین
 خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جب تک قیمت نہ بھیجوں کیونکر آئیں روپیہ کی
 بدبیر میں ہوں اگر ہم پہنچ جائے تو بھیج دیں۔ تمہارے پاس ج قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی
 ہے تو صحیح ہی جاں تردید ہو غلط نامہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انکشان منظور ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اگر قلمی ہے
 تو درجہ اعتبار سے ساقط ہے اسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مولے کو اور بھلا ڈالو۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون
 المبارک بارہ پر تین بجے تمہارا خط آیا اُدھر پڑھا اُدھر جواب لکھنے بیٹھا یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شیخ
 شہاب الدین بہرہ رسی تمہارا خط اُنکو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم لکھ رہے ہیں ابرار آیا ہوا ہے ہوا سر دھل رہی ہے

تم سمجھ تو گئے ہو گے کہ صاحبین مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی صاحب
کی رضا جوئی محکو منظور۔ اور یہ غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو

از من غزلے گیر و بفرارے کہ مطرب | درئے دما از دوسے نوازش دوسہ دم

غزل

جز دفع غم زیادہ نبود است کام ما در خلوتش گزر نبود باد را مگر ایچو صبح عطرے ازان پیر ہن بیار ہر بار دانہ بہر تما فگینم و مور گفتی چو حال دل شنود ہر باں شود از ما با پیام وہم از ما با سلام مقصود ما زو ہر ہر آئینہ نیستی است غالب بقول حضرت حافظ رفیع عشق	گوئی چراغ روز سیاہ ست جام ما صرصر خجاک راہ رساند پیام ما تسکین زبے گل نہ پذیرد مشام ما آید بام ودانہ زباید زدام ما مشکل کہ پیش دوست توں برد نام ما ریخ دلی بساد پیام دسلام ما یارب کہ ہیچ دوست مبادا بحام ما ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
--	---

ایضاً۔ میاں چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمائش کی تھی راپور پہنچ کر وہ بے سعی و
تلاش ہاتھ آگئی بنوار کھی۔ لڑکوں نے۔ ملازموں نے سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب
ضیاء الدین خاں صاحب کے واسطے ہر آب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی
کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں ہم نہ پہنچی دس دپہ تک مول کو نہ ملی۔ تو اچھا صاحبے مانگی تو شہ خانہ میں
بھی نہ تھی ایک امیر کے ہاں تپہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا کچھی موجود بائی لیکن کیا کچھی جیسے بھنگ خاں کے عہد کے
تو رائیوں میں ہماری تمھاری ہڈی۔ بنوانے کی فرصت کہاں۔ آج لی کل چلایا۔ اس باتس کی قدر کرتا
اور اسکو اتھی طرح بنوالیتا۔ بادشاہ فرخ سیراؤ اسکے انوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے

چنانچہ اسکی تحریر سے مکمل معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں علتِ شائع کا زور ہے اور
سہی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں۔

کسانے کہ یزداں پرستی کنند

باوازد و لاب مستی کنند

خدا مبارک کرے۔ - غالب

ایضاً صبح یکشنبہ یکم پانچ سالہ صاحبِ پرسوں تختار اخط آیا۔ کل جمعہ کے دن نوابک مہل تھا
انجے وہاں سے آیا۔ چونکہ خوب میں کرب وائیں تھیں بہت بے چین رہے آٹھ دن دست آئے آخر فر
مزاج بحال ہو گیا تنفیہ اچھا ہوا۔ اب بفضلِ الہی اچھے ہیں اور یقین ہے کہ مرضِ عود نہ کرے۔ ولی
کی اقامت کی مدت اپنے والد کی راے پر رہنے دو۔ بقدرِ مناسب وقت عزمِ خیر خواہانہ کچھ ہوگا
ضرور نہ با برام۔ میں تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہوں یہ خود پسند اور مہذا پسار ش کا دشمن ہے۔
منجلیوں کے مقدمہ کو طبیعتِ امکان پر چھوڑ دو میں دخل نہ کروں گا۔ ماں اگر خود مجھ سے پوچھیں گے
یا میرے سامنے ذکرِ آجائیگا تو میں اچھی کہوں گا۔ بریدہ باز زبانے کہنا سزا گوید۔ برا
نہ ماننا اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک فیتق ہو گیا۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جائے
لیکن تم کئے برس۔ کئے مہینے۔ کئے ہفتہ کا اگر مینٹ لکھتے ہو۔ غالب۔

ایضاً۔ میرزا علانی پہلے استادِ میر جان صاحب کے تہر غضب سے محکوم بجاؤ تاکہ میرے حوج منتظر
ہو گئے ہیں حج ہو جائیں۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصو کا مورد نہیں جانتا۔ جھگڑا ان کیط
ہے تم اس کو یوں چکاؤ یعنی اگر ان کو صرف اشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست
ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی
ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری عاقبول فرمائیں۔ صاحبین کی رائے کا اختلافِ شہور ہے۔ مجھ
کچھ نہیں ہو سکتا مگر ہر ایک قولِ جدا جدا لکھوں۔ آج نہ لکھا نہ سہی دو چار دن کے بعد لکھوں گا

کل اُن کی چھٹی ہو گئی آپ شریک ہوئے اے اے زخمرومی دیدار و گریہ بیجا
خدا جانے کس طرح پر یہ چار سطریں تجھ کو لکھی ہیں۔ ہنہالہ دین خاں کی بیماری نے میری زینت کا مزا
کھو دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اُس کی عوض میں مہرباؤں اللہ اُس کو جیتا رکھے۔ اُس کا دل غم جو نہ دکھائے
یارب اس کو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب غالب۔ *

ایضاً مولانا نیسی کیوں خواہتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر غیر
خلیفہ اول ہے تم خلیفہ ثانی ہو اُس کو عمر میں تم پر تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر کیا دل ہو اور ایک
ثانی ہو۔ شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہو۔ طریق قصہ فگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے
ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم بخور ہو گئے۔ حسن طبع خدا داد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تیاری کیوں
اسم تاریخی کیوں نکال لو کہ مجھ پر غیر ذمہ ل مردہ کو تکلیف دو۔ علاؤ الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے
پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجھ کو اس میں نے گھیر لیا کہ میری نخوت طالع کی تار

سحر میرا مدح جیتا نہیں۔ نصیر الدین حیدر اور مجدد علی شاہ ایک ایک قصیدہ میں چلا دیئے۔ واجد علی شاہ
تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سن سکا۔ جس کی طرح میں دہلی میں قصیدے کہے گئے وہ
عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب مائی خدا کی میں نہ تیاری ولادت کہو گناہ نام تاریخی ڈھوڑو گنا
حق تعالیٰ تلو اور تمھاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ سُنو صاحب
حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ مردہ کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے
لیکن بچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمھاری قوم کا ہے۔ قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اُسکی
غرّت اور نام آوری جہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو مگر جب تک اس
قطع نظر نہ کرو۔ اور اس سحرے کو گناہ و ذیل نہ سمجھو تو تم کو چین نہ آئے گا۔ بچائش برس سے دلی
میں رہتا ہوں۔ ہزار باخاطر اطراف و جوار سے آتے ہیں بہت لوگ ایسے ہیں کہ محکمہ نہیں لکھتے۔

ہاجرے کا حلو اسواں کھلایا۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳ جنوری ۱۹۰۵ء
 ایضاً۔ جان غالب و خط متواتر تھارے پہنچے۔ مغربی عرفا میں سے ہو۔ بیشتر اس کے کلام میں
 مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن دامن گلہ دارد و گریاں گلہ دارد۔ اس زمین میں میں نے اس کی
 غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے۔

در بزم وصال تو بہنگام تماشا	نظارہ جنبیدن مرگاں گلہ دارد
-----------------------------	-----------------------------

یہ ایک شعر اس کا مجھے یاد ہو۔ بھائی تمھارا باپ بدگمان ہے یعنی مجھ کو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام
 کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سناؤ۔

اگمان زیت بود بر منت زبید روی	بدست مرگ لے بدتر از گمان تو نیست
-------------------------------	----------------------------------

مجھے کانو و کفن کی فکر پڑ رہی ہو وہ شکر شعر و سخن کا طالب ہے زندہ ہوتا تو وہ میں کیوں نہ چلا آتا۔
 مجھ پر یہ تکلیف اٹھالو اور تم اس زمین میں چند شعر لکھ کر بھیج دو۔ میں اصلاح دیکر بھیج دوں گا۔
 عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ
 حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں غزل

با من کہ عاشق سخن از ننگ نام چیت	درام خاص حجت دستور عام چیت
مستم ز خون دل کہ دو چشم از اں پُر است	گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیت
بادوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام	دانکہ حورو کو شر و دار السلام چیت
ما حستہ غم و بود مئے دواے ما	باختگاں حدیثِ حلال و حرام چیت
از کاسہ کرام نصیب است خاک را	تا از فلک نصیبہ کاس کرام چیت
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بیم فروخت	پر صد چرا کہ نرغ مئے لعلِ فام چیت

ایضاً صاحبہ مزار جب بیگ مرے انکی تعزیت آپنے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے

۱۳ دن یہ امر ہوا دن گشت کے اور نہیں جاسکتا۔ تنخواہ لیکر بانٹ بونٹ کر ایک دن ٹھہروں گا
 لوہارو کی راہ لوں گا۔ مزار شمشاد علی گئے تھا راہ پر گیا بید ہے جو غلام حسن خاں کے ہم سفر
 ہو جائیں بھائی کی طرف سے منشی ادا حسین خاں کو لکھوا بھیجو کہ میان جان وغیرہ کے ساتھ استاد کو
 ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خاں کو بجالا میری تحریر کے عیادت اور اوائل گشت
 میں روانگی کی تاکید لکھ بھیجو۔ دربرم وصال تو بہتر گام تماشا ہے نظارہ زنجبیدین شرکاں گلہ دار
 یزین قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں گئی نہیں ہیں کیوں کر تخم ربڑی کروں اور اگر بھائی سے کچھ ہاتھ
 پاؤں ہلاؤں تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں۔ ہرگز متواں گفت دین قافیہ اشعار
 بیجا ست برادر اگر از من گلہ دارو۔ التوا سے شرب شراب ۲۲ جون شروع شرابٹ روٹا
 المنتہ شد کہ درمیکدہ باز است *

ایضاً شنبہ ۱۰ جولائی ۱۳۱۷ ع۔ علانی مولائی غالب کو اپنا دعا گو اور خیر خواہ تصور کریں
 مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ غالب نظم میں لائیں اور نہ اور کو اس مرثیہ کی تکلیف دیں۔ بھائی بھیر
 یزید پر لعن منجلہ عبادت سہی لیکن تقریباً کہہ دیتے ہیں کہ بریزید لعنت کسی مومن نے اس کی آج
 میں قصیدہ نہیں لکھا۔ ابداع مادہ ہائے تاریخ تمہارے حنات میں لکھا گیا مثاب تم ہو چکے اجر
 پاؤ گے ان شاء اللہ اب اپنے کو بدنام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہو تو
 حکم نہ کرو۔ علی بخش خان مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا۔ میں ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوا ہوں ابھی
 حبیب کے چہینے سے اوترواں برس شروع ہوا ہے اس نے ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نئی تقریر و تحریر کا
 آدمی تھا۔ اکبر آباد میں میر صاحب سے ملے اثنائے مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جاں کے
 ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہو کر سے جو محاربات ہوئے ہیں اس میں
 شامل رہا ہوں۔ بے ادبی ہوتی ہی مرنے اگر قبا و پیر بن اودا کرو کھاؤں تو سارا بدن ٹکڑی ٹکڑی

بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں۔ حکام کے خطوط غلطی انگیزی یہاں تک ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام اور میرا نام یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا اگر میں تمہارے نزدیک امیر نہیں نہ ہوں۔ اہل حرفہ میں سے بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلہ اور تھانہ لکھا جائے ہر کارہ میرا پتہ نہ پائے آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجئے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پنجشنبہ۔ ۴۔ ماہ اپریل۔ *

ایضاً میری جان ناسازی روزگار و نلے رطلی طور و بطریق داغ بالائے داغ آرزوئے دیدار وہ دو آتش شرار دبار اور یہ ایک دریاے ناپید کنارہ قنار بتنا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خاں کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میرا شہا بالین خان بچ گیا۔ امراض مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ بوہر خونی۔ زیر۔ تب۔ صداع۔ بارے آب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے ضعف جاتے ہی جائیگا آگے کون سے قوی تھے کہ اب ان کو ضعف کہا جائے ایک بڑھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا نہ لگا اے بڑھاپا ادھر ادھر دیکھا جاتا کوئی نہیں ہے کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے والسلام غالب تہام۔ *

ایضاً صاحب پرسوں تھا رخصت آیا اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب ان سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ میں سے آمادہ سفر لوہارو بیٹھا ہوں حکم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گھڑی بھیجی تھی وہ بھری آئی اس راو سے کہ گاڑی میں جگہ نہ گھڑی کی نہ سواری کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گھڑی ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ ہوں گے اور نشی انداز حسین مجکو اطلاع دیں گے تو میں فوراً چل دوں گا۔

پایر کاب ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے۔ کل انہوں نے جو تھے دن کھانا کھایا تھا ہر صبح ہو گیا تھا۔ تے متواتر دست پے در پے غرض بچ گئے۔ کہتے تھے کہ آج جولائی کی تیاری

جایجا تلوار اور برچھی کے زخم میں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ و راوی اُن کو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ
نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہو گئے ہیں کہ
آپ نے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہو خدائیش بیاغزاد و بدین رو غما سے بے نمک گیراد۔ غالب
ایضاً کیشینہ و فروری ۱۸۳۷ء صاحب صبح جمعہ کو مین نے تم کو خط لکھا اُسی وقت بھجید یا پھر
چرے سنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اُن سے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ
یہ نسبت دورہ ہاے سابق خیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا۔ کل مرزا شمشاد علی بیگ نائل تھی کہ مجھ سے
علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہار و چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کرو
مین نے کہا کہ مین دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم ہوا
کہ سالک سے سلوک منظور نہیں تنہائی ہوا سے شمشاد در سر ہست ۵

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند	اگر اے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
--------------------------------	----------------------------------

ایضاً صاحب میں انکار فتنہ و در ماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسرو کے
باب میں اتنی توضیح کیا ضرورت تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق البقین
جانتا ہوں کہ خسرو لغت فارسی نہیں سُسرے کی نفیس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجیب ہے تم سے
اُس کی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہو
اور یہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خاں آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں مین
پہکتا ہوں نصیب دشمنان وہ لنگڑے مین ٹولا۔ اُنکے پاؤں کا حال مفصل تم کو معلوم ہو گا جو کہیں
گیس کیا ہوا کہانے کی بت پہنچی میری حقیقت سُنو۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا اب میں پاؤں
میں دم کھن پائے نہشت پا کو کھیرتا ہوا پنڈلی تک اس کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی گیس پٹنے
لگتی ہیں خیر ٹھاروٹی کھانے مجلس رانہ کیا کھانا نہیں منگایا پیناب کو کیونکر نہ اٹھوں حاجتی کھلی

کہ میں اب اس بوجھ کا تحمل نہیں سکتا انہوں نے بھی بشرط ان لوگوں کے لوہا رو جانے کی غرض پیش کر
قبول کیا۔ میرا قصد سیاحت کا ہی۔ پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں
جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اکھر اجل دیا۔ تادریانہ خواستہ کر دگا رحبت +
غالب دوشنبہ ۱۳ محرم ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۳۲ اگست ۱۸۶۸ء +

ایضاً مرزا علانی مولائی نے لاہور سے خط لکھا کہ لوہا رو سے۔ بقدر ما دہ حق محو انتظار بلکہ
امیدوار رہا۔ اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں
ایک شکوہ کے دفع میں طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وچہیں موجہ بیان کرو گے میں تصدیق
نہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا بھو بھی صاحبہ سے لکھوانا غالب
سے لکھوانا بعد حصولِ اجازت نہ آتا۔ اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میرا میاں کچھ اس باب
لکھ۔ چٹری اور دودو۔ ایک تبدیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک۔ بچوں کو میری دعا کہنا۔
ادراں کی خیر و عافیت لکھنا۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ مرزا توجب ملیگا کہ تم دلی آؤ اور اپنی
زبان ہی لاہور کے ہنگامہ نمونہ کا حال بیان کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ چار شنبہ ۳ نومبر ۱۲۸۶ء۔

ایضاً صاحب کیشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۲۸۶ء۔ جانا عالیشان پہلے خطا اور پھر توبہ سطر خورد علی حسین خان مجلیہ کلیات
فارسہ پہنچی۔ حیرت ہے کہ چار و پیمت کتاب اور محمول ڈاک غالب انطبوع میں آکر پانچ و پیمت
اور محمول قرار پاوے خیر جہاں سودا ہاں سوائے۔ میرا حال تمہیں اور تمہارا حال مجھ معلوم ہے
ایہم اند عاشقی بالائے عنہا سے وگرہ اب کے چٹے میں شاید دیکوں۔ نومبر نہ حال میں قہ
تمہارے پاس پہنچ جائیں گے انشاء اللہ العلی العظیم میں بے جا تھانہ مرا اچھا ہونے لگا۔ عوارض میں
تخیف ہے۔ طاقت آتی چلی ہے مختصر مفید۔ در نامہ جہاں مصرع شاعر چہ نویسم +
اے واسے ز محرومی دیدار گر بھیج + نجات کا طالب غالب +

وہ بھی غریزہ رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھائی نے شفا پائی استاد میر جان پھلے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں تیر
رخشاں کو بھی میں نے۔ پھر عقرے قوس کے آفتاب کا کیا ذکر۔ آباں ہوا آرمہ سے کیا عرض

بے تیرودہ ماہ و اردی بہشت	برآید کہ ماہ خاک باشم و خشت
---------------------------	-----------------------------

استاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی اُن کی چچی تھیں اور یہ مجھے سے عمر میں چھوٹے ہیں دُعا اور
اُس سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی بیشی سب سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سب کے
استاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ یہ سید میں درود۔ اور ملوفق مضمون اس مصرعے سے
سوا اللہ و اللہ مافی الوجود و سجود۔ حضرت وہ شرف نامہ نہیں ہے کسی حق نے شرف نامہ میں سے کچھ
لغات اکثر غلط کتر صحیح چن کر جمع کئے ہیں نہ ویجاہ ہے کہ اُس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ ظاہر
کہ عہد عصر کا حال کھلے۔ یا نیمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو اُن سے کہندو
اگر وہ لادیں گے تو اُن کو قیمت دیکر علانی مولائی کو بھیج دوں گا جتنی بکروں کے گوشت کے قتلے
دو پیازے۔ پلاؤ۔ کتاب جو کچھ تم کھا رہے ہو۔ مجھ کو خدا کی قسم اگر اُس کا کچھ خیال بھی آتا ہوا کھلا کر دیکھا۔
کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے
چبا رہے ہوں گے تو یہاں میں شک ہے اپنا کلیجہ چابنے لگتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب شبنہ امراہ اکتوبر

ایضا	خاک مننا کم و تو باد بہار	نہ توانی مرا ز جا بردن
	ماں نیسے زمن چہ میخوای	رحمت خوشتن چہ میخوای

خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے تم نے مجھے ہینت دی تو مبارک اور میں نے تمہیں ہینت دی تو مناسب
بند اللہ بشکرت۔ بھائی سچ یہ ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بیرنگت بھجوں تو کہا
مانہ اٹھ نہیں سکتا ڈاک گھر تک جاے کون۔ اپنا مقصود مختارے والد ماجد سے اور تمہاری جدہ جہ
اور تمہارے عم عالی مقدار سے کہہ چکا ہوں۔ خلاصہ یہ میری بی بی اور بچوں کو کہ یہ تمہاری قوم کے ہیں مجھ کو

جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیاں آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے۔ مزا قانع و متوکل ہیں پندہ مانگتے ہیں نہ دیش۔ اللہ مل سوا ہوس۔ جناب ترولین صاحب بھائی کے دوست دلی دلی آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سنا ہوں کہ کل اکبر آباد جاتے ہیں۔ بھائی علی بخش خاں مدت سے میرے رات کو بارہ بجے پر دو بجے مر گئے۔ انا بندہ انا الیہ راجوں۔ تمہارے عم نامہ راج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہیں۔ میں نہ جاسکا۔ چہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل میں آئیگی۔ بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہے۔ کل شنبہ ۲۲ جوزی صبح کو ڈاک گھر بھیج دوں گا۔ شفقی شفقی میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب ۛ

ایضاً صبح شنبہ ۳۰ مئی ۱۲۷۳ء لا موجود الا اللہ۔ اُس خدا کی قسم جس کو میں نے ایسا مانا ہے اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا ازراہ طال نہ تھا۔ طالب کے ذوقِ سُست پاکو میں متوقع ہو گیا۔ متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کُتب کا سوداگر ہے اپنا نفع سوچے گا۔ لاگتِ محبت کو جانچے گا۔ میں متوسط کو متہم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھوٹے گا۔ ۳۔ رقم ایک جگہ سے لیکر اُنکو بھیجے اُسکی رسید میں تقریباً انھوں نے طلبتِ حات بتلف سوداگر لکھی اور اُس سوداگر کو منقود الخیر لکھا۔ ظاہر کتابیں لیکر کہیں گیا ہوگا۔ کتابیں لیے گیا ہوگا یہ ۲۳ لفافے اور ۲۴ بدستور میرے کس میں موجود محفوظ رہیں گے۔ اگر متوسط بقاضا طلب کے یگا ان خطوط کی نقلیں اس کو اور اصل تم کو بھیج دوں گا۔ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائیں گے۔ یہاں ان خطوط کے ارسال میں تم نے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے دو جاز میں کیا تھا۔ بھلا میں تو پیرِ حرف ہوں اور سنِ خرافت کو نیاں لازم ہے۔ تم نے کیا سمجھ کے کپڑا بیٹ کر اور ختم کر کے بھیجا خطوں پر ایک قلیل العرض کاغذ بیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بیاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پیاسی پیہ کا جھکو دھبا لگتا۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گوشت ۛ غالب ۛ

ایضاً دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ۔ ای میری جان شنوی بر گہر بار کوشی فکر تازہ تھی کہ میں تجھ کو جیتا
 کلیات میں موجود ہے مہذا اشہا الہین خاں نے بھیجی میں کمر کیا بھیجتا۔ تب محرق کے دیکھنے سے انکا
 کیوں کرتے ہو۔ اگر منافی طبع مجھ کو بسبب از جار نہ دیکھا کرتے تو فریقین کی کتب مہوٹ کہاں موجود
 ہوئیں ہوسکتے تھے میں نے عربی جانا عربی نہیں ہے اب مانا کہ ایک سہو طبیعت تھا میرا اعتراض تو خلط بحث ہے
 ہے ہوسکتے ہوسکتے ہیں ایک کیوں ہو جائے یہاں کے اطوار مجھ سے یا وجود قرب مخفی اور تمہارے یا اپنے بعد
 دوران یا خبر در حضور و نزدیکان بے بصرد و روپیہ آگیا دل سے نکلا۔ مخزن سے نکلا۔ ہاتھ سے
 نہیں نکلا۔ جیہاں سے نکلا جائیگا اور جنس مول لیا جائیگی اور یہ گندکٹ جائیگا تب ترساں ترساں
 پیشکار نادری میں تمہارے یہاں آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا میں نوں و دو جی ہو۔ والسلام

صبحی م با ابوالبشر گفتم
 حیف باشد کہ از چمن سپرے
 گفت حیفست از تو خوشتر
 گنجان سخن حوالہ تست
 پیش من ز کجاست جان پدر
 گفتم اینک بہ بند پیمانی
 سز نبیل آن عمر عیتار
 بخشا زود و زبریز و بگوے
 گفت بابا فسانہ بودہ است

پارہ زبدہ کہ زرداری
 خاک رنگیں عزیز تر داری
 کہ تو گنجینہ گہر داری
 خود بہ میں تاجہ ای سپر داری
 زبری ہرچہ در نظر داری
 زمین مسد ہی اگر داری
 گرز عیار لیش خبر داری
 کہ ہیں مدعا مگر داری
 چہ فروریزم و چہ برداری

ایضاً یکم جنوری ۱۳۸۶ھ - علانی مولائی کو غالب طالب کی دعا۔ بیچارہ مرزا اچھا عالم علی حسین
 کی معرفت طے ہو گیا۔ یہاں پندرہ کا سوال ہاں وٹس میں سے تین کم کرنے کا خیال۔ متوسط دوا

مقیم ہوں۔ ایک کہ ہے۔ سلمان بل حریفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ۔ باقی سراسر ہنود و مغول بادشاہ کے فکرو
جو بقیۃ السیف میں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں۔ اناش میں سچو پزیرن ہیں ہ کشتیاں اور چرا
کشتیاں۔ اُمرے اسلام میں سے اموات گنو۔ حسن علی خاں بہت بڑے باپ کا بیٹا سور و پیر و زکات پشدار سے
مہینے کا روزینہ دار نیکو نامہ مانہ بن گیا۔ میرا صمد الدین باب کی طرف سے پزیرا وہ۔ نانا اور نانی کی طرف سے امیر نزاہ
مطلوم مارا گیا۔ آغا سلطان۔ بخشی محمد علی خاں کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے۔ بیار پڑا نہ وہ نہ غذا انجام
مر گیا۔ تھارے چچا کی سرکار سے بھجیر و مکھن ہوئی۔ اجا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جس کا بڑا بھائی مقتول
میں آگیا اُسکے پاس ایک پیسا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو مل گیا ہے مگر دیکھے چھٹا ہے
یا ضبط ہو جائے۔ بڑے صاحب ساری اماں بیکر نوش جاں کر کے بیک بنی و دو گوش بھرت پور چلے گئے
ضیاء الدولہ کے پانور و پیرا یہ کی اماں داگزشت ہو کر پھر فرق ہو گئی۔ تباہ خراب لاہور گیا وہاں بڑا ہوا
دیکھے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور چھراور بہاؤ گڑھ اور ملک گڑھ اور قرخ نگر۔ کم و بیش تیس لاکھ روپے
کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی اماں خاں میں مل گئیں۔ ہنر مند آدمی بیاں کیوں پایا جاؤ جو حکما کا
حال لکھا ہے وہ بیان واقع ہے۔ صلحا اور زماؤ کے باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اُسکو بھی سچ جانو
اپنے والد جد کی طرف سے خاطر حج دھو۔ سحر۔ آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو ہمتاں ایا جاتے
بعد بالکل بچتے ہو جائیں گے اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہیں۔ عافیت کا طالب غالب ہے
ایضاً۔ اسی مولانا علانی نواب صاحبہ و مہینے تک کی اجازت دے چکے اور یہ میں خبر ترشی نہیں کرتا
مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤ الدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم
شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتہ سے لیکر دو مہینے تک کی تم کو رخصت ہے۔ پھر تم کیوں نہ آئے خدا نے
دعا۔ خداوند نے ہمد عاقبول کی۔ تمہاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ۔ اگر حال
کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز تمہارے بھلاے ہوئے اور

ایضاً بہت مرگ لے بڑا دگمان تو نیست۔ مگر لکچکا ہوں کہ قصیدہ کا سودہ میں نہیں کھا کر لکچکا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کہ وہی ربا عیاں مانگتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ ربا عیاں بھیج قصیدہ بھیج۔ معنی اسکے کہ تو جھوٹا ہی ایک تو مقرر بھیجے گا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔ تورات کی قسم۔ زبور کی قسم۔ تہود کے چار سید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ تہذیب کی قسم۔ پازند کی قسم۔ استاد کی قسم۔ گرو کے قسم۔ گزشتہ کی قسم۔ نہ میرے پاس وہ قصیدہ مجھے وہ ربا عیاں یاد۔ کلیات کے باب میں جو عرض کہ چکا ہوں۔ برہانیم کہ بہتیم وہاں خواہد بود۔ جبین دشن بندہ جلدیں منگا لوں گا ایک بھائی کو اور ایک تم کو اور خاں بھیجوں گا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اس کا نشی نو لکھنؤ جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگا لیں۔ میں ہر حال دو جلدیں جوت متع ہوگا بھیج دوں گا۔ ۱۱۔ جون ۱۹۲۳ء

نجات کا طالب غالب

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء ہنگام نیم روز۔ صاحب کل تھارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا آج صبح بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدنیاں اور بھائی شہاب الدنیاں بھی وہیں تھے۔ مولوی صدر الدین میرے سامنے آئے۔ حکم محمود خاں کے طور پر مجالسہ قرار پایا ہو یعنی انہوں نے نسخہ لکھ دیا ہے سو اس کے موافق جو بے بنگلی ہیں نقوع کی دوائیں آج اگر بھگیں گی کل جو بے اوپر نقوع پایا جائیگا اگر اندازہ واداسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور ان کے ہوا خواہوں کی رہے قصدیں تعلق کا مذہب ہو۔ نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر میں تول ہے ہیں استاد میر جان بھی تھے نیم نام معقول مرزا اسدیگ بھی تھے۔ سب طرح خیر ہے۔ کل تھارے خط میں دوبار یہ لکھ کر قوم بھائی کی بڑا شہر ہے ہر قسم آدمی وہاں بہت ہونگے اور میری جان یہ وہ دلی نہیں ہے جس میں تم پیدا ہو وہ دلی نہیں ہے جس میں تم نے علم تحصیل کیا ہے وہ دلی نہیں ہے جس میں تم شبان بیک کے حلی میں مجھ سے ٹپٹنے آتے تھے وہ دلی نہیں ہے جس میں سات برس کی عمر سے آجاتا ہوں وہ دلی نہیں ہے جس میں کیا دن برس

مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال سبیل ہندوی دشوار ہے۔ خراب جس طرح ہوگا حصار پر ہندوی
 لکھو اگر تم کو بھیجوں گا۔ تم حصار پہنچ کر روپیہ منگو لیجو۔ خدا چاہے تو دوسرے میں روپیہ تھلے پاس
 پہنچ جائے۔ اُستاد میر جان صاحب کو قدیموس کہکر محکو فرعون بنا پڑا۔ دوبائی خدا کی اب ایسا تم
 کرونگا میرا سلام بلکہ دعا انکو کہدینا۔ برسوں مولوی صدیقین خاں صاحب کو خط لکھ کر گیا یہ دعا
 رہ گیا ہر زبان موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے میں بلایں ہوں
 جاہیں سکتا جو ان کو دیکھ آتا اُس سے ان کا حال پوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر میں لکھا گیا
 کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو۔

ایضاً آج بدھ کے دن ۲۴ رمضان کو پیر دن چڑھے جو وقت میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاکٹر
 مختار احمد اور شہباز لدین خاں کا خط ملا لایا۔ مضمون دونوں کا ایک۔ دام کیا مضمون ان دونوں
 کہ سب طرح و عذاب فراہم ہیں ایک داغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا۔ سبحان اللہ میں نے اس کی صورت بھی
 نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ سنی یا آبِ حلت کی تاریخ لکھنی پڑی۔ پروردگار تمکو جتیار رکھے اور
 نعم تبدیل عطا کرے۔ میاں اس کو سب جانتے ہیں کہ میں مادہ تاریخ نکالنے عاجز ہوں لوگوں کو مانگے
 دیئے ہوئے نظم کرو تیا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں وہ بیشتر لجر ہوا کرتا ہے
 چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادہ مزاج دیوانہ نکالا پھر اُس میں سے آہے کے عدد گھٹانے
 تمام دو پہر اسی فکر میں بایں سمجھا کہ مادہ دھونڈھا تھا رکے نکالے ہوئے دونوں کو تاکا کیا کہ کسی
 طرح سات اپہر ٹرجاؤں بارے ایک قطرہ درست ہوا مگر تھاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہر پانچ شعر
 میں تین شعر زائد و موضع عالمین میں نہیں جانتا کہ تعیمہ جہا ہر یا برا ہے ہاں اخلاق تو البتہ ہے
 نائل سے سمجھ میں آتا ہوا اور شاید لوح فرار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو قطعہ

در گریہ اگر دعویٰ ہنچشمی مرا کرد	بینی کہ شود ابر بہاری مجلس از ما
----------------------------------	----------------------------------

ہندی حسین بھائی صاحب کے مطلوب مرزا عبدالقادر بیگ کے قابل کے ساتھ کل روانہ لو مار ہوئے ہیں
 شنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۷ء - نجات کا طالب - غالب *

ایضاً - میانجہ عالی ان سطور کی تحریر سے یہ ہر کہ اگر کل کمیٹی میں گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھ جانے کا
 ضنا ذکر ایک دہر کا کھا جاتا ہے - جو تم نے اس مہر کے صفات کچھ سب سچ ہیں - حق - غیث نفس -
 حاسد - طبیعت بڑی - سمجھ بڑی - قسمت بڑی - ایک بار میں نے دکنی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں - ایک بار
 بنارس کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا - میں نے جو تمہیں اسکے باب میں لکھا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ میں نے کبھی
 کہ تم نے اپنے سائیسوں سے کہدیا ہو یا کہا جاسکتا ہے کہ اسکو بازار میں ہجرت کریں - یہ خلاف شیوہ
 مومنین ہے خلاصہ یہ کہ یہ موید اس قول کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم توں تصور
 کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں - غالب *

ایضاً مولانا علانی - واللہ علی حسین خاں کا بیان بقضنا سے محبت تھا - ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا
 کہ حق بجانب اُن کے ہر نہ کوئی ہم سخن نہ کوئی ہم نفس نہ سیر نہ شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بے شغلی اور
 جی کیونکر نہ گھبرائے بخقان کیوں نہ ہو جائے نہ دن یاد نہ تاریخ آج جو تھا یا بھی شاید بھول گیا ہوں
 پانچواں دن ہو کہ منشی نو لکشو سواری ڈاک رہ گئے لکھنؤ ہوئے - کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں
 آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخواستہ بالینیاں
 بھی تھائیں نے ناقہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دنیا دار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں
 تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کار روزیہ دار ہوں ساڑھے باٹھ روپے یعنی لماٹھ سال سرکار اگر میری
 سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال راپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان ہمارا ج سے - تو صبح یہ کہ
 دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار چھو پہنچتے ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اڑتالیس
 ٹکٹ میں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں عیسے جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں

میں تاشانی محض ہو گا۔ اگر جہانی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کریں گے تو بھلی کہو بھلا۔ آپ کے علم عالی مقدار جو فرماتے
 ہیں کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزار ہا تنویلات و خیالات دکھلائی دیتے ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر سری
 طبیعت کو طرح کیا ہو اور دیر سمجھتے ہیں کہ جس طرح میں بتلائے و سادس داوہام ہوں اور لوگ بھی یہی طرح
 بخارات مراقی میں گرفتار ہونگے۔ قیاس مع الفارق ہے۔ نہ خیال صادق۔ یہاں لا موجود الا اللہ
 کی بادۂ نابا رطل گراں چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و فناء کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں
 کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر و سوائے اللہ واللہ مافی الوجود عین بروزن دور گران لغت عربی ہے نہ
 معرب۔ یقین نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہی یا نہیں اس کی تحقیقات لہزدئے
 الفاظ الادویہ ممکن ہے۔ آج اُس نے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج ہوا فارسی غیر
 فصیح امر و زلفائے سہل گرفت وہ دست آمدن مواد خوب برآمد فارسی فصیح امر و زلفائی پگاہ
 وار دے سہل آشا میدا شام بار نشست یادہ بار بستر شرح رفت یادہ بار بیت الخمار رفت مادہ فاسد
 چنانکہ باید اخراج یافت۔ معلوم ہے کہ لوطیوں کے منطق میں خصوصاً اور اہل پارس کے رجز و رزم میں
 عموماً نشستن ستارہ ہریدن کا چنانچہ ایک تذکرہ میں مرقوم ہے کہ صفہان میں ایک امیر نے شعر کی
 دعوت اپنے بلغم میں کی۔ مرزا صاحب اور اُس عصر کے کئی شعرا حج ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اسکا
 نام مندرج ہے اور یکن پھول گیا ہو اُکول تھا مگر مدہ اُس کا ضعیف تھا۔ حرص و شرہ کے سبب
 بہت کھا جاتا تھا ہضم نہ کر سکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازہ باغ کو مقفل کر کے سب سو رہا
 اُس مرد اُکول فضول نے رات بھر میں سارا باغ بگ بھرا۔ نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اس کیاری میں اور کبھی
 اُس دوش پر کبھی اُس درخت کے تلے۔ کبھی اُس دیوار کی جڑ میں۔ قصہ مختصر غایت شرم و جفا
 دوچار گھڑی رات رہے دیوار سے کوؤ کر چلا گیا۔ صبح کو جب جاگے اُسکو ادھر ادھر ڈھونڈھا
 کہیں نہ پایا اگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صاحب نے ہنس کر فرمایا یا راں شہا اچھا قادیان

ناچار بگریہ شب روز کہ زیر سیل	یاشد کہ بزد کا لہر آب و گل ازما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم	خود کرد بر آورد غم جاں گسل ازما
یہی شد وار شعلہ سوز غم ہجرش	چوں شمع دود و دود بستر متصل ازما
غم دیدہ نسیم پئے تیار خد فاش	بنوشت کہ در داغ سپر سوخت دل ازما

ما کے عدد ۴۰۔ دل کے عدد ۳۴۔ مائیں سے دل گیا۔ گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے۔

باقی رہے۔ سات و داغ پس پر بڑھائے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے۔ *

ایضاً۔ سبحان اللہ ہزار برس تک پیام بھیجنا نہ خطا لکھنا اور پھر لکھنا تو سر اسر غلط لکھنا مجھ سے کتاب تجارتا لگتے ہو یا دکر وہ تم کو کھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں از انجملہ برہان قاطع تمکو دے چکا ہوں۔ دساتیر میرا ایمان حرز جان ہے۔ اشعار تازہ مانجھت ہو کہاں سے لاؤں۔ عاشقانہ اشعار سے مجھکو وہ لہجہ ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنٹ کا بھاٹ تھا بھٹی کرتا تھا خلعت پاتا تھا خلعت موقوف۔ بھٹی متروک نہ غزل نہ مدح۔ ہزل و ہجو میرا ائین نہیں پھر کہو کیا لکھوں۔ بوڑھے پہلوان کسے بیچ تہانے کو رہ گیا ہوں اکثر اطراف و جواب سے اشعار آجاتے ہیں صلاح پا جاتے ہیں۔ باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا۔ تمہارے یکھنے کو دل بہت چاہتا اور دیکھنا تمہارا موقوف اس پر ہے کہ تم یہاں آؤ کا ش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجھکو دیکھ جاتے اور وہاں دیوان امپو سے لایا ہوں اور وہ اگرہ گیا ہے وہاں منطیع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو وہ مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو جو مرقومہ روز و شب نہ ہر جولائی ۱۲۳۵ء

ایضاً صاحب میرزا در عاقد اور عتقاد والد ماجد اب تھا ہے ارر وے عقل عادیہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے۔ رہا وہم اسکی دو القمان کے پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ و مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہو اور آئندہ جو کچھ لکھو کے میری طرف سے وہی جواب ہو گا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی

جب ہوا مگر تمھاری خاطر خاطر جمع رہے کہ اسبابِ رحمت و خوفِ خطر اب نہ رہے۔ چنانچہ مکمل گیا ہر مکان کے مالکوں کی طرف سے مدد شروع ہو گئی ہے نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی ہر مہینے بے آرام ہوں۔ اٹھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر میخ پیش نظر۔ دو گھنٹی کے تڑکنے نہ رہا جلوہ گر۔ ادھر چاند ترنیل ڈوبا۔ ادھر شرق سے نہرہ نکلی جتنی کا وہ لطف روشنی کا وہ عالم۔ ۳۰ مارچ ۱۹۲۲ء

ایضاً صبح شنبہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء۔ جان غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمھاری کشش کے مجذوب کیوں بنتے وہ تو خود سالک ہر گزراں چلا جاتا سداوندِ رضوان ہوا اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب ہم بطبع اور آپ ہم ماندہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہیر کیا مقرر ہوا۔ اثناعشری ایک تم ہو تو تھیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرہ شہرہ کی اولیت پر مارا ہے۔ بتا تمھارا خلاف قاعدہ اہل سنت جماعت عشرہ ذی الحجہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکہ انا وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا۔ تھوڑا خالص صاحب کیا ہیں بندہ جو اس خبر کا ہے کہ اب لوہار دے اٹھا ارادہ کہ ہر کار ہیں۔ رضوان کو دُعا پہنچے۔ نواب صاحب کی غایت اور مولانا علانی کی صحبت مبارک ہو۔ پیر جی سے جیت جیتا تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے اور میں پوچھتا ہوں کس کا قودہ فراتے ہیں شاد علی بیگ کا ابن اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے دیکھو یوسف علی خاں بیٹھے ہیں۔ ہیر سنگ موجود ہے۔ واہ صاحب کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں۔ میر شیوہ حفظ العیب ہے۔ غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔

ہاں صاحب آپ ایسے ہی وضو دار میں اس میں کیا ریب ہے۔

ایضاً۔ جانا عالی شان خط پہنچا۔ خط اٹھا۔ تمھاری آنکھتہ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں۔ قبائل والی شہزاد سازگار انجام کار ناپائدار۔ ایک دل اور سو آزار۔ اللہ تمھارا یار۔ علی تمھارا مددگار۔ یمن پادشاہ بلکہ محل در آتش۔ کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آگیا روہیلا چوڑے چھنسی میں تہا ہے خدا اسکو صحت و شمشاد علی بیگ کہاں اور بیٹیا اور طرح

کہ میگویند خانے در باغ نیست سے بنیم کہ مخدوم ہمدین باغ چند چاشتہ پہنچے ہر رمضان و عید مارچ۔
سال و شایخز۔ رباعی خط میں لکھی بھول گیا۔ یہ میں نے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی رباعی

پیدا از کلاہ تو شکوہ دہیم
بروانگی جدیداً قسطاع قدیم

اے کردہ بہر زرفشا فی تعلیم
بادا تو فرخندہ زیزدان کریم

ایضا مولانا علانی نے مجھے خوفِ مرگ نہ دعویٰ صبر ہے۔ میرا مذہب بخلاف عقیدہ قدر یہ جبر ہے
تم نے میا بچی گری کی۔ بھائی نے برادر پروری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں۔ ہم اسی جی ملی میں
تاقیامت میں۔ اس ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے جھوٹا لڑکا ڈرنے
لگا اُسکی دادی بھی گھبرائی۔ مجھ کو خلوتخانہ کا دروازہ خوب رُو یہ اور اُسکے آگے ایک جھوٹا سادہ یاد تھا
جب مختارے پاؤں میں چوٹ لگی سے تو میں اُسی دروازہ سے نکل کر دیکھنے آیا تھا یہ سمجھ کر خلوتخانہ کو مجلسر بنایا
چاہتا تھا کہ گاڑی ڈھولی تو بڑی تھیل کا چھن تیلن تنولن کہا رہی سپہاری۔ ان فرقوں کا مرد دروازہ
رہیگا۔ میری اور میرے بچوں کی آمد و رفت دیوانخانہ میں سے رہیگی۔ عیاداً باللہ وہ لوگ دیوانخانہ میں
آئیں جائیں اپنے بیگ لے کر ہر وقت پھلپائییاں نظر آئیں۔ بی وفادار جن کو تم کچھ اور بھائی خوب جانتے
ہیں۔ اب بخاری جھوپڑی نے انھیں وفاداریک بنا دیا ہر باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائیں گی مگر غلطی او
لہذا میں رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جب وہ محل سے نکلیں گی ممکن نہیں کہ اطراف نہر کی
سبز رنگی۔ ممکن نہیں کہ دروازہ کے پاس ہوں سے باتیں کر نیکی۔ ممکن نہیں کہ بھول نہ توڑیں اور بی بی
کو لیجا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ بھول تمہاری چچا کے بیٹے کی کافی کے اس طرح۔ مختارے چچا کے
بیٹے کی کیاری کے ہیں۔ بھڑ بھڑ۔ ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قیمت اور مجھ سے تازک مزاج دیوانے
کی یہ شامت مہذا اُس سے درمی کو اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے کتب کے بیٹے ہرگز کافی نہ جانا
تھو اور کبوتر اور دنبہ اور بکری باہر گھڑوں کے پاس رہ سکتے تھے عرفتِ ربی دفعین العزائم پڑا اور

رکھ لئے ہیں دو سطرین کچھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تھکے خط کا جواب ضرور لوستی جا
 مزا شمشاد علی بیگ کو تھار خط پڑھوا دیا۔ انھوں نے کہا کہ غلام حسن خان کی حیثیت پر کیا موقوف ہے
 مجھے آج سواری مل جائے کل چل نکلوں۔ اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹوٹا موسم نہیں گاڑی کی تدبیر
 ہو جائے بس بچا بس بس کی بات ہو کہ الہی بخش خاں مرحوم نے ایک میں نئی نکالی میں نے حکم
 غزل لکھی بیت العزل یہ ۵۰ پلا دے اوکے ساتی جو ہم سے نفرت ہو ۶ پایا کہ گر نہیں دیتا
 نہ دے شراب تو دے ۷ مقطع یہ ہو ۸ اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ۹
 کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ۱۰ اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے
 لکھا اس مقطع اور اس بیت العزل کو شامل ان اشعار کے کر کے غزل بنائی ہے اور اسکو لوگ گاتی ہیں
 مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی لڑکے جیسا عری کی زندگی میں گانے والے شاعر کے کلام
 مسخ کر دیں تو کیا بعید ہو کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا
 مغربی کا ہے اور وہ شعر جو میں نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جواب لکھتا ہوں ۱۱
 دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بیاں گلچین بہار تو زو اماں گلہ دار دے ۱۲

یہ دونوں شعر قدسی کہ میں۔ مغربی قدما میں اور عرفا میں ہے جیسا عراقی ان کا کلام دقایق و حقایق
 تصوف سے لبریز۔ قدوسی شاہجہانی شرایں صاحبِ کلیم کا ہم عصر اور ہمچشم۔ ان کا کلام شورائیں
 ان بزرگوں کی طرز و روش میں زمین و آسمان کا فرق۔ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحبِ زمانہ
 نہیں کہو متھو اس سے قرض لیا لہو ہر دہاری مل کو مارا۔ ادھر خوب چند جین سکھ کی کوٹھی چالوٹی
 ہر ایک پاس تک مہری موجود۔ شہد لگا جاؤ۔ نہ مول سو اس سے بڑھ کر یہ بات کہ دینی کلچر اہل بھوپا
 کے سرانہیمہ کبھی خان نے کچھ دیدیا کبھی اور سے کچھ دلوادیا کبھی ماں نے کچھ اگرہ سے بھیج دیا
 اب میں وراستہ روپے آٹھ آنے۔ کلکٹری کے سو روپیہ رامپور کے قرض دینے والا ایک مختار کار

شریہا لالہ پنجاں سے مل کر بھی نہ گیا خبر سے مرموز مصلحت خویش خیراں مانند یہاں جشن کے وہ سہا ل
 ہو رہے ہیں کہ مجھ سے اگر دیکھتا تو حیران ہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغا پوز نامی ایک تہی ہر آٹھ دس دن سے
 دواں خیام پر پاتھے برسوں صاحب کشن بہادر پریل مع چند صاحبوں اور بیٹوں کے آئے اور بیویوں میں اُن سے
 کچھ کم سو صاحب و یم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے بہان کل سہ شنبہ دروہم حضور پوز بڑے محل سے
 آغا پوز شریف لگئے بارہ پروں بچے گئے اور شام کو باج بچے خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خان خاں سال
 خواہی میں سے روپیہ چھینکنا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ میں دوپہر چھ بجے کم نہ شمار ہوا ہو گا۔ آج صاحب
 عالیشان کی دعوت ہر پٹن شام کا کھانا یہیں کھائیں گے۔ روشنی آتش بازی کی وہ فراط کہ رات دن کا
 سامنا کر لگی۔ طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا جا رہے۔ کوئی کہتا ہے کہ
 صاحب کشن بہادر مع صاحبان عالیشان کے کل جائیں گے کوئی کہتا ہے برسوں۔ رئیس کی تصفوق
 کھینچتا ہوں قد۔ رنگ۔ شکل۔ شامل بعینہ بھائی ضیا الدین خاں عمر کا فرق اور کچھ چہرہ اور لمحہ
 تفاوت۔ جلیم و خلیق۔ باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشرع۔ متوجع۔ شعر فہم۔ سینکڑوں شعرا و نظم کیرطف توجہ
 نہیں شکر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالائی طباطبائی کی طرز پر تہتے ہیں۔ سنگفتہ جہین ایسے کہ
 آنکھ دیکھنے سے غم کو سوں بھاگ جائے فصیح بیان ایسے کہ انہی تقریریں نہ کر ایک اور نئی روح چاہ
 میں آئے اللہم وام اقبالہ و زوا جلالہ بعد اختتام محافل طالبِ خصت ہو گا بعد حصول خصت دلی جاؤ
 بھائی صاحب کی خدمت میں بشرط رسائی و تاب گویائی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تم کو
 معلوم ہوئی ہے وہ مجھ کو لکھنا۔ ۲۰ دسمبر شمس کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بج چاہتی ہیں۔ کاتب
 کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہو گے۔

ایضاً صبح یکشنبہ ۱۲ جولائی ۱۳۲۷ء۔ میری جان سن چھ شنبہ پشیمہ جمعہ ۹ ہفتہ دس۔ اتوار گیارہ
 ایک ٹرہ برہمزدون منہ نہیں تھا اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ رنگینٹی میں کوئے دہکا کر پائے

سمجھتا ہوں اگرچہ جو دین میں ڈالیں گے تو میرا جانا مقصود نہ ہوگا بلکہ میں دین کا ایذا نہ ہو گا اور دین کی آج کو تیر کر دینا تاکہ مشرکین و منکرین بتوت مصطفوی و امامت مرتضوی اس میں جلیں سنو مولوی صاحب اگر ہٹ دھرمی نہ کرے اور کتب ان حق کو گناہ جانے لگے تو البتہ مکتوب ہوگا اور کہو گے کہ ہاں یا نہیں جن روزوں میں تم علاؤ الدین خاں کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کے بیٹے کو طابچہ مارے ہیں تو ابین الدین خاں ان دنوں میں لو بارو ہیں۔ علاؤ الدین خاں کی والدہ تم کو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا تم جستم پڑا میرے پاس آئے۔ میں نے تم سے کہا بھائی شریف زادوں کو اور سردار زادوں کو جستم نمائی سے پڑھاتے ہیں مارتے نہیں تم نے بیجا کیا آئندہ یہ حرکت نہ کرنا تم ناماد ہوئے اب نہ کتب نشین طفل سے گزر کر یہ ہفتاد سالہ کے و غلط بنے تنے کئی فاقوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہو۔ چوں پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اسکے سامنے کہ اس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دو چند نہ چند ہے۔ مجموعہ شریعت کا گناہ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں۔

صوفی یہ کہ آئینہ صاف بہت جام را	تا بگری صفائے عے لعل خام را
شراب بنو و رومہ جینیاں ہیں	خلاف ذہبیاں جال نیاں ہیں
ترسم کہ صرغہ نیر و روز باز خواست	نان حلال شیخ ز آب حرام نا
ساتھی مکر و طیفہ حافظ زیادہ داد	کاشغہ گشت طرہ دوستار مولوی

میں میں بڑی مصیبت میں ہوں مجلس کی دیواریں گر گئی ہیں پانچا نہ ڈھ گیا چھتیں چکے ہی آ رہی تھاری چھو بھی کہتی ہیں اے ذبی ہاے مری۔ دیوانخانہ کا حال مجلس سے بدتر ہے۔ میں نے کہ نہیں ڈرتا۔ فقہان راحت سے گھر گیا ہوں۔ چھت چھلنی ہے ابرو گھٹنے پر سے توجہت چار گھنٹے کی ہے مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے۔ میں نے کھلے تو سب کچھ ہوا اور پھر اٹا ہے مرمت ہو۔

سو ماہ بیاہ لیا چاہو مول میں قسط اسکو دینی پڑے انکم کس جدا۔ چوکیدار جدا۔ سود جدا۔ مول حاکم۔
 بی بی جدا نہ چھے جدا۔ شاگرد پیشہ جدا۔ آمد ہی ایک سو باسٹھ تنگ آ گیا۔ گزرا مشکل ہو گیا و مرقہ کا
 بند رہنے لگا۔ سو پنا کہ کیا کردں کہاں سے گنجائش نکالوں۔ تہر درویش ربحان درویش۔
 صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب گلاب موقوف۔ بین بائیں رو پیٹہ
 بچا۔ روزمرہ کا خرچ چلایا۔ یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کب تک نہ پیو گے کہا گیا کہ جب تک نہ پکڑا
 پوچھا کہ نہ پیو گے تو کس طرح جو گے جواب دیا کہ جسطرح وہ چلائیں گے۔ بدے مہینا پورا نہیں گزرا
 تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقررہ اور روپیہ آ گیا قرض مقسط ادا ہو گیا متفرق رہا خیر ہو صبح کی
 تبرید سات کی شراب جاری ہو گئی۔ گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی صاحب نے وجہ موقوفی اور بحالی
 پوچھی تھی ان کو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا ہے اے پیغمبر لذت شراب نام
 دیکھا ہکو یوں پلاتے ہیں۔ دیکھے بیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا۔ اور مسائل ابو حنیفہ
 دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ و حد و حرج
 کو اپنے دلشین کرنا اور ہے مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب ممکن میں مشترک جانتے ہیں مشرک وہ ہیں جو
 سبیلہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسلمانوں کو ابوالا پیہ کا
 ہمسرہ مانتے ہیں و مخرج ان لوگوں کی واسطے ہو۔ میں موجد خالص اور مومن کامل ہوں زبان سے
 لا الہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیاء
 سب علیہم السلام اور اپنے وقت میں سب مفرض الطاعت تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی۔ یہ
 خاتم المرسلین اور رحمۃ اللہ علیہ ہیں قطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ اللہ ہی
 اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسی طرح تاجہدی موعود علیہ السلام ہے برین تم
 ہم برین مگر ہم ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباعت اور زندہ کو مردود اور شراب کچ حرام اور اپنے کو مای

بامں از جہل حاضر شدنا منفعلی | کہ گرش بچو کنم این بودش مع عظیم

یہ سالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو ناقب نے تم کو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس رسالے سے
میرا مدعا یہ ہو کہ اس کے معائنہ کیوقت اس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت
عدیدہ پر نظر نہ کرو۔ بیگانہ وار دیکھو۔ اور از روئے انصاف حکم بنو۔ بے حیف و میل اُس نے جو مجھے
کالیاں دی ہیں اس پر غصہ نہ کرو۔ غلطیاں عبارت کی شدت اطباء مل کی صورت سوال دیگر جواب
دیگر ان باتوں کو مطمح نظر کرو بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو ان مراتب کو الگ الگ کاغذ پر لکھو
اور بعد اتمام میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ مجملہ رجال الغیب سے ان ہفوات کا
خاکا اڑا رہا ہے۔ نیز رشتاں نے اُس کو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو۔ اور وہ مزہم کہ جو تھاکر
والہ کی تقریر سے دل نشین نہیں ہوا یعنی قیصہ چاچا نا اور دلی آنا اس کا اجر غفصل و مشرح لکھ۔ دن تالیخ
اپنا نام آغاز کتاب میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط ✽
ایضاً یہاں میں تمہارے باپ کا تاج تمہارا مطمح فرخ مرزا کا فرمانبردار لکھی اٹھا ہوں اپنے کو
نہیں سمجھا کہ میں کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقبہ پہنچ جائیگا۔ چہ جو تمہارے ہوئے میر
مہدی حسین صاحب کو دینے اور باقی دن چڑھو عیان مطمح جمع ہو لیں تو وہ اوراق بھی منکا دو لکھا۔ غالب ✽
ایضاً شبنہ دار شجبان و فروری وقت نماز پھر نیز اصغر سپہر بن سرانی مولانا علانی کی خاطر نشان
و دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے۔ میں گیا اور
ملا علی حسین خاں کو بھی لکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب اللہ صاحبہ کے پاس گئے میں گھر آیا
کھانا کھایا۔ دوپہر کو تھکا راحط پایا۔ دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوا یا۔ یہ عرض جو
بھائی کو ہے اس راہ سے کہ صحت ہو کہ وہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہیں میں تو بھول
گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایک ن ناگاہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی

نیا نیا طرح رہوں اگر تم سے ہونے کے تو برسات تک بھائی سے منکودہ جو ملی جس میں میر حسن سے تھے
 ہن چوچی کے سہنے کو اور کو کھٹی میں سے وہ بالا خانہ مع والان زیریں جو آہی بخش خاں مرحوم کا کھنچا
 میر حسن کے کو دلوادو۔ برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی۔ پھر صاحب و مریم اور بابا لوگ اپنے قدیم مکین
 آ رہیں گے۔ تمھارے والد کی ایشیاد عطا کے جہاں فچھہ سان ہیں ایک یہ معرفت کا احسان میر بایان عمر
 میں اٹھ چکی تھی۔ غالب۔

ایضاً چار شنبہ مارچی ۱۲۸۷ بمقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت۔ میری جان غالب کثیر المطالب کی
 کہانی سن۔ میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں ایک امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ ات امر مطابق اس پہ
 کے نہایت پذیر ہوگا۔ یہاں اخلاط طبع کا وہ حال کہ آغاز منشوئل انجام منخوش مبتا خبر سے میگاہ۔ منظر
 خوا سے محروم سنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے ہو گیا اب علاؤ الدین خان مع قبائل آئیں گے دل خوش ہوا کہ
 اپنے محبوب کی شکل مع اس کے نتائج کے دیکھو لگا۔ برسوں آخر بھائی پاس گیا اثنائے اخلاط و ہنسا ط میں
 میں پوچھا کہ کھوئی علاؤ الدین خان کی میں گے جواب کچھ نہیں بے وہ قصہ تو طے ہو گیا ماں وہ تو روپیہ میں
 دے بھی دیا میں نے کہا تو اب چاہیے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید بھی آئے ۵ معلوم ہوا کہ خیر ٹھنکا جا
 نا چارادوہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب ہ لکھ کر بھیجوں۔ برسوں تو شام ہو گئی تھی کل بنگلہ مونیو الوں و تم لینو دیا
 اس سطرہ کیہ ناقب نے کہا کہ بھائی تم سے شاکہ ہیں اب ضرور آ پڑا کہ گزارش تے عل سے پہلے تمھارے رفع
 میں کلام کروں بھائی تم میرے فرزند بلکہ باز فرزند ہو۔ اگر میر صلی بیٹا اس دیودانت و تحریر تقریر کا تو
 میں کو اپنا یاد فادار اور ذریعہ افتخار جانتا۔ میرے خطوط کے پہنچنے کا گلہ غلط۔ تمھارا کوٹا خط آیا کہ
 اس کا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں اس نظر سے نہ کھے
 کہ اب تم آتے ہو زبان گفت و شنید ہو جائیگی ناقب نے جلتی گاڑی میں روڑا لٹکا دیا تب مجھے توطیہ
 تمھید میں ایک ورق لکھنا پڑا اور آغاز نکاش یہاں سے ہوتا۔ یا اسد اللہ غالب ۵

ایضا اقبال نشان والا نشان صدرہ عزیز تراز جان مرزا علاؤ الدین خاں کو دعائے درویشا
غالب دیوانہ پہنچے۔ سال بخارش تم کو یاد ہوگا۔ میں نے درستان فارسی کا تم کو حاشین خلیفہ
قرار دے کر ایک سبجل لکھ دیا ہے۔ اب جو چار کم استی برس کی عمر ہوئی اور جاناکہ میری زندگی برون
کیا بلکہ جہینوں کی نہ رہی۔ شاید بارہ مہینے جس کو ایک برس کہتے ہیں اور جنوں۔ ورنہ دو چار مہینے
پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنی ثبات حمس میں اپنے دستخط سے بتو قیغ
تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فن اردو میں نظماً و نثر اتم میرے جانشین ہو جائیے کہ میرے جانحوالے
صیا محکو جانتے تھے ویسا تم کو جانیں اور صیغ محکو ماتر تھے تم کو مانیں کُل شے ھا لک
وَبَقِيَ وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یَکْشِفُ سُلْخَ صَفَرِ شَعْبَةِ هَجْرِي۔ ۱۲ جون ۱۲۸۶ء منقہ اولیٰ ۛ

بنام مرزا امیر الدین احمد خاں المدعو بہ فتح مرزا

اے مردم چشم جہاں بین غالب۔ پہلے القاب کے معنی سمجھ لو یعنی چشم جہاں بین غالب کی تپلی
چشم جہاں میں تمھارا باپ مرزا علاؤ الدین خاں بہادر اور تپلی تم۔ آج میں نے تمھارا خط دیکھا۔ محکو
بہت پسند آیا۔ استاد کامل بن ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفریں صد آفریں
میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دُعا مانگتا ہوں کہ تم کو زیادہ
نہیں تو تمھارے باپ کی برابر علم و فضل اور تمھارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش
خاں بہادر جنت آرام گاہ کے برابر جاہ و جلال غایت کرے۔ یہاں تمھارے دادا دادا
امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تمھارا دلاوہ ہوں۔ خیر وارجمہ کو لہنی صورت مجھے دکھا
جایا کرو۔ والدعا۔ دیدار کا طالب غالب۔ ۛ

بنام میر احمد حسین المتخلص میکیش

جانی میکیش آفریں۔ ہزار آفریں۔ تیار خ نے مرزا دیا۔ خدا جانے وہ خڑے کس خڑے کے

وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ فزون نہ تھے تنقیہ برتتے فوراً اور یہ اسہال بعد چند روز عمل کیا
آیا۔ اب سن کہولت اہتعال فیون مزید علیہ و ذرہ جلد متواتر ہوا۔ منطرب از او محبت ہے از روے
حکمت منطرب کی کوئی وجہ نہیں نظری میں بچیا حکیم امام الدین خاں وہ ٹونک عملی میں چالاک
حکیم احسن اللہ خاں وہ کردلی۔ بچیا حکیم محمود خاں وہ ہمایہ دیوار دیوار حکیم غلام نجف خاں وہ دست
قدیم صادق الوالا۔ حکیم بٹانکے خاندان میں دو صاحب موجود۔ تیسرے حکیم بنچھلے وہ بھی شریک
ہو جائیں گے۔ اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے۔ ہاں دو ایک ڈاکٹر باعتبار معقومی حکام نامور
یا کوئی ایک آدھ بید منزوی اور گنٹام۔ بہر حال خاطر جمع رکھو۔ خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ بچیا
تم مجھ سے سپارش کرو۔ امین الدین خاں کی کیا میرے پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان
حکومت بھی کہتے ہیں بقدر پریشہ و مہر مور بھی نہیں سجالجہ حکماء کی راہ پر رہے گا۔ مذہبی اور
غفاری میں اگر قصور کروں تو گناہ نگار۔ میاں ایسے موقع میں راسے اطباء میں خلاف کم واقع ہوتا
ہے مرض شخص۔ دو محبت۔ سود مزاج سافج نہیں مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب
سوائے تنقیہ کے کوئی تدبیر نہ سوچے گا۔ تنقیہ میں سوائے محرجات بلغم اور کچھ تجویز نہ کرے گا
تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا سہل دیا جائے۔ اسما و آیات شفا بخش
مقرر ہیں۔ رد و دفع بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤں اور غرام خوانوں نے
نہ توڑی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بکھانتے ہیں۔ تمہارے باپ پر کوئی سحر کیوں کرے گا
بیچارہ الگ ایک گوشہ میں رہتا ہے کہ جب تک خاص ہاں کا قصد نہ کرے کبھی کوئی وہاں
نہ جائے۔ یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و مساکین سے طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔
شہر میں مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز بابخیر شام سلامت۔
نجات کا طالب غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

کوئی منصب کوئی عہدہ و لوادو گے تو میں یہ جانوں گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے
 بڑا احسان مند ہوں گا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۱۳ شوال ۱۲۸۷ ہجری ۛ

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور دیدہ و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالب بنیم جاں
 کی دُعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمہیں خدا کو سونپ کر روانہ رام پور ہوا۔ موسم
 اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکانہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ
 جابجا۔ آرام سے رام پور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضیٰ الولد تیر لایہ حسن اخلاق میں
 نواب فردوس آرام گاہ کو برابر بلکہ بعض شبوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں بجز و مند نشینی
 کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خان ماں کو تیس ہزار روپیہ بابت
 مطالبہ سرکاری بخش دیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہوں گا
 سُنو صاحب میں فقیر آزادہ کیش ہوں۔ دینا دار نہیں۔ مکار نہیں۔ خوشامیر اشا
 نہیں۔ جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے
 مجھے سو روپیہ مہینہ دیتے ہیں تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب میں میرا عقیدہ
 یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلیبی بیٹا ایسا ہوتا جسے تم ہو تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف
 جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع۔ توشع و زہد و تقویٰ کے
 حاوی۔ علم اخلاق میں حکمائے روحانی نے سعادتی کے جو مدارج کھچے ہیں وہ سب تم میں
 پائے جاتے ہیں۔ پروردگار تم کو عجز طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے
 زیادہ ۛ ان شاء اللہ کہ بچپن خواہد بود ۛ غالب۔ ۛ

ہوں گے۔ جن کی تاریخ ایسی ہے دیکھو صاحب سے قلندر ہرچ گویہ دیدہ گویہ تاریخ دیکھی ہوگی
تعریف کے خرمے کھائیں گے۔ اُس کی تعریف کریں گے۔ کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے
کہ یہ حسن طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو۔ ابھی رقعہ لے کر
آیا ہے ابھی خرمے لے کر آوے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
اگر بغرض محال تم یوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے
بجھاؤ گے تو ہم بھی کہیں گے تازہ شے بہتر۔ بارہ سے بہتر۔

ایضاً۔ میاں عجیب اتفاق ہے نہ میں تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہوں نہ تم میرے دیکھنے
کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو وہ قدم رنجہ کہاں سے کر دسرا پار رنجہ ہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
یہ تعطیل کے دن کیا ناغوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میرا سرفراز حسین سے تمہارا
حال سن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا
دے۔ خواہش ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ واللہ عا ہمد

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب

خان صاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالب درویش کا سلام خوب یاد
کیجئے۔ کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی۔ اب ایک طرح کی عنایت کا
سائل ہوں حامل ہذا المکتوب پنڈت بے زاین میرا خط لے کر حاضر ہوتے ہیں ان کے
بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکاری مناصب عالیہ اور عہدہ ہائے جلیلہ
رسکتے تھے۔ اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوے نوکری میں بیٹا لے آتے ہیں۔
آپ کو میرے سر کی قسم جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے

صوت کے تم اچھے۔ سیرت کے تم اچھے۔ شیوہ و روش کے تم اچھے۔ خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ اگر میرا صلیبی فرزند ایسا ہوتا تو میں اُسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا اور اب تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو۔ اُس قوم اور اُس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال جاہ و جلال عطا کرے۔ یہاں تم کو یاد ہے کہ میں نے تم کو سابق میں اس سے نور چشم مرزا یوسف علی خاں کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے انتقال حواس کا حال تم جانتے ہو۔ خدا جانے اُس وقت کس خیال میں تھا اور میں کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہل بخاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ یعنی مرزا یوسف علی خاں عزیز بڑے عالمی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں۔ شعر خوب لکھتے ہیں۔ صاحب استعداد ہیں۔ علم اُن کو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ اہل علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں۔ نور چشم مولوی نصیر الدین لومیری دُعا کہنا۔ محرمہ ۳۰۔ چاندی ۱۲۸۶ ع۔

بنام منشی جواہر سنگہ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگہ کو بعد دُعا سے دوام عمر و دولت معلوم ہو۔ خط تمھارا پہنچا۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے اُس کے حصول میں جو کوشش میرا سنگہ نے کی ہے۔ میں تم کو کہہ نہیں سکتا۔ نری کوشش نہیں۔ روپیہ صرف کیا مسئلہ روپیہ جو تجھے بھیجے تھے وہ اور پیس تیس روپیہ اور صرف کیئے پانچ پانچ اور چار چار اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لئے اور ہوائے۔ خرید میں روپیہ جدا دیے اور مزا نے میں روپیہ جدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب

بنام جناب اسٹریٹ لال صاحب

شفیق کرم بابو پیارے لال صاحب کس سلام۔ کل قہر مع مسودہ بابو چندو لال صاحب کے پاس پہنچ گیا
 یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے۔ جلد ہی
 ہمیں آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھئے۔ جب صاف ہو جائے گا۔ مجھے دیجئے گا۔ میں
 اپنی جہر کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہوں وہ
 کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئیں گے اور پرسوں شیلے کو تشریف لے جائیں گے
 بطریق اطلاع آپ کو لکھا ہے یہ منظور نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل میں آپ
 ہوں۔ ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۳۰ اپریل ۱۹۲۷ء
 ایضاً کیوں صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ مانا بھی چھوڑا۔ خیر میری تفصیل معاف کرو
 اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کرو تا کہ
 میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں۔ برخوردار ہیر سنگھ تمھارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمھارا
 دست گرفتہ ہے۔ رہتک میں تم نے اسے نوکر رکھوا دیا تھا۔ خیر وہاں کی صورت
 بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش میں سخت دلتنگ۔ تمھیں
 دستگیری کرو۔ تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا نقش ہستی صفحہ دہر سے مٹ جائے گا
 والسلام۔ غایت کا طالب غالب۔

ایضاً فرزند ارجمند اقبال بلند بابو اسٹریٹ پیارے لال کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا
 پہنچے۔ لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا اس کی میں جتنی شکایت کروں بجا ہے تم
 نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ میں تمھارا عاشق ہوں اور کیونکر عاشق ہوں

بارے تمام ہوا اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو۔ گجراؤ نہیں۔ سال بھر ٹپ جائے جاؤ۔ جب لڑکا
شد و بڑے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار
ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکثر اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو
نوکر نہیں ہو جو ابو پیارے لال کو بخاری بدلی کا اختیار ہو۔ زہار میں اس باب میں باوجود
نہ کہوں گا۔ اور نہ یہ خط تمہارا منشی جو ہر سنگ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق الجھو کیوں۔ اس الجھنے سے
فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو کہ رحم کرنے کد مدعی خدا بکندہ میں دیسا ہی ہوں جیسا تم کچھ
گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب - ۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء۔

بنام منشی بہاری لال المتخلص شتیاق

سعادتمند بالکمال منشی بہاری لال کو عین تاثیر و عاے غالبیتہ حال عمر و دولت و اقبال فراوان
ہو۔ منشی من بجا و ن لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اُس بہر
و جاوہ فنا سے میری ملاقات تھی لیکن تمہارے تنہا اور بے حُرّتی رہ جانے کا میں نے
بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب ۲۶ فروری ۱۹۲۷ء۔
ایضاً برخودار بہاری لال مجکو تم سے جو محبت ہو اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ تمہارے
خال فرخ خاں منشی مکند لال میری بڑی بڑا سنے یار میں خوش خوش ہو۔ شگفتہ رو۔ بذلہ گو۔ دوسرے
تمہاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم و اردو نظم و نثر میں تمہاری طبع کی رونق
اور تمہاری قلم کی گل نشانی مگر چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اجزاء
کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے برتقلید اور انشا پردازیوں کے تمہاری جدت
میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو

دور رہا ہے۔ ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعہ کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی
ہاتھ آئے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو یکجا کر کے تمھارے پاس بھیج دے گا
مدد میں بھی اُس کی کر رہا ہوں لیکن اُس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین۔ پندرہ
روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز کر کے اُس سے بہت
روپیہ لئے جب سب قطعہ تمھارے پاس پہنچیں گے تب اُس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا
کیوں صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی۔ بہت دن ہوئے جب تم نے
لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ واللہ عا۔ اسد اللہ۔ ۴

ایضاً بر خوردار کامگار سادات و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جو ہر کو بلب گڈہ کی تحصیلدار
مبارک ہو۔ پہیلی سے نوح آئے نوح سے بلب گڈہ گئے اب بلب گڈہ سے دلی آو گے
انشاء اللہ۔ منو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے علاقہ
تحصیلداری میں بصیغہ طلبا بہت ملازم سرکار انگریزی ہیں ان کے والد ماجد میرے پیاس
برس کے دوست ہیں میں اُن کو اپنے بھائی کی برابر جانتا ہوں اس صورت میں حکیم مرزا جان
میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُن سے یکدل و یک رنگ ہو اور اُن کے
مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیغہ دوام ہے۔ تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی
نہ ہوگی۔ صرف ہی امر میں کوشش ہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کی خاطر نشان ہے
حکیم مرزا جان ہوشیار اور کار گزار آدمی ہے۔ ۲ فروری ۱۹۶۲ء

بنام منشی ہیر سنگھ صاحب

نور چشم غالب غمیدہ منشی ہیر سنگھ کو دعا پہنچے تہا راجہ خط مرزا ارجمندی پہنچا۔ دورہ کا سفر

شہسوار عرصہ نکتہ دانی کی تاز میدان جادو بیانی فرما کر وائے کشور نازک خیالی۔
 زینت افزائے اورنگ بی مثال ناثر نثری رفت ریشا عسری رتبت جمن آراء گلستان
 فصاحت - حدیقہ پیرائے خیابان بلاغت غروب غم آفرینش - نور ویدہ بنیش - استاد
 یگانہ مسلم الثبوت زمانہ - رشک عرفی وغیرت طالب جناب استاد یحیٰی الدولہ
 ویر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب۔
 کی زبان معجز بیان برآیا ہوا اور خامہ پردیں افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینہ
 بے نظیر و مجموعہ دلپذیر جس کا ہر حرف باعث نظارت چشم نظر اگیاں اور ہر لفظ سبب
 تازگی دیدہ مشتان ہے۔ ہر سطر کو درابے موج خیر معانی اور ہر فقرہ کو گلزار ہمیشہ بہار
 رنگیں بیانی کہنا چاہیے۔ عبارت سے سلسیل کی سلاست پیدا مضامین سے آب کو
 کی لطافت ہویدا۔ کندہ انداز رسامیں گردن معانی شکار شیرینی ادا پر اداسے شیریں لب
 نثار۔ غور کیجئے کہ فراہم آنا اس نسخہ بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتاب بے مثل کا
 کیونکر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطف ارزانی و شائقین کو مذاق سخن کی
 فراوانی مبارک۔ کیونکر شکر فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ آں سے سلک اندوگمیں کیا
 شکریہ کیا کلام ہے اے بے خبر گریہ ہنگام ماتم عام ہے ۵

سُرم ہون از تہ دل با گریستن
 ناخوش گوار چشم مرا تا گریستن
 باید یغیر خضر و سیاحا گریستن

باید چمن در دل شبہا گریستن
 ناسازگار جسم مرا تا گداز گریستن
 این است اگر تراوش سر چشمہ حیات

ہنوزیہ نامہ لاویز تمام کمال تشریف طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہرے مہر نے تیاریخ نوذقیقہ
 شہرہ بحر جی جامہ حیات جناب منفور و مرحوم کو چاک کیا ہو تو آفتاب علوم و کمال کو

اطلا کی غلطی کا ملکہ بالکل فاضل ہو جائے۔ مگر بہاری لال اس نو بہال بلوغ دولت عیسوی حکیم غلام رضا خاں کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یادری سمجھو۔ یہ دشمن ستودہ خود امیر مہر ہوئی والا اور مراتب علی کو پہنچنے والا ہے۔ اس کی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی رشتگی ہونے والی ہے۔

یاد امان صاحب دے لے گیر کہ مرد از صاحب دولت شود پیر
میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطالع اجل المطالع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجھو خان روزگار ہیں نکو خوں اور نیکو کردار ہیں۔ میر فتح الدین آزاد منش اور سعادتمند نوجوان ہیں کم گفتار اور مرغ و مرغیان ہیں تم چاروں شخص پیکر صدق و صفا و مہر و دلا کے چار عنصر ہوں جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطالع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب، رحون شمع

خاتمہ کتاب اردو کے معنی ریختہ کلک بلاغت انما سخندان بہتال
معنی سنج نازک خیال شاعر نغمہ گوے دلا و زربان ناثر جادو و طراز و
شیریں ہاں مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا عالم حوم
شیدائیان شاہد لفریب سخن ہر وقت اس کے خردیار اور شفیق کان جن معانی ہر دم اس کے خوشگوار رہتے ہیں کہ
اچھا کلام جو مطبوع طبع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواہر شایقین و دست اندیشہ ہو میر آئے
صاحب نظران دیدہ و برجکی آنکھیں شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں یہ شاہد
ماہ پیکر اہل ہر متثال سے تسلی نہیں پاتے۔ اور نگین مشاں نکتہ پرور جکی دماغ میں
کلمستان سخن کی بوبھر جاتی ہے۔ ریاحین بارغ ارم کے سونگھنے کو نہیں جاتے۔
اور چہرہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر خنوری و ماہ منیر آسمان معنی گستری



برخ خوف دکھایا۔ ماتہاب فضل و ہنر کو صد کسوف میں گھنسا یا
 اس تم گار سے کوئی پوچھے ماتہ اس واقعہ سے کیا آیا
 یہ مہرجا کہ عالم میں تاریکی چھائی گی زمانہ کو کشمیں اتھ آئی گی۔ آنکھیں اشکبار دل بقرار برس کے گرس
 نیش عقرب نہ از پے لیکن ہست مقضائے طبیعتش این ست +
 اپنی عادت سے ناچار ہے۔ شمنی اہل کمال اس کا اشارہ ہے۔ کوئی بتلائے آفت ہو۔ خواہ گناہ صیبت ہو
 اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا۔ کسی نہ کسی بھانہ آفاق کو نقش ہستی صفحہ روزگار سے مٹانا۔
 سخن آوازے نوہ سرائی سے کیونکر بدل ہو۔ سخن سنجی کے عوض کھجی نالہ پُرورد اور کھجی آہ سرد
 لب پر ہے۔ کہیے جب یہ بارگر ان اندوہ دل پر آئے۔ دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے
 کیسی تاریخ خاتمہ کتاب۔ کیا سال وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قسط لکھتا ہوں

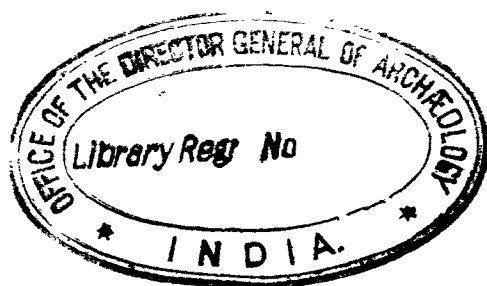
کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا صدہ مرگ حضرت غالب ہے ہی سال طبع سال وفات	لب پہ نالوں کا اثر و حام ہوا سبب رنج خاص و عام ہوا آج اُن کا سخن مٹا ہوا
---	--

تاریخ طبع حصہ اول اردو میثلی طبعرا و منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص	۱۱۲
--	-----

چو اردو سے معنی گشت تالیف پے سال میثلی طبعش	ہانا ایک جہاں گردید طالب بگو جوہر خجہ اردو سے غالب
--	---

اعلان کا پی رائٹ محفوظ ہے

المجلد سید عبدالسلام بن سید محمد معظم پروپرائٹر مطبع فاروقی دہلی



Central Archaeological Library,

NEW DELHI.

14843.

Call No. 928.91431/ Gha

Author Asadul-lah Khan
(Ghalib)

Title Urdu-i-mualla.
A Collection of Urdu letters

Borrower No.	Date of Issue	Date of Return

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book
clean and moving.